الزغل نے پریشان ہو کر کہا "میرے ساتھ آؤ"۔

اجتماع سے ایک طرف ہٹ کر الزغل نے نووارد کی طرف دیکھا اور کہا۔ "مجھے کوئی بری خبر سنانے سے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو تا کہ میں اس کی اہمیت کا اندازہ کر لوں اور یہ بھی سوچ لوں کہ جنگ کے زمانے میں جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جاتا ہے"۔

نووارد نے کہا "اگر آپ غور سے دیکھتے تو مجھے پہچان لیتے۔ میں الحمراء کے داروغہ کا بیٹا ہوں۔ ہبیرہ بن سعید کا شاگرد ہوں۔ چند دنوں سے میں موسیٰ کے ساتھ جہاد کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ یہاں فوج کے بہت سے آدمی مجھے پہچانتے ہیں لیکن جو افسوس ناک خبر میں لے کر آیا ہوں اگر وہ غلط ثابت ہو جائے اور میں اس کے عوض تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو بھی مجھے خوشی ہو گی۔ خدا کرے میرا یہاں آنا ایک خواب ہو اور غرناطہ میں جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ہے وہ بھی ایک خواب ہو"۔ نووارد کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔

اتنی دیر میں الزیغری ان کے پاس پہنچا۔ اس نے نوجوان کو دور سے پہچان کر کہا۔ "سلیمان خیر تو ہے؟"

"سلیمان نے ایک لمحہ کے لیے الزیغری کی طرف دیکھا اور پھر الزغل کی طرف متوجہ ہوا۔"

میں بہت بری خبر لے کر آیا ہوں۔ غرناطہ میں بغاوت ہو چکی ہے۔

الزغل نے چلا کر کہا۔ "نہیں! نہیں!! تم نے خواب دیکھا ہے۔ موسیٰ کی موجودگی میں بغاوت ممکن نہیں۔ تم نے خواب دیکھا ہے، تم دشمن کے جاسوس ہو اور ہماری توجہ محاذ جنگ سے ہٹانا چاہتے ہو۔ کہو یہ جھوٹ ہے"۔ الزغل اضطراری

حالت میں سلیمان کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا.....اور سلیمان بار بار یہ کہہ رہا تھا ''کاش! یہ جھوٹ ہوتا.....لیکن یہ جھوٹ نہیں.....کاش یہ جھوٹ ہوتا؟''

''لیکن موسیٰ اور بغاوت؟ یہ ناممکن ہے۔تم دیوانے ہو۔''

سلیمان نے کہا۔''موسیٰ ابو اعبداللہ کی قید میں ہے''۔

الزغل نے سلیمان کو دھوکا دے کر زمین پر گرا دیا اور الزیغری سے کہا'' اسے لے جاؤ۔یہ دیوانہ ہے۔ابوعبداللہ مجھے قتل کرسکتا ہے،اپنے باپ کو قید کرسکتا ہے لیکن موسیٰ پر وہ جان دیتا ہے۔اس پاگل کو لے جاؤ''۔

سلیمان نے کہا'' آج شام تک میری خبر کی تصدیق کرنے کے لیے اور بہت سے لوگ آ جائیں گے۔ابوعبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے۔اس نے باغیوں کو رہا کر دیا ہے اور عرب عہدہ داروں کی جگہ انہیں مقرر کر دیا ہے۔جن امراء نے اس کی امارت تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا ان میں چند قتل کیے جا چکے ہیں اور باقی قید کر لیے گئے ہیں۔الحمراء پر بربری اور ہسپانوی امراء کا قبضہ ہے اور شہر میں وہ اپنے قبائل کے لوگوں کو عربوں کے ساتھ لڑا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اب تک کتنے مکانات جل چکے ہیں اور کتنے آدمی مارے گئے ہیں۔مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ آگ غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں میں بھی پہنچ چکی ہوگی''۔

(۴)

ابوالحسن زیادہ دیر تقریر جاری نہ رکھ سکا۔اس کی توجہ بار بار الزغل اور الزیغری کی طرف مبذول ہو رہی تھی اور جب وہ سلیمان سے باتیں کرنے کے بعد سر جھکائے اس کی طرف آ رہے تھے تو اس کا دل دھڑکنے لگا اور آواز بیٹھ گئی۔الزغل کا چہرہ دیکھ کر اس کے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ ایلچی کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا

ہے ۔اس نے تقریر ختم کر کے ہاتھ اٹھا کر فتح کے لیے دعا مانگی اور جواب طلب نگاہوں سے الزغل کی طرف دیکھنے لگا۔

الزغل نے آگے بڑھ کر کہا ''چلئے!''

ابوالحسن نے کہا۔''کہاں؟ خیر تو ہے؟''

''اپنے خیمے میں چلئے''۔

الزغل کے مغموم لہجے سے ابوالحسن کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔وہ اسٹیج سے اترا اور اس کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف چل دیا۔چند سرداروں نے اس کا ساتھ دینا چاہا لیکن الزغل نے انہیں ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے کہا۔''آپ میرے خیمے میں جمع ہوں۔ہم ابھی وہاں آتے ہیں''۔

کچھ دور جا کر ابوالحسن نے سوال کیا۔''کوئی بری خبر سنانے سے پہلے مجھے اتنا ضرور بتاؤ کہ ایلچی کہاں سے آیا ہے؟ اتنی بڑی فتح کے بعد ہمیں معمولی حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیے ۔کہو کیا بات ہے، تمہاری خاموشی میرے لیے نا قابل برداشت ہو رہی ہے''۔

الزغل نے کوئی جواب نہ دیا۔سلیمان نے جو ابھی تک وہیں کھڑا تھا، الزغل کا اشارہ پا کر ان کے ساتھ ہو لیا۔

ابوالحسن سلیمان کی طرف متوجہ ہوا۔''تم کہاں سے آئے ہو؟ بتاؤ میری طرف کیا دیکھ رہے؟ کیا تم یہ خبر لے کر نہیں آئے کہ سرحد کو کوئی یا شہر ہمارے قبضہ سے نکل گیا ہے اور عیسائی وہاں کے مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدلہ لے رہے ہیں۔''

سلیمان نے جواب دینے کی بجائے الزغل کی طرف دیکھا اور اس نے سر کے اشارے سے اسے خاموشی کی تلقین کی۔

ابوالحسن کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔اس نے چلا کر کہا ''الزغل! کیا ہم نے ایک ماں کا دودھ نہیں پیا ہے۔کیا میں وہ خبر سننے کی ہمت نہیں رکھتا جسے تم سن چکے ہو؟ کیا یہ قاصد کسی زلزلے کی خبر لے آیا ہے، کیا الحمراء میں آگ لگ گئی؟ کیا ابوعبداللہ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟ خدا کی قسم ایسی خبریں مجھے پریشان نہیں کر سکیں گی اور اگر یہ قاصد یہ پیغام لایا ہے کہ عیسائیوں کو کوئی دستہ ہماری سرحد کے کسی غیر محفوظ قلعے پر قابض ہو گیا ہے۔تو یہ خبر تم مجھے فوج کے سامنے سنا سکتے تھے۔ہم نئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دن پیش قدمی کا ارادہ ملتوی کر سکتے ہیں۔ الزغل! تمہاری زبان گنگ کیوں ہو گئی۔مجھے بتاؤ وہ کون سا نقصان ہے جس کی تلافی ان مجاہدوں کی تلوار نہیں کر سکتی، وہ کون سا محل گرا ہے جسے یہ مجاہد دوبارہ تعمیر نہیں کر سکتے؟ ایک سپہ سالار کی سب سے بڑی دولت اس کے سپاہی ہوا کرتے ہیں۔موسیٰ اور ابوعبداللہ کے سوا جن لوگوں کو میں سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں وہ میرے ساتھ ہیں۔کسی کی موت میرے لیے ناقابل برداشت نہیں ہو گی۔کیا تم نہیں دیکھا کہ نعیم بن رضوان کو جب لحد میں اتار رہا تھا میری آنکھوں میں آنسوؤں کا نشان تک نہ تھا حالانکہ وہ مجھے عبداللہ سے کم عزیز نہ تھا''۔

اتنی دیر میں ابوالحسن کا خیمہ قریب آ گیا تھا۔ابوالحسن مایوس ہو کر تیزی سے خیمے کی طرف بڑھ رہا تھا۔خیمے میں داخل ہو کر الزغل نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا ۔''میرے بھائی! یہ قاصد ایک بہت بڑے حادثے کی خبر لایا ہے۔ابوعبداللہ نے اپنی امارت کا اعلان کر دیا ہے اور باغیوں کو قید سے رہا کر کے شہر میں خانہ جنگی کروا دی ہے۔ہمارے لیے غرناطہ کے دوازے بند ہو چکے ہیں.....موسیٰ عبداللہ کی قید میں ہے''۔

ابوالحسن پر یہ الفاظ بجلی بن کر گرے۔وہ اچانک اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا پھر کرسی پر آ گرا۔اس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے الزغل اور سلیمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ان کے مغموم چہروں پر اپنی تقدیر کا نوشتہ پڑھ رہا تھا۔

الزغل نے کہا۔"اب میں حیران ہوں کہ فوج کو یہ خبر کس طرح سنائی جائے۔ ہم اس خبر کو زیادہ دیر چھپا بھی نہیں سکتے۔آج شام سے پہلے کئی اور آدمی آجائیں گے۔مجھے ڈر ہے کہ غرناطہ کی طرح یہاں بھی عرب اور غیر عرب سپاہیوں کی تلواریں آپس میں نہ ٹکرا جائیں۔فوج کے سردار میرے خیمے میں جمع ہو رہے ہیں آپ پہلے ان سے وفاداری کا حلف لیں اور پھر ان پر یہ خبر ظاہر کریں۔کاش آج موسیٰ یہاں ہوتا۔آپ مایوس نہ ہوں۔مجھے یقین ہے کہ لوشہ کی فتح کی خبر پھر ایک بار غرناطہ کے عوام کی حرارت ایمانی زندہ کر دے گی۔وہ ابو عبداللہ کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لیے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔اٹھئے ہمت سے کام لیجئے۔اب سوچنے کا وقت نہیں۔"

ابوالحسن کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن اس کی آواز جواب دے چکی تھی۔

سلیمان نے آہستہ سے کہا "طبیب کو بلائیے سلطان کی ٹھیک نہیں"۔

الزغل نے جھک کر اپنے بھائی کی طرف دیکھا اور جلدی سے باہر نکل کر پہریدار سے کہا۔فوراً بشیر بن حسن کو بلاؤ۔وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہا ہوگا۔اسے کہو کہ سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔لیکن علیحدگی میں، کسی کے سامنے نہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد بشیر بن حسن خیمے میں داخل ہوا۔اس نے سلطان کی حالت دیکھ کر الزغل سے کہا۔ان پر فالج گرا ہے لیکن فالج کا حملہ شدید نہیں، انشاء

اللہ جلد آرام آ جائے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں بہت بڑا صدمہ پہنچا ہے۔

(۵)

تھوڑی دیر بعد الزغل نے سلیمان سے کہا۔ ''تم جا کر آرام کرو لیکن ابھی کسی پر یہ بات ظاہر نہ کرنا''۔ پھر وہ بشیر بن حسن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ''اگر میرا یہاں ٹھہرنا ضروری نہ ہو تو مجھے تھوڑی دیر کے لیے اجازت دیجیے''۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ ''سلطان کی نگاہیں آپ پر جمی ہوئی ہیں۔ میرے خیال میں آپ کا کچھ دیر یہاں سے غیر حاضر رہنا ان کے لیے بہتر ہوگا۔ ان کی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو سکے گی۔''

الزغل اپنے خیمے میں داخل ہوا تو فوج کے تمام بڑے بڑے عہدہ داروں وہاں جمع تھے۔ وہ الزیغری کے گرد گھیرا ڈال کر سوالات کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور وہ چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا۔ ''مجھے پتہ نہیں۔ سلیمان صرف سلطان سے کچھ کہنا چاہتا تھا''۔

الزغل کو دیکھ کر سب خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد الزغل ان سے وفاداری کا وعدہ لینے اور انہیں غرناطہ کے المناک حادثہ کی خبر سنانے کے بعد خیمے سے باہر نکلا۔ سرداروں نے بھی اپنے اپنے خیمے کا رخ کیا۔ دوپہر تک یہ خبر تمام فوج میں مشہور ہو چکی تھی اور شام سے تھوڑی دیر قبل غرناطہ سے آنے والے چند اور آدمی اس خبر کی تصدیق کر چکے تھے۔ وہ سپاہی جو تھوڑی دیر قبل قسطلہ کے شاہی محل پر اپنا جھنڈا لہرانے اور اشبیلیہ اور قرطبہ کی مساجد میں اذانیں دینے کے حسین سپنے دیکھ رہے تھے اب اپنے گھروں کو تباہی سے بچانے کی فکر میں سرگراں تھے۔ وہ شاعر جنہوں نے لوشہ کے مجاہدین کی شان میں قصائد لکھے تھے۔ اب ابو عبداللہ کی غداری پر مرثیے لکھ رہے تھے۔ اندلس کے مقدر کا ستارہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے بعد نحوست

کے بادلوں میں چھپ چکا تھا۔

اگلے دن بشیر بن حسن کی مسیحائی سے ابوالحسن کی کھوئی ہوئی قوت گویائی واپس آ گئی۔اس کے پہلے الفاظ یہ تھے۔میرے بیٹے!تم نے یہ کیا کیا۔یہ تخت جسے تم نے چھیننے کی کوشش کر تمہارا ہی تھا۔لیکن تم نے بادشاہ بننے کے شوق میں اندلس کے مسلمانوں کا مستقبل تباہ کر دیا ہے۔خدا نہ کرے تمہارا بویا اندلس کے مسلمانوں کو کاٹنا پڑے۔میرے بیٹے!میرے عبداللہ!لیکن تم میرے نہیں۔" ابوالحسن نے کروٹ بدل کر تکیئے میں منہ چھپالیا اور ہچکیاں لینے لگا۔

دو دن بعد اس کے اعصاب سے فالج کے اثرات دور ہو چکے تھے لیکن زندگی کی وہ حرارت جس کے باعث وہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی نوجوانوں کے لیے قابل رشک تھا سرد پڑ چکی تھی۔زندگی کے ایک ہی حادثے نے تلوار سے کھیلنے والے مجاہد کو لاٹھی کا سہارا لے کر چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

فوج کے سرداروں کی اکثریت کا فیصلہ یہ تھا کہ اب غرناطہ کا رخ کیا جائے اور غرناطہ کے قریب کسی شہر میں قیام کر کے ابوعبداللہ کے پاس ایک وفد بھیجا جائے۔ اگر وہ راہ راست پر نہ آئے تو اس کی کجی تلواروں سے درست کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔اگر خدانخواستہ جنگ کی نوبت آئی تو شہر کے عوام یقیناً ابوعبداللہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔غرناطہ کی شورش کے باعث سپاہیوں میں جو بد دلی پھیل رہی ہے اس کا علاج یہی ہے کہ فوراً دارالسلطنت پر قبضہ کر لیا جائے ورنہ ابوعبداللہ سے یہ بات بھی غیر متوقع نہیں کہ وہ عیسائیوں کا حلیف بن جائے اور ہم کہیں کے نہ رہیں۔

ابوالحسن نے اس فیصلے سے اتفاق کیا لیکن کوچ سے پہلے ایک ایسا واقعہ پیش آیا

جس نے اس کی کمر توڑ دی۔

جس دن ابوالحسن نے غرناطہ کی طرف کوچ کرنے کا فیصلہ کیا اس سے ایک دن قبل غرناطہ کے چند سواروں کا ایک گروہ ابوالحسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے ابوعبداللہ کو برا بھلا کہنے کے بعد ابوالحسن کو اس بات کا یقین دلایا کہ وہ اس کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کے لیے تیار ہیں اور غرناطہ میں ان کے زیر اثر لوگ بھی ابوالحسن کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ ابوالحسن ان لوگوں سے نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا لیکن چار دن ابوالحسن کی فوج کے ساتھ رہ کر یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر چکے تھے۔ ابوداؤد نے انہیں ابوالحسن کی فوج میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بھیجا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے عربوں کو یہ کہہ کر بھڑکایا کہ غرناطہ میں تمہاری بھائی بربریوں اور ملکی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے بربریوں اور ملکی مسلمانوں سے یہ کہا کہ ابوعبداللہ کی حکومت تمہارے لیے باعث رحمت ہوگی۔ اس نے بڑے بڑے عرب عہدہ داروں کو معذول کر کے ان کی جگہ تمہاری قوم کے آدمیوں کو مقرر کر دیا ہے۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ غرناطہ جا کر ابوعبداللہ سے وفاداری کا اعلان کرو۔ بعض سرداروں کو انہوں نے عہدوں کا لالچ دے کر اور بعض کو جو کسی فریب میں نہ آنے والے تھے انہوں نے یہ کہا کہ فوج کے وہ عہدہ دار جو ابوالحسن کا ساتھ دیں گے ابوعبداللہ غرناطہ میں ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بدترین سزائیں دے گا۔ کم حیثیت کے آدمیوں کے ضمیر انہوں نے سونے اور چاندی سے خرید لیے۔ یہ کام انہوں نے اس ہوشیاری سے انجام دیا کہ ابوالحسن کے جانثاروں کو تک خبر نہ ہو سکی۔ پہلے دن انہوں نے فوج میں وہ لوگ تلاش کیے جو پہلے ان کے زیر اثر تھے۔ پھر ان کی مدد سے دوسروں کو بہکانے کا

کام لیتے رہے۔

ایک شام ابوالحسن کی فوج نے غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا اور رات کے تیسرے پہر اسے معلوم ہوا کہ اس کی فوج میں آٹھ ہزار بربری اور ہسپانوی اس کا ساتھ چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کرر ہے ہیں۔

الزغل اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہیں ابوالحسن کے خیمے میں جا پہنچا۔تھوڑی دیر میں فوج کے چند اور افسر وہاں جمع ہو گئے۔الزغل نے مشورہ دیا کہ غداری کرنے والوں کا راستہ روک کر انہیں سمجھایا جائے اور اگر وہ کہا نہ مانیں تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے بعض سرداروں نے اس مشورہ کی تائید کی اور بعض نے مخالف کی۔بالآخر ابوالحسن نے رنج والم میں ڈوبی ہوئی نحیف آواز میں کہا۔"انہیں جانے دو میں اپنی زندگی میں مسلمانوں کی تلواروں کو آپس میں ٹکرانے کی اجازت نہیں دوں گا"۔

ان المناک حوادث سے دوچار ہونے کے بعد سلطان ابوالحسن نے مالقہ کا رخ کیا۔مالقہ کا حکم پہلے ہی ابوعبداللہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر چکا تھا۔اس نے انتہائی گرم جوشی کے ساتھ سلطان کا استقبال کیا اور اپنا محل اس کے لیے خالی کر دیا۔

چند دنوں میں گردونواح کے تمام سردار اپنے سلطان کے پہنچ کر وفاداری کا اظہار کرنے لگے۔

غرناطہ کی وہ سلطنت جس کے عوام چند ماہ قبل سارے اندلس پر قبضہ کرنے کا ارادہ لے کر اٹھے تھے اب دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔غرناطہ اور اس کے مضافات پر ابوعبداللہ کا قبضہ تھا اور مالقہ پر ابوالحسن کی حکومت تھی۔

فرڈی نینڈ کو جس قدر اپنی گذشتہ ناکامیوں کا افسوس تھا اس سے کہیں زیادہ ابو عبداللہ کی بغاوت پر خوشی ہوئی اور وہ ابوالحسن پر آخری ضرب لگانے کی تیاری کرنے

لگا۔

(۶)

دشمن کے ہاتھوں بڑی سے بڑی شکست کے بعد بھی شاید ابوالحسن حوصلہ نہ ہارتا ۔لیکن وہ نا کامی جس کا باعث اس کا اپنا بیٹا تھا اس کے لیے نا قابل برداشت تھی ۔ اسے اپنے حال اور مستقبل سے کوئی دلچسپی نہ رہی ۔اس کا بھائی الزغل اور اس کے دوسرے جاں نثار اسے تسلی دینے کی کوشش کرتے ۔آہستہ آہستہ وہ ملاقات کی خواہش لے کر آنے والوں کو ٹالنے لگا۔تنہائی میں اس کا زیادہ وقت آنسو بہانے میں گزرتا ۔رفتہ رفتہ اس کی بینائی جواب دینے لگی ۔

ایک دن الزغل اور بدر بن مغیرہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے ۔جب الزغل نے اپنے مستقبل کے ارادوں کے متعلق گفتگو شروع کی تو سلطان نے آبدیدہ ہو کر کہا ''میرے بھائی !کوئی اور بات کرو ۔ہم دشمن کے خلاف لڑ سکتے ہیں اپنے مقدر کے خلاف نہیں لڑ سکتے''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا ''مجاہد اپنی تلوار کی نوک کے سے اپنی تقدیر لکھتے ہیں''۔

ابوالحسن نے جواب دیا ''لیکن میری تلوار ٹوٹ چکی ہے''۔

بدر نے کہا '' آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے ۔دنیا کے ہر بڑے انسان کو ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے''۔

''تم ایسے انسانوں کو بڑے آدمیوں کی صف میں گھسیٹو جس کا بیٹا عبداللہ ہو۔ جاؤ مجھے تنہا چھوڑ دو میرے پاس آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ''یہ کہہ کر سلطان نے منہ پھیر لیا ۔بشیر بن حسن دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آہستہ سے کہا۔''

سلطان کی طبیعت ٹھیک نہیں ۔آپ کی باتیں ان کی روحانی اور جسمانی تکالیف میں اضافہ کریں گی ۔ان کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ عبداللہ کو راہ راست پر لایا جائے ۔"

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا "عبداللہ کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے"۔

سلطان نے چونک کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں "کاش اسے کوئی سمجھا سکتا لیکن وہ سمجھنے والوں میں سے نہیں"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا "وہ مجبور ہو جائے گا"۔

"لیکن میں مسلمانوں میں خانہ جنگی نہیں چاہتا"۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔"اگر چند دنوں کے بعد اس نے ہمارے مقابلے میں اپنی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش کی تو مسلمانوں میں خانہ جنگی کی نوبت نہیں آئے گی۔"

اس ملاقات کے بعد الزغل، بدر بن مغیرہ الزیغری اور فوج کے دوسرے افسروں نے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ فوج کو از سر نو منظم کیا جائے ۔

الزغل نے سلطنت کے تمام چیدہ چیدہ سرداروں کے پاس وفد بھیجے ۔بدر بن مغیرہ کے جانباز چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر جہاد کی تبلیغ کرنے لگے۔

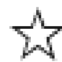
بذات خود بدر بن مغیرہ اپنے پانچ سو جانبازوں کے ساتھ مالقہ سے نکلا اور غرناطہ کے مضافات میں پہنچ کر ابو عبداللہ کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے کی مہم شروع کر دی۔

ابو عبداللہ کی فوج کے سپاہیوں نے اسے کے راستے میں مزاحم ہونے کی کوشش

کی لیکن ان کی پیش نہ گئی۔ چند مقامات پر ابو عبداللہ کے سپاہیوں اور بدر بن مغیرہ کے سواروں کے درمیان معمولی جھڑپیں ہوئی اور بدر بن مغیرہ کے سوار انہیں پسپا کر غرناطہ کی چاردیواری کے پاس چھوڑ گئے۔

چند ہفتوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بدر بن مغیرہ نے غرناطہ کے آس پاس کی بستیوں کے عوام کے تعاون سے غرناطہ کی مکمل ناکہ بندی کر لی۔ کسانوں نے اس کے ساتھ تعاون کیا۔ اور اپنی پیداوار غرناطہ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ شہر میں قحط کے آثار دیکھ کر ابو عبداللہ کے خلاف غرناطہ کے عوام کا دبا ہوا جذبہ آہستہ آہستہ ابھرنے لگا اور ان میں سے بعض غرناطہ سے فرار ہو کر مالقہ کا رخ کرنے لگے۔

ابو عبداللہ نے حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پانچ ہزار سپاہیوں کو سرحدی عقاب کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا لیکن ایک ہفتے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ ان میں سے دو ہزار بدر بن مغیرہ کے ساتھ جا چکے ہیں اور باقی شکست کھانے کے بعد کسانوں کی چند بستیاں جلا کر واپس آ رہے ہیں۔



تارِ عنکبوت

(۱)

بدر بن مغیرہ غرناطہ سے بیس کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ایک شام اس کی فوج کے ایک افسر نے اسے اطلاع دی کہ غرناطہ سے ایک بربری سردار کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہے۔بدر بن مغیرہ نے اسے فوراً اپنے خیمہ میں بلا لیا۔منصور بن احمد بدر بن مغیرہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔

بربری سردار نے خیمے داخل ہو کر ان دونوں سے یکے بعد دیگرے مصافحہ کیا اور ان کے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔"میں غرناطہ سے آیا ہوں"۔

"کہیے!"بدر بن مغیرہ نے کہا۔

بربری سردار نے قدرے تذبذب سے بعد کہا"میں آپ سے تنہائی میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

بدر بن مغیرہ نے منصور بن احمد کی طرف دیکھا اور وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

نو وارد نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور اٹھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف بڑھائے ہوئے کہا۔"مجھے ابو داؤد نے بھیجا ہے۔انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی طرف سے اس خط کا جواب ہسپانیہ کو تباہی سے بچا سکتا ہے"۔

بدر بن مغیرہ نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا اور بربری سردار انتہائی دلچسپی سے اس کے چہرے پر تحریر کے اثرات کا مطالعہ کرنے لگا۔خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے ایک ثانیہ کے لیے بربری سردار کی طرف دیکھا اور پہلے سے زیادہ انہماک کے ساتھ دوبارہ پڑھنے لگا۔

خط کا مضمون یہ تھا:

''ایک ایسے شخص کی طرف سے جو اپنی کوتاہی عمل کے باعث اپنی قوم کے لیے ایک عضو معطل بن چکا ہے......ایک ایسے مجاہد کے نام جس کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی مسلمانان اندلس کا آخری سہارا ہے۔''

آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کون ہوں۔

غرناطہ میں اتنے بڑے انقلاب کے باوجود میری خاموشی کا باعث کسی مصلحت سے زیادہ میری مجبوریاں تھیں۔اب بھی مجھے یقین نہیں کہ میرا خط آپ تک پہنچ جائے گا۔لیکن اگر میں نے قاصد پر اعتماد کرنے میں غلطی نہیں کی اور یہ خط آپ کو مل جائے اور اس سے کوئی خوشگوار نتائج برآمد ہوں تو میں اسے اپنی گزشتہ کوتاہیوں کا کفارہ سمجھوں گا۔اور اگر میرے ایلچی کی غداری یا کسی اور وجہ سے میرا خط غرناطہ کے ملت فروشوں کے ہاتھ لگ گیا تو میں ان لوگوں میں سے ایک ہوں گا جن کی بہترین خواہشیں اور امنگیں گمنامی کی موت کے پردوں میں چھپ جاتی ہیں۔بہر حال میرے بعد اگر ربیعہ ابو عبداللہ کی بری خواہشات کا شکار نہ ہوئی تو وہ آپ کو تمام واقعات بتا سکے گی۔

ابو عبداللہ کی بغاوت کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ کاش میں غرناطہ میں آتا ۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں ایک عقاب کی صحبت میں رہ کر درس زندگی حاصل کرنے کی بجائے ایک ایسے طوطے کو پڑھانے کا بیڑا اٹھایا جو ایک سنہری پنجرے میں بند تھا۔ میں اسے نیلگوں فضاؤں میں پرواز کی لذت سے آشنا کرنا چاہتا تھا لیکن میں خود الحمراء کے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہوں ۔کاش ابو عبداللہ کو انسانیت کی سطح پر لانا میرے بس میں ہوتا ۔

میں حیران ہوں کہ میں صحیح حالات سے اس قدر بے خبر کیوں تھا اور صرف میں ہی نہیں، ابو موسیٰ، الزغل اور سلطان ابوالحسن بھی ان فتنوں سے بے خبر تھے ۔ جو الحمراء کی چاردیواری کے اندر پل رہے تھے ۔غرناطہ کا حکمران ابو عبداللہ نہیں بلکہ وہ سردار اور اکابر ہیں جو ان واقعات سے پہلے فرڈی ننینڈ سے غرناطہ کی قیمت وصول کر چکے تھے ۔ جب ابو عبداللہ نے بغاوت کا اعلان کیا تو الحمراء میں صرف ابو موسیٰ ایک شخص تھا جو ابوالحسن کا وفادار تھا اور وہ اب کسی تاریک کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہے۔

ان حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے،
منافقین کی ایک منظم طاقت جس کا طلسم ابو موسیٰ
جیسے جادو بیان سے بھی نہ ٹوٹ سکا میری طرف
سے معمولی مداخلت بھی برداشت کرنے کے لیے
تیار نہ ہوئی۔ میرے لیے دو ہی راستے تھے ایک یہ
کہ میں بھری محفل میں ابو عبداللہ کے سامنے
بغاوت کا نعرہ بلند کروں اور اس کے عوض زندگی
کے باقی لمحات قید خانے کی تاریک کوٹھڑی میں
گزار دوں۔ دوسرا یہ کہ ایک خاموش تماشائی کی
حیثیت میں کسی ایسے وقت کا منتظر رہوں جب
حالات ابو عبداللہ کو میری باتوں کی طرف متوجہ
ہونے پر مجبور کر دیں۔ میں نے دوسرا راستہ اختیار
کیا۔ آپ اسے میری مصلحت اندیشی سمجھ لیجئے یا
بزدلی کہہ لیجئے بہرحال میرے اس طرز عمل کے
باعث الحمراء کے دروازے میرے لیے اب تک
کھلے ہیں۔ میں ابھی تک ابو عبداللہ کو کوئی صحیح قدم
اٹھانے پر آمادہ نہیں کر سکا۔ لیکن بعض غلط اقدامات
سے روکنے میں میری تدبیریں کئی بار کامیاب ہوئی
ہیں۔ اب چند دن سے میں ابو عبداللہ کے طرز عمل
میں ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں اور اس تبدیلی کا

باعث یہ نہیں کہ اس کے دل میں اندلس کے مستقبل
کے متعلق کوئی خدشہ پیدا ہوا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ
ہے کہ اسے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا ہے۔وہ
خطرات جنہیں وہ غرناطہ سے بہت دور سمجھتا تھا اب
اسے غرناطہ کی چار دیواری کے قریب نظر آ رہے
ہیں۔شہر کی ناکہ بندی اور اہل شہر کی بے چینی سے
وہ سخت پریشان ہے۔اگر فرڈی نینڈ سے فوری امداد
کی امید ہوتی تو وہ شاید اس قدر مضطرب نہ ہوتا۔
لیکن فرڈی نینڈ نے اسے کے پیغام کا یہ جواب دیا
ہے کہ اسے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے
تیاری کی ضرورت ہے۔اس کی پریشانی کا یہ عالم
ہے کہ پہلے میں بڑی کوشش کے بعد اسے ملا کرتا تھا
لیکن اب وہ اپنی تسکین کے لیے مجھے کبھی کبھی آدھی
رات کے وقت بھی بلا بھیجتا ہے اور کبھی میری قیام
گاہ پر خود بھی آ جاتا ہے۔پرسوں ابو عبداللہ نے
آدھی رات کے وقت مجھے بلایا اور غرناطہ کے
حالات پر تشویش ظاہر کی۔میں نے چند باتوں سے
اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کے بعد یہ کہہ دیا
کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اور سلطان کے درمیان
مصالحت ہو جائے۔ابو عبداللہ کے منہ سے بے

اختیار نکل گیا کہ ''کاش یہ ممکن ہوتا ۔اگر میرا والد مجھے معاف بھی کر دے تو میرے چچا کا دل کبھی میری طرف سے صاف نہیں ہو گا۔'' آپ کے متعلق بھی اس نے یہ خدشہ ظاہر کیا کہ آپ اس کے خون کے پیاسے ہیں ۔میں نے اسے کہا کہ اگر سلطان کی طرف سے صلح کے لیے سلسلہ جنبانی ہوتو آپ کیا جواب دیں گے؟ اس نے کہا'' ان حالات میں یہ سوچنا حماقت ہے کہ سلطان میرے ساتھ مصالحت کی خواہش کرے گا۔سرحدی عقاب کی کامیابیوں کے بعد وہ مجھے ایک بے ضرر دشمن خیال کرتے ہوں گے اور وہ میری طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھانے کی بجائے میرے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالنا زیادہ پسند کریں گے''۔

میں نے کہا''اگر میں نے سرحدی عقاب کو سمجھنے میں غلطی نہیں کی تو غرناطہ کے معاملات کے ساتھ اس کی دلچسپی سلطان کے ساتھ دوستی یا آپ کے ساتھ دشمنی کی وجہ سے نہیں ۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نصرانیوں کے مقابلہ متحد اور منظم کرنا چاہتا ہے ۔اگر اسے آپ کی صلاحیتوں کا علم ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ سلطان کو آپ کے حق

میں دست بردار ہونے پر مجبور کر دے"۔

ابو عبداللہ دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اس نے مضطرب ہو کر کہا۔ "لیکن مجھے کیسے یقین آئے کہ سرحدی عقاب میرا ساتھ دے گا اور میرا والد الزغل یا میرے سوتیلے بھائی کو اپنا جانشین بنانے پر مصر نہیں ہو گا"۔

"میں نے اسے جواب دیا کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد نصرانی حکومت کا تختہ الٹنا ہے اور اس مقصد کے لیے وہ غرناطہ میں خانہ جنگی روکنے کے لیے اپنا ہر فیصلہ بدلنے پر آمادہ ہو سکتا ہے"۔

میری ان باتوں سے ابو عبداللہ کو یہ امید ہو گئی ہے کہ آپ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے مصالحت کی کوشش کریں گے وہ اس بات پر آمادہ ہو گیا تھا کہ مصالحت کے لیے ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا جائے لیکن مجھے یہ ڈر تھا کہ وہ تمام سرکردہ لوگ جنہیں مصالحت کی صورت میں اپنی جان کا خدشہ ہے ابو عبداللہ کے ارادوں کی مخالفت کریں گے اور وہ ابو عبداللہ کی جگہ کسی اور بے وقوف کو تخت پر بٹھا دیں گے اس کے علاوہ یہ بھی ہو

سکتا ہے کہ وہ فرڈی نینڈ کو باپ اور بیٹے کی صلح سے
پیدا ہونے والے خطرات سے آگاہ کر کے اسے
فوری مداخلت پر آمادہ کر لیں، اس لیے میں نے
انہیں بےخبر رکھنے کے لیے ابو عبداللہ کو یہ سمجھایا کہ
آپ نے صلح کے لیے وفد بھیجنے میں پہل کی تو ممکن
ہے کہ وہ اسے آپ کی کمزوری سے تعبیر کریں۔ یہ
بھی ممکن ہے کہ آپ کے ساتھیوں میں سے اکثر
سردار سزا سے بچنے کے لیے مصالحت سے پہلے ہی
آپ کا ساتھ چھوڑ کر ان کے ساتھ جا ملیں یا آپ کو
قید کر کے ان کے حوالے کر دیں۔ اس لیے یہ
ضروری ہے کہ سردست کسی پر اپنا ارادہ ظاہر نہ کریں
اور ان کی طرف سے صلح کے ایلچی کا انتظار کریں۔

اور اب ابو عبداللہ صلح کے ایلچی کا انتظار کر رہا
ہے، اور میرا کام یہ ہے کہ میں اسے مایوس نہ ہونے
دوں لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ فرڈی نینڈ کے
زرخرید سردار آپ کی طرف سے صلح کے کسی ایلچی کو
الحمراء کے پاس نہیں پھٹکنے دیں گے اور ابو عبداللہ کا
کوئی قاصد بھی کھلے بندوں آپ تک نہیں پہنچ سکتا
اور مصالحت کی وہ گفتگو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی
جس کا ان ملت فروشوں کو علم ہو۔

اس لیے آپ کو ایک بہت بڑے امتحان میں ڈال رہا ہوں۔ میں نے یہ سوچا ہے کہ اگر آپ رات کے وقت ایک خفیہ راستے سے الحمراء میں داخل ہو جائیں تو میں تنہائی میں آپ کے ساتھ ابو عبداللہ کی ملاقات کا انتظام کر سکتا ہوں۔ اگر میری تجویز کارگر ہو اور آپ پہریداروں کی نظروں سے بچ کر الحمراء میں داخل ہو جائیں تو یہ سمجھ لیجئے کہ آپ نے غرناطہ فتح کر لیا۔ ابو عبداللہ کو صرف یہ یقین دلانے کی ضرورت ہو گی کہ اس کی جان کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے بعد آپ کا ہر اشارہ اس کے لیے ایک حکم کا درجہ رکھے گا۔ یہ ملاقات میرے اپنے مکان کے ایک کمرے میں ہو گی۔ فرض کیجئے ابو عبداللہ آپ کی ان باتوں سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس کی نیت میں فتور رہے تو بھی وہ سرحدی عقاب کے ساتھ ایک کمرے میں بند ہو گا۔ آپ اس سے ہر ایسے حکم پر دستخط کروا سکیں گے جو الحمراء پر قبضہ کرنے کے لیے ضروری ہو گا اور ایسے احکام کی تعمیل کے لئے محل کے چند ایسے مجاہد موجود ہوں گے جنہیں میں ابو الحسن کا وفادار سمجھتا ہوں۔ محل کے وہ ملازم جو ملت فروشوں کے جاسوس ہیں یکے بعد

دیگرے اس کمرے میں بلائے جا سکیں گے اور میری طرف سے ان کے لیے چار قوی ہیکل حبشی جلادوں کا بھی انتظام ہو گا۔

الحمراء پر قبضہ ہو جانے کے بعد غرناطہ آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔ابو عبداللہ آپ کے اشاروں پر ناچے گا ۔ ملت فروش سرداروں کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں محل کے اندر بلایا جائے گا اور ان میں سے نا قابل اصلاح عنصر کو جلادوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔اس کے بعد ابو عبداللہ کی طرف سے فوج کو الحمراء کے دروازے کے سامنے جمع ہونے کی دعوت دی جائے گی اور ابو موسیٰ کو قید سے نکال کر ان کے سامنے تقریر کے لیے بلایا جائے گا۔آپ یہ اندازہ نہیں کر سکتے کہ سپاہیوں کے دلوں میں ابھی تک موسیٰ کے لیے کس قدر محبت ہے۔

اس کے بعد ابو عبداللہ جسے میں ذاتی طور پر قابل معافی نہیں سمجھتا آپ کے رحم و کرم پر ہو گا۔

اب آپ کو فقط یہ بتانا باقی ہے کہ میں نے آپ کے الحمراء میں داخل ہونے کی کیا تجویز سوچی ہے ۔میرا مکان دریا کی طرف الحمراء کے کونے میں ہے ۔آپ اگر اچھے تیراک ہوں تو کشتی کے مدد

کے بغیر دریا عبور کر کے دیوار کے قریب پہنچ سکتے ہیں ۔دیوار کے ساتھ آپ کو ایک بہت بڑا درخت ملے گا جس کا تنا دریا اس قدر جھکا ہوا ہے کہ اس کی شاخیں پانی کو چھوتی ہیں ۔اس درخت سے دائیں طرف کوئی بیس قدم چلنے کے بعد تقریباً چالیس بالشت کی بلندی پر آپ کو میری مکان کا دریچہ نظر آئے گا۔رات کے وقت یہ دریچہ روشن ہو گا۔اس دریچے کے نیچے کھڑے ہو کر اگر آپ دیوار کے ساتھ ٹٹولیں تو آپ کو ایک باریک رسی ملے گی ۔ آپ اس رسی کو کھینچیں گے تو مجھے آپ کی آمد کی اطلاع ہو جائے گی اور میں رسی کی سیڑھی لٹکا دوں گا ۔آپ بآسانی میرے کمرے میں پہنچ جائیں گے ۔ اگر کوئی خطرہ کی بات ہوئی تو رسی کے نچلے سرے کے ساتھ آپ کو کاغذ کا ایک پرزہ بندھا ہوا ملے گا۔ آپ یہ پرزہ اتار کر لوٹ جائیں اور ان ہدایات پر عمل کریں جو اس میں درج ہوں گی۔

میں نے اس کے لیے چہار شنبہ کی رات تجویز کی ہے ۔اگر اس چہار شنبہ کو آپ نہ آسکیں تو اگلے چہار شنبہ کی رات آ جائیں لیکن یہ چہار شنبہ اس لیے بہتر ہے کہ رات اندھیری ہو گی اور قرائن

سے معلوم ہوتا ہے کہ بادلوں کا زور چند دن تک اور رہے گا۔

اگر میں دریچے کے سامنے آپ کے استقبال کے لیے موجود نہ ہوا تو یہ سمجھئے کہ میں عبداللہ کے ساتھ کسی دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوں لیکن میری عدم موجودگی میں ربیعہ آپ کی رہنمائی کرے گی ۔ چہار شنبہ کی رات ابو عبداللہ میرے ہاں مدعو ہو گا۔آپ اس بات پر حیران نہ ہوں۔ جب سے ابو عبداللہ نے ربیعہ کو دیکھا ہے وہ مختلف بہانوں سے میرے ہاں چلا آتا ہے۔کل اس نے در پردہ ربیعہ کو شادی کا پیغام بھیجنے کی حماقت کی تھی ۔ربیعہ پیغام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لیے تیار ہو گئی تھی لیکن اینجلا کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔میرے سامنے ابو عبداللہ اپنی خواہشات کی ترجمانی کے لیے اشاروں پر اکتفا کرتا ہے۔ان حالات میں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں زیادہ دیر الحمراء میں نہیں ٹھہر سکوں گا۔

میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلایا جا سکتا۔الحمراء

کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور
موت کے درمیان ایک نہایت تنگ و تاریک
راستے پر ہوگا۔اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے
سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے۔ممکن ہے کہ آپ
رات کے وقت الحمراء میں ایک چور دروازے سے
داخل ہوں اور صبح کے وقت آپ کے ساتھیوں کے
لیے غرناطہ کے تمام دروازے کھل جائیں اور یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ میں بھی کسی ایسے
تاریک گوشے میں پھینک دیا جاؤں جہاں سے
دوبارہ نکلنا نصیب نہ ہو اور ہمارے ساتھ غرناطہ کا
مستقبل بھی دفن ہو جائے۔میرا ایلچی اگر آپ کے
پاس یہ طویل مراسلہ پہنچا دے تو یہ ضروری ہے کہ
جب تک یہ کام پورا نہ ہو جائے آپ اسے غرناطہ نہ
بھیجیں اور آپ کے آدمی اسے ایک معزز مہمان کی
حیثیت میں اپنے پاس رکھیں۔ مجھے اس کی نیک
نیتی پر بھروسہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔فرڈی
عینڈ کے جاسوس آپ کو پکڑوانے والے آدمی کو
سونے میں تولنے کے تیار ہوں گے''

''ابو داؤد''

دوبارہ خط پڑھنے کے بعد بدر بن مغیرہ کمرے میں ایلچی کی موجودگی کا احساس

کیے بغیر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ خط کے الفاظ مختلف معانی کے ساتھ اس کے ذہن میں گھوم رہے تھے۔ وہ تصویر میں الحمراء کی چاردیواری دیکھ رہا تھا۔ اندھیری رات میں ایک دریچے سے داخل ہونے کے بعد وہ ربیعہ کے سامنے کھڑا تھا اور محبت کے آنسوؤں میں بھیگی ہوئی مسکراہٹیں اس کا خیر مقدم کر رہی تھیں۔ ''ربیعہ! ربیعہ'' اس نے اپنے دل میں لطیف اور خوشگوار دھڑکنیں محسوس کیں۔ ''اسے ابوعبداللہ کے ناپاک ارادوں سے خدشہ ہے'' اس کا خون کھولنے لگا اور ''وہ عبداللہ کی طرف سے شادی کا پیغام لانے والی لونڈی کے بال نوچنے کے لیے تیار تھی!'' وہ مسکرا رہا تھا۔

لیکن تھوڑی دیر بعد یہ لطیف جذبات بلند منصوبوں میں دب کر رہ گئے۔ وہ اپنی مہم کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ الحمراء میں ابو داؤد کی موجودگی کے باوجود ابوعبداللہ کی بغاوت سے اس کے دل میں ابو داؤد کے متعلق جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ اس خط پڑھنے کے بعد دور ہو چکے تھے...... ''میں آپ کو ایک خطرناک مہم پر بلا رہا ہوں اور کامیابی کا پورا یقین بھی نہیں دلا سکتا۔ الحمراء کے قریب پہنچنے کے بعد آپ کا ہر قدم زندگی اور موت کے درمیان ایک تنگ و تاریک راستے پر ہوگا اس لیے میری ہدایات پر عمل کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیجئے''۔ ابو داؤد کے یہ الفاظ اس کے کانوں گونجنے لگے۔

''میں ضرور جاؤں گا''۔ اس کا آخر فیصلہ تھا۔

(۲)

رات کے وقت موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ ابو داؤد اپنے مکان کے اس کمرے میں جس کا دریچہ دریا کی طرف کھلتا تھا۔ بے قراری کے ساتھ ٹہل رہا تھا۔ ایک حبشی غلام کمرے میں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کمرے کی دیوار کے ایک گھنٹی

لٹک رہی تھی ۔ابو داؤد مایوس سا ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔وہ شاید آج نہ آئے ۔اس نے حبشی غلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حبشی نے جواب دیا ''ایسے طوفانوں میں دریا عبور کرنا آسان نہیں''۔

تھوڑی دیر دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔اچانک دیوار کی گھنٹی کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کو جنبش ہوئی اور گھنٹی بجنے لگی۔

ابو داؤد نے کہا ''وہ آ گیا''۔

غلام نے جلدی سے اٹھ کر رسیوں کی سیڑھی نیچے لٹکا دی اور تھوڑی دیر بعد سیڑھی کے نچلے سر پر بوجھ محسوس کرتے ہوئے بولا۔ ''وہ اوپر چڑھ رہا ہے۔'' چند لمحات اور گزر جانے کے بعد وہ بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ اب وہ نصف سے زیادہ بلند پر آ گیا ہو گا اگر اب رسی کاٹ دی جائے وہم سے کسی اور طریقہ سے قتل کرنے کی تکلیف سے بچ جائیں گے''۔

''آہستہ بولو۔وہ ہم سے زیادہ ہوشیار ہے۔اس نے خود اوپر آنے سے پہلے کسی اور کو اوپر بھیجا ہو گا''۔

حبشی نے دبی ہوئی آواز میں کہا ''تاہم جب وہ قریب آ جائے گا تو آپ اس کی آواز سے اسے پہچان سکیں گے اور میری تلوار آپ کے اشارے کی منتظر رہے گی''

۔

ابو داؤد نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور دریچے سے سر نکال کر باہر جھانکنے لگا۔بجلی چمکی اور اسے چند گز کے فاصلے پر ایک نقاب پوش سیڑھی چڑھتا ہوا دکھائی دیا۔

اس نے آہستہ سے کہا ''خدا کا شکر ہے کہ آپ آ گئے''۔

نقاب پوش نے اس کی بات کوئی جواب نہ دیا۔ابوداؤد نے قدرے تامل کے بعد پھر''آپ تنہا ہیں نیچے کوئی اور بھی ہے؟''

نقاب پوش نے آخری دو تین قدم جلدی جلدی اٹھانے کے بعد دریچے میں اندر داخل ہو کر اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔''تاریکی میں مجھے محل کا یہ کونا تلاش کرتے ہوئے دیر ہوگئی۔دریا کا پانی بہت تیز تھا''۔

ابوداؤد نے کہا۔''آپ سردی سے آئے ہیں۔چلئے دوسرے کمرے میں کپڑے بدل لیجئے۔''

بدر بن مغیرہ نے نقاب اتارتے ہوئے کہا۔''میں ایسے موسم میں پھرنے کا عادی ہوں''۔

ابوداؤد نے کہا''مجھے یقین تھا کہ آپ ضرور آئیں گے''۔

''آپ نے مجھے فرض کی طرف بلایا تھا''۔

''آیئے یہاں کھڑا رہنا مناسب نہیں''۔

بدر بن مغیرہ ابوداؤد کے ساتھ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا جو نہایت قیمتی قالینوں اور کرسیوں سے مزین تھا۔ابوداؤد نے بدر بن مغیرہ کو ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا''ابوعبداللہ اوپر کے کمرے میرے نوکر کے ساتھ شطرنج کھیل رہا ہے۔آپ بہت دیر سے پہنچے لیکن یہ خوش قسمتی ہے کہ شطرنج کے شوق نے اسے گھر جانے سے روک رکھا ہے۔وہ نوکر قابل اعتماد نہیں لیکن اس میں یہ خوبی ہے کہ وہ ابوعبداللہ کو صبح تک شطرنج میں مصروف رکھ سکتا ہے۔محل سرا والوں کو یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ وہ شطرنج کھیلنے میں مصروف ہے اس لیے اگر وہ صبح تک بھی یہاں بیٹھا رہے تو کوئی اسے بلانے نہیں آئے گا۔آپ یہاں بیٹھیں میں کسی بہانے اس نوکر سے نجات

حاصل کرنے کے بعد آپ کو اوپر بلا لوں گا۔اور اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔آپ کے برابر والے کمرے میں وہ چار حبشی جلاد موجود ہیں جنہیں بروقت بلایا جا سکتا ہے۔میں جاتا ہوں۔آپ اطمینان سے بیٹھیں یہاں کوئی خطرہ نہیں"۔

(۳)

ابو داؤد کمرے سے باہر نکل گیا اور بدر بن مغیرہ کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ اچانک اسے ایک طرف سے کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔اس نے مڑ کر دیکھا اور اضطراری حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ربیعہ اس کے سامنے کھڑی تھی اور مبہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ربیعہ!اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

اور وہ سہمی ہوئی آواز میں بولی،"آپ.....آپ یہاں کیوں آئے؟"

بدر بن مغیرہ اس کی پریشانی کی وجہ نہ سمجھ سکا۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔" کیا آپ کو میرا یہاں آنا ناگوار گزرا ہے؟"

وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھی اور بولی۔"میں ہر رات ایسے خواب کی تمنا کیا کرتی تھی لیکن کاش یہ ایک خواب ہوتا مگر یہ کسی ناخوشگوار خواب کی تعبیر ہے...... ایک ہولناک تعبیر.....آپ یہاں سے نکل جائیے،خدا کے لیے"۔

بدر بن مغیرہ نے پریشانی کے باوجود مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔" یہاں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔تمہیں شاید معلوم ہیں کہ میں تمہارے باپ کی دعوت پر یہاں آیا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں""انجلا نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے۔آپ ایک خطرناک

سازش کا شکار ہو چکے ہیں۔ ابھی وقت ہے خدا کے لیے جلدی کیجئے!

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ''کیا ابو عبداللہ اس وقت اوپر کے کمرے میں نہیں''۔

''یہ سب جھوٹ ہے۔ میں دوسرے کمرے میں دروازے کے ساتھ لگ کر ساری باتیں سن چکی ہوں۔ اگر اس کمرے کے درروازے اندر سے بند نہ ہوتے تو میں جان پر کھیل کر بھی آپ کو خطرے سے آگاہ کر دیتی''۔

''لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ تمہارا باپ......''

''آپ میرے باپ کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔ آپ کو یاد نہیں جب ہم آپ کے پاس سرحدی قلعے میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ نصرانیوں نے آپ پر حملہ کر دیا ہے''۔

''مجھے یاد ہے''

''وہ میرا خواب نہیں تھا۔ مجھے اپنے باپ کی سازش کا علم ہو چکا تھا اور اب انجلا نے مجھے اس سازش سے باخبر کیا ہے۔''

بدر بن مغیرہ نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ ''اگر یہ سازش ہے تو اس قدر مکمل ہوگی کہ اب بھاگنے کی کوشش بے سود ہے۔ وہاں سے رسیوں کی سیڑھی ہی غائب نہیں ہوگی بلکہ چاردیواری کے نیچے ان کے آدمی پہنچ چکے ہوں گے۔ لیکن ربیعہ! قدرت کو اگر مجھ سے کوئی کام لینا مقصود ہے تو کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا''۔

''وہ آپ کے خون کے پیاسے ہیں''۔ ربیعہ نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔

''مردہ قومیں شہیدوں کے خون کے بغیر زندہ نہیں ہوا کرتیں۔ لیکن ربیعہ اب

شاید بہت تھوڑا وقت باقی ہو۔ میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔"

دور سے چند آدمیوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ ربیعہ نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔ "بہت کچھ کہنے کا وقت نہیں۔ صرف اتنا کہہ دیجئے کہ "ربیعہ تم میری ہو اور میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ نہیں نہیں مجھے جدا نہ کیجئے انہیں دیکھ لینے دیجئے۔ وہ شاید ابو عبداللہ کو ساتھ لے کر آ رہے ہیں۔ ابو عبداللہ کو دیکھ لینے دیجئے کہ وہ جس کے لیے میں نے غرناطہ کی ملکہ کا تاج ٹھکرایا ہے کون ہے۔ بدر! میرے بدر! میرے آقا اگر یہ وقت نہ آتا تو میں شاید عمر بھر تمہیں یہ بتانے کی جرأت نہ کرتی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ زندہ رہنے کی تمنا کرنا میرے تخیل سے بلند تھا لیکن موت میں تمہارا ساتھ دینے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا"۔

"ربیعہ! میں تمہیں اپنی زندگی سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ خدا کے لیے جاؤ وہ آ رہے ہیں۔ تمہیں یہاں دیکھ کر وہ کیا کہیں گے"۔

"وہ یہ کہیں گے کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور میں ان سے یہ کہوں گی کہ اندلس میں بدر بن مغیرہ کے سوا وہ کون ہے جس کی تلوار ہسپانیہ کی مظلوم اور بے کس لڑکیوں کی عصمت کی حفاظت کے لیے بلند ہوئی ہے...... وہ کون جس کی نگاہ میں فرشتوں کی سی پاکیزگی ہے"۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ابو داؤد اور عبداللہ کے ساتھ آٹھ دس آدمی نیزے تانے اندر داخل ہوئے۔ ربیعہ کو وہاں دیکھ کر ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا۔ "ربیعہ! تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔ جاؤ اپنے کمرے میں۔"

ربیعہ ایک قدم آگے بڑھی اور اپنے باپ کی طرف غصے سے کانپتی ہوئی آواز

میں بولی۔ ''کہیے آپ نے ان کے کیا سزا تجویز کی ہے۔ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں اگر یہ غرناطہ کے متعلق نیک خواہشات رکھنے کے مجرم ہیں تو میں بھی مجرم ہوں''۔

ابو داؤد نے کھسیانہ ہو کر کہا۔ ''ربیعہ کو کبھی کبھی دماغی بیماری کا دورہ پڑا کرتا ہے ۔ہوش میں آنے کے بعد اسے یاد بھی نہیں ہوگا کہ یہ جنون کی حالت میں کیا کچھ کہہ چکی ہے''۔

ربیعہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ابو داؤد نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ لیا اور کھینچتا ہوا دوسرے کمرے میں لے گیا۔

ابو عبداللہ کچھ دیر پریشانی کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے سپاہیوں کی طرف اشارہ کیا اور وہ نیزے تان کر نصف دائرے کی شکل میں اس کی طرف بڑھنے لگے۔ بدر بن مغیرہ نے جلدی سے اپنی تلوار نکالی اور اسے عبداللہ کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ ''ایک آدمی کو گرفتار کرنے کے لیے آپ کو اتنے آدمی لانے کی ضرورت نہ تھی''۔

ابو عبداللہ کے اشارے پر ایک سپاہی نے ایک تلوار اٹھالی اور وہ مطمئن ہو کر آگے بڑھا اور بولا۔ ''مجھے امید نہ تھی کہ تم الحمراء میں داخل ہونے کے لیے اس قدر احمقانہ جرأت کا مظاہرہ کرو گے''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''اگر قصر الحمراء میں عقل سے مراد فریب، دھوکا اور بزدلی ہے تو مجھے اپنی حماقت کا افسوس نہیں ہونا چاہیے''۔

ابو عبداللہ نے لاجواب سا ہو کر کہا۔ ''میرے خیال میں ایسی باتیں کرنے کے لیے یہ جگہ موزوں نہیں ۔محل کے ایک کمرہ میں جو تمہاری شان کے شایان ہے بہت

سے لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی بھلائی کے لیے میرے سپاہیوں کے حکم کی تعمیل کرو گے''۔

ابو عبداللہ باہر نکل گیا اور سپاہیوں نے بدر بن مغیرہ کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا۔ ایک سپاہی ہتھکڑیاں لے کر آگے بڑھا اور بدر بن مغیرہ نے کسی تذبذب کے بغیر اپنے ہاتھ آگے کر دیئے۔

بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی کڑی نگرانی اور قندیلوں کی روشنی میں مختلف برآمدوں میں سے گزرتا ہوا دارالاسود میں داخل ہوا۔ راستے میں ہر قدم پر چمکتی ہوئی تلواروں کا پہرہ دیکھ کر اس نے محسوس کیا کہ بھاگنے کی کوشش نہ کرنے کے متعلق اس کا فیصلہ صحیح تھا۔

(۴)

''مجھے چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو''۔ ربیعہ نے ابو داؤد کی آہنی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ابو داؤد نے اسے دھکا دے کر بستر پر پھینکتے ہوئے کہا۔ ''پگلی لڑکی اگر تمہیں اپنی عزت کا خیال نہیں تو میرے سفید بالوں کا ہی لحاظ کرو۔ تم نے مجھے اس قابل نہیں چھوڑا کہ میں غرناطہ کے ذلیل ترین آدمی کے سامنے بھی آنکھ اٹھا سکوں''۔

ربیعہ نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بے اختیار اس کے پاؤں پر گرتے ہوئے چلائی۔ ''خدا کے لیے اس کی جان بچایئے۔ اگر میرے لیے نہیں تو غرناطہ کے لیے۔ اپنی بیٹی کے لیے نہیں تو اندلس کی لاکھوں مظلوم بیٹیوں کے لیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کبھی اس کا نام نہ لوں گی ورنہ میں آگ میں جل جاؤں گی۔ الحمراء کے سب سے اونچے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگا

دوں گی۔''

ابوداؤد اپنے سینے پر پتھر کا دل رکھتا تھا لیکن اس میں انسانیت کی ایک چنگاری روشن تھی۔ اور وہ ارادوں کے باوجود اس چنگاری کو مسل نہ سکا۔ اس کے دل میں انسانیت کے لطیف نغمے پیدا کرنے والے تمام تار ٹوٹ چکے تھے لیکن ایک تار ابھی تک باقی تھا۔ وہ تار جس میں ربیعہ کے آنسو ارتعاش پیدا کر سکتے تھے۔ دنیا کے لیے وہ سفاک انسان تھا۔ ایک ایسا بے رحم انسان تھا جو اپنی معمولی سی خواہش کی تکمیل کے لیے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر ہزاروں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا۔ لیکن ربیعہ کے لیے وہ ایک باپ تھا۔ اپنی تمام بری خصلتوں کے باوجود وہ اپنے دل میں انسانیت کی اس سلگتی ہوئی چنگاری کو مسل نہ سکا جسے ربیعہ کی معصوم مسکراہٹوں نے روشن کیا تھا۔

ابوداؤد نے ربیعہ کو دوبارہ دھکا دینے کے ہاتھ اٹھائے لیکن وہ شفقت پدری کے ان سنہری تاروں میں الجھ کر رہ گئے جنہیں توڑ ڈالنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ ربیعہ کے آنسو اس پاؤں پر گرے۔ اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن وہ اس کی ٹانگوں سے بری طرح چمٹی ہوئی تھی۔ اس نے نیچے جھک کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیئے۔ اور پھر اسے بازوؤں سے پکڑ کر اوپر اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔

باپ اور بیٹی ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے ابوداؤد نے محسوس کیا کہ ربیعہ کی آنکھوں میں چھلکتے آنسوؤں کے سامنے اس کی زندگی کی ہر خواہش بے حقیقت ہے۔ اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ ''ربیعہ! کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس کے لیے تمہاری دیوانگی اس حد تک پہنچ چکی ہے۔ میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا لیکن......''

ربیعہ نے سراپا التجا بن کر کہا۔ ''ابا جان! آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کی موت غرناطہ کی تباہی کا پیش خیمہ ہوگی''۔

''مجھے غرناطہ کی پروا نہیں۔ میں فقط تمہارے آنسوؤں کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔''

ابوداؤد یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ایک الماری کھول کر اس نے ایک شیشی نکالی اور دوا کے چند قطرے ایک پیالی میں ڈال کر ربیعہ کے پاس آ کھڑا ہوا اور بولا ''لو یہ پی لو لیٹ جاؤ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں''۔

ربیعہ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے پیالی ہاتھ میں لے کر باپ کی طرف دیکھا اور کہا۔ اگر اس کے لیے بھی آپ نے اسی قسم کا زہر تجویز کیا ہے تو میں اسے خوشی کے ساتھ قبول کرتی ہوں لیکن کاش آپ اپنے مجروح احساسات کی تسکین کے لیے میری موت کافی سمجھتے اور اندلس کے مسلمانوں سے ان کا آخری سہارا نہ چھینتے۔''

ربیعہ نے پیالی اپنے ہونٹوں کے قریب لے جا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اچانک ساتھ والے کمرے سے انجلا نمودار ہوئی اور اس نے چلا کر کہا۔ ''ربیعہ خدا کے لیے اسے مت پینا''۔ اس نے بھاگ کر ربیعہ کے ہاتھ سے پیالی چھیننے کی کوشش کی لیکن ربیعہ نے فوراً ایک گھونٹ پینے کے بعد پیالی فرش پر پھینک دی۔ ابو داؤد کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ انجلا مبہوت اپنی سوتیلی بہن کی طرف دیکھ رہی تھی اور ربیعہ ایک فاتحانہ انداز میں ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''ربیعہ! تم نے کیا کیا؟ انجلا یہ کہہ کر اس کے ساتھ لپٹ گئی اور اپنے باپ کی طرف دیکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔ اس زہر کی ایک پیالی مجھے بھی لا دیجیے۔ ہم دونوں نے ایک ہی سانپ کے گھر میں جنم لیا ہے، ہمارا انجام بھی ایک ہی جیسا ہونا

چاہیے۔“

”تم دونوں پاگل ہوگئی ہو۔ میں نے ربیعہ کو خواب آور دوائی دی ہے جب تک میری کوششوں کا کوئی خوشگوار نتیجہ نہیں نکلتا ربیعہ کا ہوش میں رہنا اس کے لیے تکلیف دہ ہوگا۔“ یہ کہتے ہوئے ابوداؤد نے ربیعہ کو بازو سے پکڑ کر بستر پر بٹھا دیا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ابھی وہ دس قدم سے زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ انجلا نے بھاگ کر پیچھے سے اس کا دامن پکڑ لیا اور اور کہا” ابا جان! اسے ضرور بچایئے۔ ربیعہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہے گی“۔

ابوداؤد نے مغموم لہجے میں کہا۔” انجلا میں اپنے ہاتھ سے بکھیرے ہوئے کانٹے سمیٹنے جا رہا ہوں۔ ڈر ہے کہ حصول مقصد کی بجائے میرے اپنے ہاتھ زخمی نہ ہو جائیں۔ جب تک ربیعہ کو نیند نہ آ جائے تم سے تسلی دیتی رہو کہ وہ بچ جائے گا“۔

”لیکن میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ اسے بچانے کے لیے اپنی تمام طاقت صرف کر دیں گے“۔

ابوداؤد نے بگڑ کر کہا۔” انجلا جاؤ، مجھے پریشان نہ کرو۔ تم ربیعہ کی بہن ہو لیکن میں اس کا باپ ہوں“۔

انجلا ربیعہ کے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہی تھی ۔”کاش! تم ایک باپ ہوتے“۔

وہ ربیعہ کے بستر پر اس کے ساتھ لپٹ کی بیٹھی گئی۔ ربیعہ کی آنکھوں پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ اس نے اونگھتے اونگھتے اپنا سر انجلا کی گود میں رکھ دیا اور بولی ۔” انجلا! اگر انہیں بچانے کی کوئی امید ہوتی تو مجھے بے ہوشی کی دوا نہ دی جاتی“۔

انجلا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔” مجھے یقین ہے کہ وہ سرحدی عقاب

کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے کئی مرتبہ سوچیں گے۔ابو عبداللہ کو یقیناً اس بات کا احساس ہوگا کہ اس کے سپاہی غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔"

"اگر ابو عبداللہ کو یہ احساس ہوتا تو وہ اپنے باپ کے خلاف بغاوت ہی کیوں کرتا۔اسے یہ معلوم ہے کہ وہ بدترین اذیتیں برداشت کرنے کے باوجود بھی غرناطہ کو تاخت و تاراج کرنا گوارا نہیں کریں گے"۔

"لیکن غرناطہ کے عوام سرحدی عقاب کے نام پر جان دیتے ہیں۔وہ معمولی سی سختی بھی برداشت نہیں کریں گے"۔

ربیعہ نے کہا۔"تم نادان ہو۔عوام کی نگاہوں کے سامنے الحمراء کی بلند دیواریں حائل ہیں۔الحمراء کے راز الحمراء میں ہی دفن رہیں گے۔"

"تاہم مجھے یقین ہے کہ امراء اپنی جان کے خوف سے سرحدی عقاب کے خلاف ابو عبداللہ کے برے ارادوں کی مخالفت کریں گے"۔

"نہیں بلکہ زیادہ احتمال اس بات کا ہے کہ ابو عبداللہ اپنی جان کے خوف سے ان ملت فروشوں کی خواہشات کی تکمیل کرے گا جو فرڈی نینڈ کے ساتھ غرناطہ کا سودا کر چکے ہیں۔فرڈی نینڈ کو غرناطہ پر حملہ آور ہونے سے اگر کوئی بات روکے ہوئے ہے تو وہ سرحدی عقاب کا خوف ہے۔اس کے قتل کے بعد غداروں کو اس بات کا اطمینان ہوگا کہ انہیں اس کے ساتھیوں کے انتقام سے بچانے کے لیے فرڈی نینڈ کی فوجیں پہنچ جائیں گی"۔

اینجلا نے مایوس ہو کر کہا۔"ربیعہ! ابا جان یقیناً اسے بچالیں گے لیکن فرض کرو ان کی کوشش بھی کامیاب نہیں ہوتی تو ہمیں کرنا چاہیے"۔

ربیعہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی۔"

انجلا میں مایوس نہیں، میں ایک ایسی ذات پر ایمان رکھتی ہوں جس نے ابراہیم کو آگ سے نکالا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اس وقت حرم سرا تک پہنچ سکیں۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ملکہ ابوعبداللہ کی کی بیوی ہماری مدد کریں گی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ ان کی قدر کرتی ہیں۔ میں حیران ہوں کہ میں نے پہلے یہ کیوں نہ سوچا''۔

انجلا نے کہا۔ ''محل سرا کا پھاٹک اس وقت بند ہوگا لیکن چونکہ ابوعبداللہ اس وقت اپنے دربار میں ہے اس لیے پہریدار اور خواجہ سرا اس کے انتظار میں جاگ رہے ہوں گے۔ میرا ہار بند دروازوں کو کھلوانے کے لیے کافی ہوگا اور الحمراء میں سرحدی عقاب کے داخل ہونے کی خبر ایسی نہیں کہ ملکہ اور چھوٹی بیگم بے وقت جگائے جانے پر برہم ہوں۔ چلو! یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ امی جان گہری نیند میں خراٹے لے رہی ہیں''۔

ربیعہ نے بستر سے اٹھ کر انجلا کے ساتھ دو تین قدم اٹھائے لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ وہ ڈگمگا کر گرنے کو تھی کہ انجلا نے اسے سہارا دے کر بستر پر لٹا دیا اور بولی۔

''تم پر دوا کا اثر ہو چکا ہے۔ میں جاتی ہوں۔ تم میری کامیابی کے لیے دعا کرو''۔

ربیعہ نے نیم خوابی کی حالت میں اپنا ہار اتار کر انجلا کی بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھی لے جاؤ''۔



مجاہد اور غدار

(۱)

ابوداؤد مختلف خیالات کی کش مکش میں الحمراء کے اس ایوان کی طرف جا رہا تھا جہاں اس کے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ اور اس ساتھ ہی غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔

وہ راستے میں چلتے چلتے رک جاتا اور کسی فیصلہ پر پہنچے بغیر آگے چل دیتا۔ زندگی میں پہلی بار وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس کی قوت برداشت جواب دے چکی ہے ۔ایک ساعت قبل وہ اپنے عروج کی آخری بلند تک پہنچنے کے لیے تمام راستے صاف کر چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو دام فریب میں لانا اس کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اس کے عوض میں وہ فرڈی نینڈ سے بڑے سے بڑا انعام مانگ سکتا تھا۔ وہ اس کی فوج کے لے غرناطہ کا راستہ صاف کر چکا تھا۔ جب چند دن قبل اس نے ابوعبداللہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ میں عنقریب سرحدی عقاب کو پابہ زنجیر آپ کے سامنے پیش کر دوں گا تو اس نے یہ کہا تھا کہ مجھے اگر آپ ہوا میں اڑ کر بھی دکھائیں تو مجھے بھی اس وعدے پر یقین نہیں آئے گا لیکن آج اس نے ابوعبداللہ اور اس کے تمام ساتھیوں کو اپنی عظمت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ آج سے ایسے یقین تھا کہ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں ہوں گے اور غرناطہ کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے متعلق اس کے خوابوں کی تعبیر کا وقت آچکا ہے۔ ابوعبداللہ اس کی بساط سیاست کا ایک ایسا مہرہ تھا جسے وہ ضرورت کے وقت اپنی جگہ سے ہٹا سکتا تھا۔ اسے مالقہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دے کر وہ فرڈی نینڈ کو کھلے دروازوں غرناطہ میں داخل ہونے کا موقع دے سکتا تھا۔

لیکن ربیعہ کا خیال آتے ہی وہ خیالات کی ایک اور رو میں بہنے لگا۔ کیا میری تمام کوششیں ربیعہ اور انجلا کو دنیا بھر میں معزز ترین خواتین بنانے کے لیے نہیں؟ ربیعہ پگلی اس کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ کیا وہ اس کی موت کا صدمہ برداشت کر سکے گی؟ کیا ربیعہ کو ہمیشہ کے لیے مغموم بنا کر میں غرناطہ کا سلطان بننے کے باوجود بھی خوش رہ سکوں گا......؟ کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ سرحدی عقاب کی جان بچائی جا سکے؟ کوئی ایسی صورت جس سے میرا مستقبل خطرے میں پڑے؟''

اس کے دماغ میں ان سوالات کا جواب ''نہیں'' کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آج رات بدر بن مغیرہ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ اپنی امیدوں کے تمام قلعے مسمار کیے بغیر اس کی حمایت میں کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ اس نے سوچا اگر میں اسے بچانے کی کوشش میں کامیاب بھی ہو جاؤں تو بھی میرے لیے اس کے دل میں جو نفرت پیدا ہو چکی ہے وہ دور نہیں ہو سکی گی۔ وہ ربیعہ کا خاوند بن کر بھی میری ہر خواہش کی مخالفت کرے گا۔ وہ میرے راستے میں ایک ایسی چٹان ہو گا جسے توڑے بغیر میں آگے نہیں بڑھ سکوں گا۔ ربیعہ اس کی رفیقہ حیات بن کر مجھ سے روز بروز دور ہوتی جائے گی اور ہمارے درمیان ایک ایسی خلیج حائل ہو جائے گی جسے پاٹنا ممکن ہو گا۔ ربیعہ کو خوش کرنے کے لیے اس کی جان بچانے کے بعد میرے لیے ایک ہی راستہ ہو گا اور وہ یہ کہ میں اپنی زندگی کی تمام خواہشات سے دست بردار ہو کر کہیں روپوش ہو جاؤں۔ نہیں، نہیں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔ آخر میں ربیعہ کے متعلق اس قدر پریشان کیوں ہوں؟ اسے چند دن کے لیے صدمہ ہو گا میں اسے سمجھا سکوں گا۔ جب ہسپانیہ میں فرڈی نینڈ کے سوا کوئی میرا مدمقابل نہ ہو گا، جب سلاطین اور بادشاہ میرے دستر خوان پر بیٹھنے میں فخر محسوس کریں گے اور جب ربیعہ کسی بادشاہ کی ملکہ کی

حیثیت میں تخت پر رونق افروز ہوگی تو وہ یقیناً محسوس کرے گی کہ اس کا باپ اس کا دشمن نہ تھا۔

(۲)

دربار کے تمام دروازوں پر پہرے دار کھڑے تھے۔محل کے داروغہ نے ابو داؤد کا خیر مقدم کیا اور اس کے لیے دروازہ کھول دیا۔ابو داؤد کو دیکھتے ہی حاضرین دربار تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔وہ ہاتھ کے اشارے سے ان کے خیر مقدم کا جواب دیتا ہوا آگے بڑھا اور تخت کے قریب پہنچ کر ابو عبداللہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

امرا کی کرسیوں کی دو قطاروں کے درمیان تخت کے سامنے بدر بن مغیرہ کھڑا تھا۔اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور اس کا چہرہ غصے تمتما رہا تھا۔

دبی زبان میں اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار سے سوال کرنے پر ابو داؤد کو معلوم ہوا کہ وہ اپنا بیان ختم کر چکا ہے۔سردار نے اسے یہ بھی بتایا کہ اس کے الفاظ ہر شخص کے لیے ناقابل برداشت تھے۔وہ ابو عبداللہ کے متعلق یہ کہہ چکا تھا کہ تم بد طینت بھی ہو اور بے وقوف بھی اور دونوں صورتوں میں میں تمہیں قابل رحم سمجھتا ہوں۔

کچھ دیر دربار میں امراء اور علماء ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہے اور ابو عبداللہ غصہ، حیرت، پریشانی اور تذبذب کی حالت میں بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھتا رہا۔بالآخر وہ بولا۔"ہم تمہیں ایک بار پھر موقع دیتے ہیں کہ گر تم ہماری حکمرانی تسلیم کر لو تو تمہیں کچھ عرصہ نظر بند رکھنے کے بعد رہا کر دیا جائے گا"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔"میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔میں بزدلوں

سے زندگی کی بھیک نہیں مانگتا۔ میں اس شخص کی حکومت تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں جو اللہ کا باغی ہے، جو قوم کا غدار ہے، جو اپنے باپ کا دشمن ہے۔" بدر بن مغیرہ کی نگاہ ابوداؤد پر پڑی اور اس نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا:

"ابو عبداللہ! تم نے اپنی آستین میں سانپ پال رکھے ہیں اور......تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ صرف تمہارے دشمنوں کو ڈستے رہیں گے لیکن تم سانپوں کی فطرت سے واقف نہیں۔ وہ کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ جنگ کا مجرم ہوں لیکن مجھے قسم ہے اس تلوار کی جو بارہا دشمنانِ اسلام کے خون میں نہا چکی ہے کہ اگر میرے دل میں تمہارے ساتھ لڑنے کی خواہش ہوتی تو الحمراء کی دیواریں میرے سپاہیوں کا راستہ نہ روک سکتی تھیں۔ میں تمہیں مختلف حیلوں سے راہ راست پر لانا چاہتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے ایک ساتھی کی دعوت پر تمہارے محل میں اکیلا چلا آیا ہوں۔ تم میرے متعلق جو فیصلہ چاہو صادر کر سکتے ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کوئی مجرم ہوں اور تمہیں اپنا قاضی تسلیم کرتا ہوں۔ میں نے تمہارے باپ کو بھی اس لیے اپنا امیر تسلیم نہیں کیا تھا کہ وہ غرناطہ کا سلطان ہے اور وہ سنگ

مرمر کی عمارتوں میں زرنگار کرسیوں پر بیٹھتا ہے
بلکہ اس لیے کہ اس نے اسلام کے بدترین دشمنوں
کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا اور تم تو فرڈی نینڈ کے
ہاتھ میں ایک کھلونا ہو۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال
کیسے پیدا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں
گا"۔

ابو داؤد نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے سردار کے کان میں کچھ کہا اور وہ اٹھ کر بولا۔ "سلطان معظم اب تک مجرم جو کچھ کہہ چکا ہے وہ اس سے اپنی ذات کو بدترین سزا کا مستحق ثابت کر چکا ہے، اس لیے ہماری درخواست ہے کہ اسے سزا کا حکم سنا کر دربار برخاست کیا جائے۔ آپ کے جانثاروں کے لیے مجرم کا یہ گستاخانہ طرز کلام نا قابل برداشت ہے۔"

باقی سردار اور علما یکے بعد دیگرے اٹھ کر اس کی تائید کرنے لگے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ "بدنصیب ہے وہ شخص جو ایسے لوگوں کو اپنا جاں نثار سمجھتا ہو۔ ابو عبداللہ! یہ قوم کی لاش پر پلنے والے گدھ ہیں۔ تم ان کی اعانت پر بھروسہ کر کے اپنے ساتھ غرناطہ کو بھی تباہی کی طرف دھکیل رہے ہو"۔

ابو عبداللہ اٹھ کھڑا ہو گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں بدر بن مغیرہ کو سلطنت غرناطہ کا بدترین دشمن ہونے کے جرم میں موت کی سزا دیتا ہوں۔ مجرم کو طلوع آفتاب سے پہلے قتل کیا جائے"۔

بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی طرح کھڑا رہا۔ بیت الحمراء کے اس کمرے میں آج تک ایسا مجرم پیش نہیں ہوا تھا جس نے اس قدر دلفریب اور مرعوب کن تبسم کے

ساتھ اپنے قتل کا حکم سنا ہو۔اس کی خاموشی زبان حال سے کہہ رہی تھی ۔ ''میں ہمیشہ موت کے ساتھ کھیلا ہوں ۔تم مجھے موت کے منہ میں دھکیل سکتے ہو لیکن مجھ سے میری مسکراہٹیں نہیں چھین سکتے ۔یہ تبسم جو میں نے تلواروں کی چھاؤں اور تیروں کی بارش میں سیکھا ہے آخری وقت تک تمہاری بزدلی، سفاکی اور مکاری کا تمسخر اڑاتا رہے گا''۔

(۳)

ابوداؤد نے عزم واستقلال کے اس پیکر مجسم کی طرف دیکھا اور غرناطہ کا تخت و تاج بے حقیقت نظر آنے لگا۔اس نے اپنے دل میں سوال کیا۔ ''کیا دنیا کی کوئی دولت ایک انسان کو موت سے اس قدر بے نیاز کرسکتی ہے۔آخروہ کون ساجذبہ ہے جس سے سرشار ہو کر یہ لوگ زندگی اور موت میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے ۔یہ نوجوان جلاد کی تلوار کو اس قدر قریب دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور ربیعہ دوا کی پیالی زہر سمجھ کر پی گئی تھی آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ یہ موت وحیات کا راز سمجھ گئے ہیں یا اس لیے کہ وہ زندگی کی صحیح راحتوں سے آشنا نہیں ہوئے اور کیا زندگی کی کسی ایسی لذت کو راحت کہا جا سکتا ہے جس پر آٹھوں پہر موت کا خوف سوار ہو۔میں اندلس کے تخت پر قابض ہوسکتا ہوں لیکن کیا یہ کامیابی موت کے بھیانک چہرے کے سامنے مسکرانا سکھا دے گی؟ نہیں نہیں بلکہ ہر کامیابی کے بعد میرے لیے موت کا چہرہ بھیانک تر ہوتا چلا جائے گا''۔

اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ محسوس کیا کہ ''موت پر غالب آنا۔دنیا میں انسان کی سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ اس کی سب سے بڑی فتح ہے اور یہ فتح صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ان کی موت وحیات صرف

خدا کے لیے ہے۔ بدر بن مغیرہ نے میری طرح اپنے لیے نہیں بلکہ صرف خدا کے لیے لڑنا سیکھا ہے۔ خدا اس کے لیے کسی موہوم طاقت کا نام نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ وہ حقیقت جس کا سہارا لے کر وہ موت کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑا ہے۔ کاش! میں موت پر ایسی فتح حاصل کر سکتا"۔ ابو داؤد اپنی مسند سے اٹھ کر عقبی کمرے میں چلا گیا۔ پہریدار بدر بن مغیرہ کو باہر لے گئے اور سردار اور علما یکے بعد دیگرے آگے بڑھ کر ابو داؤد کو اس کی شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرنے لگے لیکن وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ایک غلام نے آ کر کہا کہ ابو عبداللہ دوسرے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ابو داؤد ایک خوبصورت کمرے میں ابو عبداللہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ بدر بن مغیرہ کے سامنے اسے اپنی کمتری کا جو احساس ہوا تھا وہ ابو عبداللہ کی صحبت میں آہستہ آہستہ دور ہو رہا تھا۔ غرناطہ کا نام نہاد سلطان اسے ایک مافوق الفطرت انسان تسلیم کرتا تھا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر ابو داؤد کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد جھک کر اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اس کے ساتھ باتیں کرتے وقت بھی ابو عبداللہ کا لہجہ غیر معمول سے کہیں زیادہ نیاز مندانہ تھا ۔ جب ابو عبداللہ نے چند بار یہ کہا کہ آج سے آپ کا ہر اشارہ میرے لیے ایک حکم ہو گا تو ابو داؤد کا احساس برتری بیدار ہونے لگا۔ اور وہ یہ سوچنے لگا کہ وہ دنیا جس میں تھوڑی دیر قبل میرے خیالات بھٹک رہے تھے فقط ایک مفروضہ تھی ۔ اس کرہ زمین پر بہت بڑی اکثریت ان لوگوں کی ہے جو ابو عبداللہ کی دنیا میں رہتے ہیں اور اس دنیا میں میں لاکھوں سے زیادہ ذہین اور عقل مند ہوں ۔ میں ابو عبداللہ جیسے لاکھوں انسانوں کو اپنے اشاروں پر نچا سکتا ہوں ۔ میں اس دنیا میں اپنی کامیابی کے

راستے صاف کر چکا ہوں۔ میں انہی راستوں پر چلتا رہوں گا اور ہر نئی کامیابی کے بعد میرا احترام کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا اور مرتے وقت بھی مجھے یہ تلخ احساس نہیں ہوگا کہ میری زندگی کی کوئی حسرت پوری ہونے سے رہ گئی۔ مجھے بدر بن مغیرہ کے متعلق نہیں سوچنا چاہیے اس کی دنیا میری دنیا سے مختلف ہے۔ مجھے اس کے متعلق سوچ کر پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میری دنیا وہ ہے جہاں ابوعبداللہ جیسے احمق بستے ہیں۔ میں ان میں سے لاکھوں کا راہنما اور حکمران بننے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ میں انسانوں کے ریوڑ ہانکنے کے لیے پیدا ہوا ہوں۔ ان خیالات میں اسے ربیعہ کا خیال آیا اور اسے یہ پریشانی ہونے لگی کہ جب وہ ہوش میں آئے گی تو میں اسے کیا جواب دوں گا ممکن ہے کہ احساسات کی شدت نے اسے دوا کے اثر سے بے ہوش نہ ہونے دیا ہو۔ میں اسے کیا جواب دوں گا اور رانجلا بھی اس کا ساتھ دینے پر بضد نظر آتی ہے۔ وہ دروازے پر میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ وہ مجھے اپنی بہن کے لیے ہمدردی کے آنسوؤں سے پریشان کرے گی۔

ابوداؤد کی طرح ابوعبداللہ کو بھی یہ پریشانی تھی کہ اگر یہ خبر حرم تک پہنچ گئی تو اس کی ماں اور بیوی جنہوں نے موسیٰ کے قید ہونے پر تین دن تک کھانے کو ہاتھ نہیں لگایا تھا اسے آڑے ہاتھوں لیں گی۔

اس نے ابوداؤد سے کہا۔ ''میں نے داروغہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اسے قتل کرتے ہی مجھے اطلاع دے۔ میں اس کارروائی کے اختتام تک حرم میں داخل ہونا پسند نہیں کرتا''۔

ابوداؤد نے کہا ''آپ ربیعہ کے طرز عمل سے پریشان ہوں گے مجھے اس سے یہ توقع نہ تھی لیکن وہ بہت زیادہ ذکی الحس ہے۔ وہ دوسرے کمرے میں جا کر بے

ہوش ہوگئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس وقت بھی ہوش میں نہ تھی"۔

ابوعبداللہ نے کچھ سوچ کر کہا۔" آپ برا نہ مانئے۔ اگر اس نے عالم ہوش میں بھی یہ باتیں کی ہوں تو کم از کم مجھے کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔غرناطہ کی ہزاروں لڑکیاں اس کی شجاعت کے گن گاتی ہیں۔آج میں اس کی صورت دیکھ کر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر میں خود بھی ایک لڑکی ہوتا اس کی مردانہ اداؤں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔لیکن مجھے امید ہے کہ ربیعہ اسے بہت جلد بھول جائے گی"۔

ابوداؤد نے موضوع بدلنے کے کہا۔"داروغہ اس کی لاش کوٹھکانے لگانے سے پہلے نہیں آئے گا۔کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم اتنی دیر شطرنج سے دل بہلائیں"۔

ابوعبداللہ بولا۔" آپ نے میرے دل کی بات کہی۔لیکن ایک شرط ہے کہ رات کا باقی حصہ یہیں گزارا جائے"۔

ابوداؤد نے جواب دیا"میں دوپہر تک آپ کے ساتھ بیٹھنے کے لیے تیار ہوں"۔

(۴)

بدر بن مغیرہ کو نہایت پیچیدہ اور زمین دوز راستوں سے گزار کر ایک ایسی کوٹھڑی میں پہنچایا گیا جس کا دروازہ صرف ایسے ہی موقعوں پر کھلتا تھا۔ان آٹھ سپاہیوں کے علاوہ جو بدر بن مغیرہ کے ساتھ آرہے تھے راستے میں جگہ جگہ پہرے دار کھڑے تھے۔کوٹھڑی کے اندر مشعل جل رہی تھی اور جلاد اس کا منتظر کھڑا تھا۔بدر بن مغیرہ کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا کیے بغیر سپاہیوں نے اس کی کلائیاں ایک آہنی شکنجے میں کس دیں۔

سپاہی داروغہ کے اشارے سے باہر نکل گئے اور وہ دروازہ بند کر کے بدر بن

مغیرہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا" یہ ایک رسمی بات ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے آپ کی موت سے زیادہ کسی کی موت کا افسوس نہیں ہوگا۔اس لیے میں الحمراء کے داروغہ کی حیثت سے نہیں بلکہ آپ کے ایک ہمدرد کی حیثیت سے آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ موت سے پہلے آپ کسی ایسی خواہش کا اظہار کرنا چاہیے جسے پورا کرنا میرے بس میں ہو"۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔" میں جانتا ہوں کہ تم بے بس ہو۔میری ایک خواہش پوری کرنا شاید تمہارے بس میں ہو اور وہ یہ کہ اگر تمہیں کسی دن ابو عبداللہ کو ابو داؤد یا اس کے کسی اور دوست کے حکم سے موت کے گھاٹ اتارنا پڑے تو اس مقصد کے لیے یہ کوٹھڑی استعمال نہ کرنا میں یہ نہیں چاہتا کہ اس کا خون میرے خون کے ساتھ شامل ہو"۔

داروغہ نے کہا۔" آپ ربیعہ کو کوئی پیغام دینے چاہتے ہیں؟"

"نہیں ۔ربیعہ کو کوئی پیغام دینے کے لیے مجھے کسی شخص کے توسط کی ضرورت نہیں وہ میرے بعد میری روح کا پیغام سن سکے گی تم اپنا کام ختم کرو"۔

داروغہ نے جلاد کی طرف دیکھا۔جلاد نے گزشتہ دس برس میں پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔اس نے داروغہ کے ہاتھ کا اشارہ پا کر برچھا اٹھایا اور داروغہ دوسری طرف منہ پھیر کر اپنے آنسو پونچھنے لگا۔

کسی نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا اور داروغہ نے جلدی سے مڑ کر جلاد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔"ٹھہرو! اور پھر اس نے دروازے کے قریب جا کر زور سے آواز دی" کون ہے؟"

اس کے جواب میں پہریداروں کی سہمی ہوئی آوازیں آئیں ......" دروازہ

کھولو“۔

اس نے جلدی سے کنڈی کھول دی اور دروازے پر الحمراء کے ناظم اعلیٰ، ابو عبداللہ کی عمر رسیدہ ماں، اس کی بیوی اور رانجلا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ان کے پیچھے چند خواجہ سرا کھڑے تھے

الحمراء کے ناظم اعلی نے اندر جھانکنے کے بعد اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا ۔”ہم وقت پر پہنچ گئے ۔ بیگمات سلطان کے سب سے بڑے دشمن کو اپنی آنکھوں سے قتل ہوتا دیکھنا چاہتی ہیں۔“

داروغہ نے پریشان ہو کر کہا۔”بیگمات کی خواہش کی تعمیل میرا فرض ہے لیکن انہیں ہم لوگوں کو سلطان کے عتاب سے بچانے کا ذمہ لینا پڑے گا۔“

ابو عبداللہ کی ماں نے کمرے میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا”تمہیں انعام کی توقع رکھنی چاہیے۔آج ہمارے بیٹے نے ایک بہت بڑے دشمن پر فتح پائی ہے۔ خواجہ سرا ان تمام سپاہیوں کو جن کی ہوشیاری سے ہمیں اپنے دشمن پر فتح حاصل کرنے کا موقع ملا ہے ہماری طرف سے انعام دو اور ہماری طرف سے یہ درخواست کرو کہ ابو عبداللہ یا کسی اور کو اس جگہ ہماری آمد کا علم نہ ہو وہ بات بات پر بگڑنے کا عادی ہے ۔“

ناظم، بیگمات اور رانجلا کے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کر لیا اور کہا۔” آپ مجرم سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں“۔

ابو عبداللہ کی ماں نے آہستہ سے کہا۔”کیا تم بھی بدر بن مغیرہ کو مجرم سمجھتے ہو؟“

داروغہ حیران ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ابو عبداللہ کی ماں نے اپنا ہار اتار کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور کہا”یہ تمہارا انعام ہے“۔

ابوعبداللہ کی بیوی نے اس کی تقلید کی اور اپنے جواہرات سے مرصع کنگن اتار کر حبشی جلاد کو پیش کر دیئے۔ جلاد تذبذب کی حالت میں داروغہ کی طرف دیکھنے لگا اور داروغہ ناظم کی آنکھ کا اشارہ پا کر بولا۔ ''ملکہ عالم! آپ حکم دیجیۓ ہم کسی انعام کے لالچ کے بغیر اس کی تعمیل کریں گے۔ یہ ہار اور کنگن اپنے پاس رکھیۓ''۔

ابوعبداللہ کی ماں نے کہا۔ ''اس میں شک نہیں کہ الحمراء کی امارت اور سطوت ایک فسانہ بن چکی ہے لیکن سلطان کی ماں اور اس کی بیگم اس قدر تہی دست نہیں کہ اپنے وفاداروں کو معمولی انعامات بھی نہ دے سکیں۔ ہمیں یہ احساس نہ دلاؤ کہ ہم غریب ہیں۔ ہم پتھر کے یہ چند ٹکڑے سرحدی عقاب پر نچھاور کرنا چاہتی ہیں''۔

ناظم نے داروغہ سے کہا۔ ''اب کیا سوچ رہے ہو میں نے تمام انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ انہیں چھوڑ دو''۔

داروغہ نے حبشی کی طرف اشارہ کیا اور اس نے فوراً ابوعبداللہ کی بیوی کے ہاتھ سے کنگن لے لیے۔

بدر بن مغیرہ کا منہ دوسری طرف تھا۔ وہ ان کی باتیں سن چکا تھا اور اس کی آنکھوں میں اس ذات کبریا کے لیے تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے جو اپنے بندوں کو کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کرتی۔

جلاد نے شکنجہ کھول دیا۔

بدر بن مغیرہ اٹھا اور مڑ کر اپنے محسنوں کی طرف دیکھنے لگا۔ ملکہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''بیٹا! مجھے اپنی ماں سمجھو۔ ہم نے اپنا فرض ادا کیا ہے لیکن تم اگر اسے ایک نیکی سمجھو تو وقت آنے پر ابوعبداللہ سے انتقام لینے کی بجائے اسے رحم کا حقدار سمجھنا''

۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''میں اب بھی اسے قابل رحم سمجھتا ہوں۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ وہ ملت فروشوں کے ہاتھ میں کس قدر بے بس ہے''۔

ابو عبداللہ کی بیوی نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ ''میں آپ سے وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ دل برداشتہ ہو کر اہل غرناطہ سے کنارہ کش نہیں ہو جائیں گے۔ صرف غرناطہ ہی نہیں بلکہ اندلس کی ہر مسلمان عورت آپ کو اپنا محسن سمجھتی ہے''۔

بدر بن مغیرہ نے متاثر ہو کر کہا۔ ''میری بہن! غرناطہ اسلامیان اندلس کا آخری حصار ہے میں اور میرے ساتھی آخری دم تک اس کی حفاظت کریں گے''۔

ملکہ نے کہا۔ ''یہ باتوں کا وقت نہیں مجھے ڈر ہے کہ ابو عبداللہ کا کوئی ساتھی اس طرف نہ آ جائے۔ ہم تمہیں اپنی ذمہ داری پر رہا کر رہے ہیں اور ہمیں یہ اطمینان ہے کہ ہم ابو عبداللہ کے باخبر ہونے پر بھی اس کی نظر عتاب سے محفوظ رہیں گی تاہم محل کے ان ملازموں کے لیے جنہوں نے تمہارے ساتھ وفا کی ہے تمہیں اس وقت تک روپوش رہنا پڑے گا جب تک ابو عبداللہ اپنے کئے پر نادم نہیں ہوتا ورنہ تمہارے بجائے ان لوگوں کو روپوش ہونا پڑے گا اور الحمراء پر سلطنت کے غداروں کا پورا تسلط ہو جائے گا''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ''اطمینان رکھیے صرف چند قابل اعتماد لوگوں کے سوا کسی کو میری زندگی کا علم نہیں ہو گا۔ ایک بہت بڑے مقصد کے لیے میرا روپوش رہنا ضروری ہے''۔

ملکہ نے کہا ''خدا تمہارا حامی اور مددگار ہو''۔

(۵)

انجلا اب تک خاموشی سے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ بدر بن مغیرہ

اس کی طرف متوجہ ہوا۔وہ اضطراری حالت میں ایک قدم آگے بڑھی اور جھجکتے ہوئے بولی۔''آپ ربیعہ کے متعلق پریشان نہ ہو اس کا یہاں آنا مشکل تھا''۔

ابو عبداللہ کی بیوی نے کہا۔''ہم اینجلا کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں بر وقت خبردار کیا''۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے ہونٹوں ایک احسان مندانہ مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔''اینجلا تمہارا طبیب یقیناً مجھ سے تمہارے متعلق پوچھے گا۔اگر اسے کوئی پیغام دینا چاہو تو میں قاصد کا فرض ادا کرنے کے تیار ہوں''۔

ایک ثانیہ کے لیے اینجلا کی رگوں کا تمام خون سمٹ کر کر اس کے گالوں میں آ گیا۔اس کوٹھڑی میں داخل ہونے کے بعد اس کی سب سے بڑی پریشانی یہ تھی کہ کاش وہ بشیر بن حسن کے متعلق کچھ کہہ سکتی۔اسے اس کا تذکرہ چھیڑنے کا موقع ملنے کی امید نہ تھی۔اور اسے یہ بھی احساس تھا کہ موقع ملنے پر بھی اس کی زبان اس کی دل کی ترجمانی سے قاصر رہے گی لیکن بدر بن مغیرہ نے جیسے اس کے لیے جنت کے بند دروازے کھول دیئے وہ بولی۔''وہ میرے محسن ہیں......میری طرف سے انہیں یہ رومال پیش کر دیجیے''۔

اینجلا نے جھجکتے ہوئے آگے بڑھ کر سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا رومال بدر بن مغیرہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

بیگمات اپنی نسوانی ذکاوت حس سے بہت کچھ سمجھ چکی تھیں اس لیے وہ خاموش رہیں۔

ناظم کی تجویز پر بدر بن مغیرہ کو ایک تختے پر جو لاش اٹھانے کے لیے کوٹھڑی میں رکھا گیا تھا لٹا دیا گیا اور اس کے اوپر چادر ڈال دی گئی۔

داروغہ نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔تینوں خواتین باہر نکل گئیں۔پہریدار دروازے سے چند قدم دور خواجہ سرا کے گرد گھیرا باندھے کھڑے تھے اور وہ انہیں اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لیے اشرفیاں بانٹنے میں بخل سے کام لے رہا تھا لیکن بیگمات کو آتے دیکھ کر اس نے جلدی جلدی تھیلی خالی کر دی۔

ایک ثانیہ کے لیے داروغہ دروازے میں کھڑا رہا۔جب بیگمات کچھ دور چلی گئی تو اس نے باہر نکل کر پہریداروں سے کہا۔"سلطان کا حکم تھا کہ اس قتل کی خبر ہم تک محدود رہے۔ملکہ اور چھوٹی بیگم سلطان کی اجازت کے بغیر یہاں آ گئی تھیں۔اب اگر یہ بات سلطان تک پہنچ گئی تو وہ بیگمات کو شاید کچھ نہ کہیں لیکن ہماری شامت آ جائے گی"۔

داروغہ نے چار آدمیوں کو لاش اٹھانے کے لیے اندر بلا لیا اور دوسروں کو جانے کی اجازت دے دی۔

تھوڑی دیر بعد یہ چار آدمی اس تختہ کو جس پر بدر بن مغیرہ لیٹا ہوا تھا اپنے کندھوں پر اٹھا کر کوٹھڑی سے باہر نکلے اور ناظم اور داروغہ کے پیچھے پیچھے چل دیئے۔کئی پیچ در پیچ راستوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک دیوار کے سامنے رک گئے۔یہاں سے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا۔داروغہ نے ناظم کے ہاتھ میں مشعل دیتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی لوہے کی کل گھمائی۔ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ دیوار میں ایک دراڑ نمودار ہوئی اور یہ دراڑ بڑھتے بڑھتے ایک اچھی خاصی گزرگاہ بن گئی اور اس کے ساتھ ہی بہتے ہوئے پانی کا شور سنائی دینے لگا۔داروغہ کے اشارے پر ناظم نے مشعل کو ایک طرف رکھ دیا اور اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔سپاہیوں نے ان کی تقلید کی۔اس دیوار سے باہر کوئی آٹھ دس گز چوڑے اور پانچ گز

اونچے چبوترے کے نیچے دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ داروغہ کے اشارے پر سپاہیوں نے تختہ نیچے رکھ دیا۔ ناظم نے داروغہ کے کان میں کچھ کہا اور روہ سپاہیوں سے مخاطب ہو کر بولا ''تم برسوں سے میرے ساتھی ہو اس لیے تم سے کوئی بات چھپانا میں تمہاری وفا داری کی توہین سمجھتا ہوں۔ میں تم پر ایک اہم راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں''

۔

داروغہ کو متذبذب دیکھ کر ایک سپاہی نے کہا۔ ''آپ پریشان نہ ہوں وہ راز ہم پر ظاہر ہو چکا ہے اور مرتے دم تک ہمارے سینوں میں محفوظ رہے گا۔ آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم لاش کی بجائے ایک زندہ انسان کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر لائے ہیں''۔

داروغہ خاموش رہا اور ناظم نے اپنی بغل سے اشرفیوں کی ایک تھیلی نکال کر اس سپاہی کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ تمہارا اور تمہارے ساتھیوں کا انعام ہے۔

اس نے کہا۔ نہیں نہیں اہل غرناطہ کے لیے سرحدی عقاب زندہ رہنا ہمارا سب سے بڑا انعام ہے۔

کچھ دیر پس و پیش کے بعد ناظم اور داروغہ کے اصرار پر اپنے ساتھیوں کی رضا مندی دیکھ کر اس سپاہی نے تھیلی لے لی۔

داروغہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے سوال کیا۔ ''کیا دوسرے پہریداروں کو بھی شک تھا کہ ہم ان کی جان بچانا چاہتے ہیں۔''

''نہیں، تاہم ان میں سے اکثر کی یہ خواہش تھی کہ کاش ملکہ کو رحم آ جائے۔ مجھے خود بھی ملکہ سے یہ توقع نہ تھی لیکن مقتل کا جائزہ لینے کے بعد میری تسلی ہو گئی۔ وہاں خون کا چھینٹا تک نہ تھا۔''

ناظم نے کہا ''اب تک جلاد یہ کمی پوری کر چکا ہوگا''۔

تختے پر سے بدر بن مغیرہ نے چادر اتار کر ایک طرف پھینک دی اور اٹھ کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''میرے خیال میں اب مجھے زندوں کی دنیا میں پاؤں رکھنے کے لیے آپ سے اجازلینے کی ضرورت نہیں''۔

داروغہ، ناظم اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کر یکے بعد دیگرے اس کے ساتھ مصافحہ کیا۔

ناظم نے کہا۔ دریا کے اس کنارے سے آگے ہمارا دائرہ عمل ختم ہو جاتا ہے۔ پانی سرد بھی ہے اور تیز بی۔ اگر آپ کو اپنے بازوؤں پر بھروسہ نہ ہو تو ہم کوئی اور انتظام کر سکتے ہیں۔ لیکن وقت بہت تھوڑا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ''آپ فکر نہ کریں۔ وہ ذات اقدس جس نے میری گردن سے جلاد کا ہاتھ روک لیا تھا مجھے ان سرکش موجوں سے بھی بچا لے گی''۔

ناظم نے کہا۔ بہت اچھا، خدا حافظ! آج آپ الحمراء کے چور دروازے سے داخل ہوئے تھے اور چور دروازے سے نکل رہے ہیں ہم اس دن کا انتظار کریں گے جب آپ کے لیے الحمراء کا بڑا دروازہ کھلا ہوگا۔

بدر بن مغیرہ خدا حافظ کہہ کر کنارے کی طرف بڑھا اور ایک لحظہ تامل کے بعد دریا میں کود پڑا۔

(۶)

دریا کے دوسرے کنارے تھوڑی دیر ستانے کے لیے بدر بن مغیرہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ آسمان پر بادل چھٹ چکے تھے اور ستارے جگمگا رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر دبے

پاؤں چلتا ہوا ایک درخت کی آڑ میں کھڑ ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد اسے دو آدمی تاریکی میں دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے دکھائی دیئے ۔وہ سوچ کر درخت کی آڑ سے نکلا اور دبے پاؤں ان کے پیچھے چلنے لگا۔

ان میں سے ایک نے آہستہ سے کہا۔اس نے بہت دیر لگائی ۔اب صبح ہونے والی ہے۔

دوسرے نے کہا لیکن اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ ہم اس کا انتظار نہ کریں ۔ کامیابی کی صورت میں اسے کافی وہاں رکنا پڑے گا۔

مگر اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر ممکن ہوا تو سیڑھی کے راستے آدمی اتار کر ہمیں صحیح حالات سے باخبر کرے گا۔

ممکن ہے کہ اسے اس بات کا موقع نہ ملا ہو اگر آپ اور انتظار کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسی جگہ کھڑے رہنا چاہیے۔

بدر بن مغیرہ نے آواز دی۔ ''منصور''۔

وہ دونوں رکے اور مڑ کے بھاگتے ہوئے اس کے ساتھ لپٹ گئے ۔ دوسرا آدمی بشیر بن حسن تھا۔

اپنے ساتھیوں کی طرف سے سوالات کی بوچھاڑ پر تنگ آ کر بدر بن مغیرہ نے کہا۔''چلو یہاں سے نکلیں''۔ چلتے چلتے بدر بن مغیرہ بشیر بن حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کے کان میں کچھ کہا اور اس کے ساتھ ہی ایک بھیگا ہوا رومال اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

منصور نے ان کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا ''معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے واپس نہیں آئے''۔

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا "تمہارا اندازہ صحیح ہے"۔

بشیر بن حسن نے کہا۔ "میرے خیال میں اب ہم خطرے کی حدود سے باہر آ گئے ہیں ۔آپ اپنی داستان شروع کر دیں۔"

بدر بن مغیرہ نے چلتے چلتے اختصار کے ساتھ اپنی تمام سرگزشت بیان کر دی۔ کوئی ایک کوس چلنے کے بعد یہ تینوں ایک گھنے باغ میں سے گزرتے ہوئے ایک اجڑے ہوئے مکان میں داخل ہوئے وہاں ان کے پانچ اور ساتھی گھوڑوں کی حفاظت کر رہے تھے۔

جب یہ سب گھوڑوں پر سوار ہو گئے تو بشیر بن حسن نے سوال کیا۔ "اب کس طرف کا ارادہ ہے؟"

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ میں تھوڑی دور جا کر تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ یہ پانچ سپاہی میں اپنے ساتھ جنگل میں لے جاؤں گا۔ منصور! تم آج صبح ہوتے ہی سلطان کے سپاہیوں کو مالقہ بھیج دو اور اپنے ساتھیوں کو لے کر میرے پاس پہنچ جاؤ اور بشیر! تم مالقہ جاؤ، وہاں الزغل اور الزیغری کو تمام واقعات سے آگاہ کرنے کے بعد یہ بتاؤ کہ کچھ عرصہ میرے روپوش ہونے میں بہت سی مصلحتیں ہیں ۔ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی فوراً فرڈی نینڈ کے پاس میری موت کی اطلاع پہنچائیں گے اور وہ فوراً حملہ کے لیے تیار ہو جائے گا ۔الزغل کو مشورہ دو کہ میدان میں مقابلہ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹتا ہوا ہمارے علاقے میں داخل ہو جائے ۔اگر فرڈی نینڈ نے تعاقب کیا تو ہم اسے ایک فیصلہ کن شکست دے سکیں گے ۔ یہ بھی ممکن ہے یہ کہ وہ ابو عبداللہ کی رضامندی سے غرناطہ کو مستقر بنا کر مالقہ کی طرف بڑھنا چاہے ۔اس صورت میں سلطان کی افواج آگے بڑھ کر اسے سرحد پر روکنے کی کوشش کریں اور معمولی لڑائی

کے بعد پیچھے ہٹتی ہوئی جنگل میں پہنچ جائیں۔میں وقت آنے پر ان کی راہنمائی کے لیے تمہیں بھیج دوں گا۔انہیں یہ بھی تاکید کرنا کہ وہ دونوں صورتوں میں مالقہ کی حفاظت کے لیے کم از کم نصف فوج ضرور چھوڑیں۔





سیاہ پوش

(۱)

بدر بن مغیرہ کے قتل کی افواہ اندلس کے طول وعرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ابو عبداللہ کی خواہش تھی کہ یہ خبر غرناطہ کے عوام تک نہ پہنچے لیکن ابو داؤد نے مشورہ دیا کہ یہ خبر مشہور ہونے کے بعد ابوالحسن مایوس ہو جائیں گے۔ چنانچہ غرناطہ کے بعض زرخرید خطیبوں کو یہ اجازت مل گئی کہ وہ عوام میں سرحدی عقاب کے قتل کی خبر نشر کریں۔

فرڈی نینڈ کے پاس ابو داؤد نے اپنے ایلچی کو یہ پیغام دے کر بھیج دیا کہ ابو الحسن پر آخری ضرب لگانے کے لیے یہ بہترین موقع ہے۔

ابو عبداللہ اپنے خیال کے مطابق ایک بہت بڑے دشمن سے نجات حاصل کر چکا تھا تاہم غرناطہ کے قرب و جوار میں سرحدی عقاب کے جانبازوں کی موجودگی اس کے لیے کم پریشانی کا باعث نہ تھی لیکن جب اس نے یہ سنا کہ سرحدی عقاب کے ساتھی غرناطہ کے محاصرے کا ارادہ ترک کر کے جا رہے ہیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دو تین دن کے بعد اسے یہ خبر ملی کہ وہ مالقہ سے بھی ابوالحسن کا ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں تو اس نے محل میں جشن منایا اور ملت فروشوں میں انعامات تقسیم کیے۔

چند دنوں کے بعد اس کے پاس فرڈی نینڈ کا ایلچی پہنچا اور اس نے اطلاع دی کہ چند ہفتوں تک ہماری فوج اندلس کے جنوبی ساحل تک پہنچ جائے گی۔ فوج کا بیشتر حصہ سرحدی قبائل کی طاقت کچلنے کے لیے شمال اور مشرق کی طرف سے جبل شلیر کی طرف بڑھے گا اور دوسرا لشکر قادس اور شریش سے مشرق کا رخ کرے گا۔ یہ دونوں افواج سیرا نویدا کے پہاڑوں میں مل جائیں گی اور اس کے بعد ساحلی علاقے

کے تمام شہروں پر قبضہ کرلیں گی۔ اتنی دیر میں تم فوراً غرناطہ سے نکل کر مالقہ پر حملہ کر دو۔ ہمیں توقع ہے کہ تم اتنی دیر میں مالقہ کو فتح کرلو گے۔ لیکن اگر دشمن کی شدید مدافعت کے باعث جس کی مجھے توقع نہیں تم مالقہ پر فوراً قبضہ نہ کر سکے تو قاؤس کا حاکم تمہاری مدد کے لیے پہنچ جائے گا۔

ابوعبداللہ اپنے خیال کے مطابق بدر بن مغیرہ کو قتل کر کے فرڈی نینڈ کے راستے کے تمام کانٹے صاف کر چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا حلیف اور سرپرست اس کے کندھوں پر کسی اور جنگ کا بوجھ نہیں ڈالے گا۔ وہ مالقہ پر آندھی کی طرح نازل ہو گا اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے اور اسے اندلس کا واحد حکمران تسلیم کرانے کے بعد واپس چلا جائے گا۔ اس نے فرڈی نینڈ کا پیغام سن کر پریشانی کی حالت میں ابوداؤد سے سوال کیا۔ کیا فرڈی نینڈ کو یہ علم نہیں کہ موجودہ حالات میں میرے لیے محفوظ ترین جگہ الحمراء کی چاردیواری ہے؟ سرحدی عقاب کے قتل کے بعد غرناطہ کے عوام میرے خلاف سخت مشتعل ہیں اور فوج کی طرف سے مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے اپنے باپ پر چڑھائی کی تو ان میں سے بعض میرا ساتھ چھوڑ کر اس کے ساتھ جا ملیں گے۔

ابوداؤد فرڈی نینڈ کی مصلحتوں کو سمجھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ فرڈی نینڈ کو ابو عبداللہ پر پورا اعتبار نہیں کیا اور وہ اس سے مالقہ پر اس لیے حملہ کروانا چاہتا تھا کہ باپ اور بیٹے کے درمیان نفرت کی خلیج اس قدر وسیع ہو جائے کہ ان کے درمیان مصالحت کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اس نے جواب دیا ”شاید فرڈی نینڈ کی یہ خواہش ہے کہ دشمن کی توجہ تین محاذوں پر تقسیم ہو جائے۔ اگر آپ نے جنگ سے پہلو تہی کی تو ممکن ہے کہ وہ آپ کی اعانت کا ارادہ ہی ترک کر دے۔ اس لیے آپ کو

کسی تاخیر کے بغیر مالقہ پر حملہ کر دینا چاہیے۔سرحدی عقاب اوراس کے ساتھی دشمن کا سب سے بڑا سہارا تھے۔سرحدی عقاب مارا جا چکا ہےاوراس کے ساتھی اپنے گھروں گھروں کو جا چکے ہیں اس لیے ممکن ہے کہ آپ فرڈی نینڈ کی آمد سے پہلے ہی مالقہ فتح کر لیں۔مالقہ کی فتح کے بعد جنوب کے تمام باغی سرداراور قبائل آپ کی اطاعت قبول کر لیں گے اور آپ کو فرڈی نینڈ کا احسان نہیں اٹھانا پڑے گا''۔

ابوعبداللہ نے کہا''میں مالقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن صرف اسی صورت میں جبکہ فرڈی نینڈ کی افواج سرحدی علاقے میں داخل ہو چکی ہوں''۔

ابو داؤد نے کہا۔''اگر حکم ہو تو میں یہ جواب لکھ بھیجوں''۔

ہاں! لیکن اس طرح لکھئے کہ بادشاہ یہ خیال نہ کرے کہ میں بزدل ہوں۔میں صرف محتاط رہنا چاہتا ہوں۔

(۲)

ابوالحسن مفلوج اور نابینا ہو چکا تھا۔امراء کے اصرار پر اس نے اپنے بھائی الزغل کو اپنا جانشین بنا دیا۔فرڈی نینڈ اپنی لاتعداد فوج کے ساتھ قسطلہ سے نکلا اور قرطبہ کے پاس پڑاؤ ڈال کر اندلس میں مسلمانوں کے آخری دفاعی قلعے پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگا۔اس نے شریش، اشبیلیہ اور رقاوس کے عیسائی امراء کو حکم دیا کہ وہ غرناطہ کے جنوب مشرق کے شہروں کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے کوہ سیرانویدا کا رخ کریں۔اور باقی فوج کو ایک تجربہ کار جرنیل کی قیادت میں شمال مشرق کے راستے سرحدی قبائل کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا۔

جب فرڈی نینڈ کی افواج بدر بن مغیرہ کے آزاد علاقے میں داخل ہوئیں تو انہیں عقب اور بازوؤں سے اکادکا حملوں کے سوا کسی زبردست مزاحمت کا سامنا نہ

کرنا پڑا۔عیسائیوں نے اپنے راستے کی بہت سی بستیاں تباہ و برباد کر ڈالیں اور وہ بڑھتے ہوئے حوصلوں کے ساتھ سرحدی عقاب کی زمین پر پیش قدمی کرتے رہے۔ ایک دن ان کے سپہ سالار نے ایک ویران قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے سپاہیوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''بہادرو! یہ وہ علاقہ ہے جہاں سرحدی عقاب کی اجازت کے بغیر کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔اب ان باغیوں کا راہنما مارا جا چکا ہے اور ان کے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ہمارے بادشاہ کا خیال تھا کہ ہمیں شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن یہ لوگ ہمارے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر بھاگ جاتے ہیں۔ہماری تلواریں دشمن کے خون کی پیاسی ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ہم مالقہ نہیں پہنچتے ان کی پیاس نہ بجھ سکے گی۔اس لیے ہمیں راستے میں آرام کیے بغیر آگے بڑھنا چاہیے۔کہیں ایسا نہ ہو ہمارے وہ بھائی جو قادس کی طرف سے مالقہ کا رخ کر رہے ہیں ہم سے سبقت لے جائیں''۔

اگلے دن جب وہ ایک جنگل سے گزر رہے تھے انہیں غیر متوقع حالات کا سامنا کرنا پڑا عقب کی فوج پر اچانک ایک ہزار سواروں نے حملہ کیا اور آن کی آن میں کوئی تین ہزار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر جنگل میں غائب ہو گئے۔

بدر بن مغیرہ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ وہ اکا دکا حملے کرتا ہوا دشمن کی فوج کو ان خطرناک گھاٹیوں اور درّوں میں لے آیا جن کی ہر چٹان حملہ آور کے خلاف ایک ناقابل تسخیر قلعہ بن سکتی تھی۔عیسائی فوج کے بعض جہاندیدہ افسروں نے اپنے سپہ سالار کو راستہ بدلنے کا مشورہ دیا لیکن وہ طاقت کے نشہ میں چور تھا اور اس کے سپاہی جو عام حالات میں ایسی گزرگاہوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھتے، اپنے سپہ سالار کی طرح یہ سمجھ چکے تھے کہ سرحدی عقاب کی موت کے بعد سرکش قبائلیوں کی ہمت جواب دے چکی ہے۔سیاہ پوش کی قیادت میں ایک ہزار سوار انہیں کافی نقصان پہنچا سکتے تھے اور انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ وہ ان سے نپٹے بغیر آگے نکل جائیں۔

ایک شام عیسائی فوج سرحدی شہسواروں کے تعاقب میں دشوار گزار درّے اور تنگ گھاٹیاں عبور کرنے کے بعد ایک وادی میں داخل ہوئی۔سامنے بلند پہاڑ تھے۔اس لیے سپہ سالار نے فوج کو وادی میں پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور کسی غیر متوقع حملے پیش نظر اس نے فوج کی چند ٹولیاں اردگرد کی پہاڑیوں پر پہرا دینے کے لیے روانہ کر دیں۔سارا دن یلغار کرنے کے بعد تھکے ماندی فوج پیٹ بھر کر کھانے اور جی بھر کر شراب پینے کے بعد سو گئی۔فوج کا سپہ سالار اور دوسرے افسر بھی اردگرد کی پہاڑیوں پر پہرہ دینے والوں کو رات کے وقت کسی غیر متوقع حملہ کی روک تھام کے لیے کافی سمجھ کر بے خبری کی نیند سو گئے۔رات کے تیسرے پہر اچانک ان پہریداروں کی چیخیں سنائی دیں۔سپہ سالار گھبرا کر اٹھا اور آنکھیں ملتا ہوا خیمے سے باہر نکلا۔چاروں طرف کہرام مچا ہوا تھا اور اردگرد بہت سے خیمے جل رہے تھے۔عیسائی فوج تلواریں سنبھال رہی تھی کہ اچانک تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔آگ

کی روشنی میں سینکڑوں سپاہی حملہ آوروں کے تیروں کا شکار ہو گئے۔

سپہ سالار نے فوج کو تاریکی میں پناہ لینے کا حکم دیا۔سپاہی جلتے ہوئے خیموں سے ایک طرف ہٹنے لگے۔اچانک چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعرے سنائی دیئے اور آن کی آن میں حملہ آور نیچے اتر کر عیسائیوں کے حواس باختہ لشکر پر ٹوٹ پڑے۔تاریکی میں عیسائیوں کے کئی سپاہیوں کی تلواریں آپس میں ٹکرا گئیں۔

سپہ سالار نے اس امید پر کہ حملہ آوروں کی تعداد زیادہ نہیں ہو گی فوج کو چاروں طرف بکھر کر پہاڑیوں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا لیکن پتھروں اور تیروں کی سخت بارش میں ان کی پیش نہ گئی۔صبح آثار نمودار ہونے تک نصرانیوں کی یہ حالت تھی کہ افسر کو اپنے سپاہیوں اور سپاہیوں کو افسر کی خبر نہ تھی۔وہ درختوں اور پتھروں کی آڑ میں چھپ کر اپنی جانیں بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔حملہ آور عیسائیوں کے بہت سے گھوڑے چھین کر ان پر سوار ہو چکے تھے اور باقی گھوڑے جن کی رسیاں کاٹ دی گئی تھیں بے تحاشا وادی میں ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔بہت سے سپاہی ان کے پاؤں تلے روندے گئے۔صبح کی روشنی میں عیسائیوں نے دیکھا کہ حملہ ان کے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر ان پر نیزوں سے حملے کر رہے ہیں۔نصرانی سپہ سالار کو یہ امید تھی کہ حملہ آور صبح کے آثار دیکھتے ہی فرار ہو جائیں گے لیکن ان کا جوش و خروش دیکھ کر اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے اس وادی کو منتخب کر چکے ہیں۔میدان میں عیسائیوں کی لاشوں کی تعداد حوصلہ شکن تھی۔حملہ آورں کی نسبت ان کی فوج کی تعداد اب بھی پانچ گنا زیادہ تھی لیکن وادی میں سواروں کے پے در پے حملوں سے ان کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔سپہ سالار نے مدافعانہ جنگ لڑتے ہوئے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا۔وادی سے نکل کر اس نے ایک تنگ گھاٹی میں پہنچ کر یہ

محسوس کیا کہ اب اس کی فوج نیزہ بازوں کی زد سے محفوظ ہو چکی ہے لیکن یہاں بھی اسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ایک بار پھر مہیب چٹانوں میں چھپے ہوئے مجاہدین کے نعرے سنائی دیئے اور تیروں اور پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

ایک پتھر سپہ سالار کے سر پر لگا اور وہ گر پڑا۔اس کی موت کے ساتھ ہی سپاہیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔نائب سالار نے فوج کو تیزی کے ساتھ اس گھاٹی سے نکلنے کا حکم دیا۔تیروں اور پتھروں کی بارش سے نکل کر ایک ہموار وادی میں پہنچ کر بچی کھچی فوج کا جائزہ لیا تو پچیس ہزار میں سے صرف آٹھ ہزار اس کے ساتھ تھے۔ پیچھے سے تعاقب کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس نے فوج کو دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔

وادی میں دو کوس چلنے کے بعد یہ فوج ایک گنجان جنگل میں داخل ہو رہی تھی کہ اچانک درختوں کی آڑ سے قریباً ایک ہزار سوار نمودار ہوئے اور انہوں نے پہلے حملے میں ہی عیسائی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ان حملہ آوروں کے آگے آگے وہی سیاہ پوش سوار تھا جس کو زندہ پکڑنے کا شوق عیسائی سپہ سالار کو ان خطرناک مقامات تک لے آیا تھا۔ قریباً دو ہزار عیسائی بھاگ کر جنگل میں جا چھپے اور باقی فوج نے تھوڑی دیر مقابلہ کرنے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔

(۳)

مالقہ کی حفاظت پر الزیغری کو متعین کرنے کے بعد الزغل پانچ ہزار جانبازوں کے ساتھ قرطبہ، اشبیلیہ، قادس اور شمال مغرب کے دوسرے شہر کی ٹڈی دل فوج کے ساتھ مدافعانہ جنگ لڑتا ہوا پیچھے ہٹتا گیا اور سیرا نویدا کے دامن میں پہنچ کر سرحدی عقاب کا انتظار کرنے لگا۔

فرڈی نینڈ کو عقاب کی وادی میں اپنے سپہ سالار کی کامیابیوں کے متعلق نہایت حوصلہ افزا خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس نے الزغل کے پسپا ہو کر کر سیرا نویدا کی طرف ہٹنے کی خبر سنی تو دونوں افواج کے سپہ سالاروں کا حکم بھیج دیا کہ وہ ساحل کے شہروں کا رخ کرنے کی بجائے الزغل کو دونوں اطراف سے گھیر لیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے غرناطہ میں ابو عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ وہ فوراً مالقہ پر حملہ کر دے۔

ابو عبداللہ یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مالقہ کی فوج کا بیشتر حصہ الزغل کے ساتھ ہے اور الزیغری بہت تھوڑی فوج کے ساتھ شہر کی حفاظت کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی فتح کو یقینی سمجھ کر مالقہ پر چڑھائی کر دی۔ فرڈی نینڈ کے زر خرید سرداروں کے علاوہ غرناطہ کے بعض ایسے لوگ بھی اس فوج میں شریک تھے جو اندلس میں مسلمانوں کے مستقبل سے مایوس ہو چکے تھے اور صرف زندہ رہنے کے لیے فرڈی نینڈ کو خوش کرنا چاہتے تھے۔

جس روز ابو عبداللہ اپنی فوج کے ساتھ غرناطہ سے نکلا اس سے ایک دن قبل عقاب کی وادی میں فرڈی نینڈ کی فوج کا صفایا ہو چکا تھا اور اس سے تین دن بعد سرحدی عقاب کے جانباز الزغل کے جھنڈے تل جمع ہو چکے تھے۔ الزغل کی فوج دشمن کی تعداد سے خائف تھی۔ لیکن شاندار فتح کی خبر سن کر ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ الزغل نے بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے ساتھ اپنی قیام گاہ کے ارد گرد تمام چوکیوں کا معائنہ کیا۔ بدر بن مغیرہ کے اپنے آدمیوں کے سوا کسی اور کو یہ علم نہ تھا کہ وہ زندہ ہے۔ سپاہی الزغل کے ساتھ ایک نقاب پوش کو دیکھتے اور یہ سمجھتے کہ بدر بن مغیرہ کے چھن جانے کے بعد قدرت نے انہیں ایک نیا مددگار عطا کیا ہے۔ اس کی قیام گاہ فوج کے پڑاؤ سے کچھ دور تھی اور الزغل کے چند چیدہ چیدہ افسروں کے سوا جو اس

راز سے واقف تھے کسی اور کو وہاں جانے کی اجازت نہ تھی۔

البکدرا کے جنگجو قبائل جوق در جوق الزغل کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے۔ مدت کے بعد انہیں عقاب کی وادی کے مجاہدین کے دوش بدوش لڑنے کا موقع ملا تھا ۔چونکہ منصور بن احمد کو بدر بن مغیرہ کا جانشین سمجھا جاتا تھا اس لیے انہوں نے الزغل سے درخواست کی کہ ان کی قیادت منصور بن احمد کے سپرد کی جائے ۔منصور نے بدر بن مغیرہ کی ہدایات کے مطابق جنگ کا نقشہ تیار کیا اور قبائلی مجاہدین کو تمام راستوں پر پھیلا دیا اور انہیں ہدایت کی جوں جوں عیسائیوں کی فوج آگے بڑھتی آئے وہ عقب سے اس سے پیچھے ہٹنے کے راستوں کی ناکہ بندی کرتے آئیں۔

یہ لشکر عقاب کی وادی پر حملہ کرنے والی فوج کے انجام سے بے خبر تھا۔ پانچ دن سیرا نویدا کے دامن میں پڑاؤ ڈال کر اس کے سپہ سالار کے پیغام کا انتظار کرتا رہا لیکن قبائلی مجاہدن نے چند بار شب خون مار کر انہیں آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

تین دن کی پیش قدمی کے دوران میں چند بستیاں جلانے اور چند مردوں اور عورتوں کو قید کرنے کے بعد فرڈی نینڈ کا لشکر اس خطرناک علاقے میں داخل ہو چکا تھا جہاں سرحد کے عقاب بے قراری سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے چنے ہوئے ایک ہزار جانبازوں کے ساتھ دشمن کے ہراول دستے پر حملہ کیا اور آن کی آن میں انہیں تتر بتر کر کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا ۔عیسائی سپہ سالار صورت حال کا اندازہ کر رہا تھا کہ عقب سے قبائلیوں کے حملہ کی خبر ملی ۔ یہ جگہ با قاعدہ لڑائی لڑنے کے تنگ تھی ۔عیسائی سپہ سالار نے فوج کو تیزی سے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔گھاٹی سے آگے ایک ڈھلوان تھی اور اس کے آگے ایک وادی تھی ۔عقب سے حملہ کی شدت محسوس کرتے ہوئے سپہ سالار نے اس وادی میں

اترنے کا فیصلہ کیا۔اس وادی کا نشیب کوئی دو کوس کے بعد ایک کشادہ جنگل سے جا ملتا تھا اور اوپر کی طرف اس کا دوسرا سرا دو پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ درّہ دکھائی دیتا تھا۔

جنگل میں سپہ سالار قبائلی حملہ آوروں کو بہت خطرناک سمجھتا تھا اور دوسری طرف اسے کسی تنگ درّے میں گھر جانے کا خطرہ تھا۔اس نے فوج کو رکنے کا حکم دے کر ہراول دستے راستہ دیکھنے کے لیے دونوں طرف روانہ کر دیئے اور خود حملہ آوروں کا انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر میں اس کی فوج کے عقبی دستے بھی پہنچ گئے اور انہوں نے اطلاع دی کہ حملہ آور ان کے جوابی حملوں سے پسپا ہو گئے ہیں۔

ہراول دستے کو جو سپاہی وادی کے نشیب کی طرف گئے تھے جنگل میں داخل ہوتے ہی نیزوں کی بوچھاڑ کا سامنا کرنے کے بعد لوٹ آئے اور انہوں نے واپس آ کر اطلاع دی کہ یہ جنگل تیر اندازوں سے پٹا پڑا ہے۔

جو سپاہی وادی کے دوسرے کونے کی طرف گئے تھے انہوں نے ایک پہر کے بعد واپس آ کر اطلاع دی کہ وہ قریباً دس کوس تک دیکھ آئے ہیں۔وادی کا یہ سرا کہیں تنگ اور کہیں کشادہ ہے۔دونوں طرف پہاڑیاں کافی بلند ہیں۔راستے میں ہمیں دشمن کا کوئی سپاہی نہیں ملا۔چند چرواہوں نے بتایا ہے کہ یہ وادی دو دن کی مسافت کے بعد اس زرخیز علاقے سے جا ملتی ہے جہاں سے الکورا کے قبائل کی بستیاں شروع ہوتی ہیں۔

عیسائی سپہ سالار کو یہ راستہ بھی خطرناک دکھائی دیا لیکن اس وادی میں پڑاؤ ڈالنے کے بعد بھی اسے چاروں طرف سے گھر جانے کا خطرہ تھا۔اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر حملہ آوروں نے جنگل اور پہاڑ سے نکل اس سے ساتھ باقاعدہ جنگ نہ کی تو

بھی وہ شب خون مار کر اسے کافی نقصان پہنچاتے رہیں گے۔ اس کے سامنے سیرا نویدا کے بلند پہاڑ تھے۔ بائیں طرف جنگل تھا جس کو دشمن کو صاف کر کے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ عقب میں ڈھلوان تھی جس کی طرف اسے لوٹ کر اسے پھر ایک بار ان تنگ گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ جنہیں عبور کرتے ہوئے وہ کافی نقصان اٹھا چکا تھا۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ جنگل میں چھپی ہوئی فوج اس کے واپس مڑتے ہی پہاڑیوں پر پہنچ کر اس کا راستہ روک لے گی۔ ناچار اس نے دائیں ہاتھ مڑنے کا فیصلہ کیا۔ جب یہ وادی تنگ ہو جاتی پیادہ فوج کے سپاہی دشمن کے پتھروں اور تیروں سے محفوظ رکھنے کے لیے دونوں کناروں کی پہاڑیوں پر چڑھ جاتے اور جب یہ وادی کشادہ ہو جاتی تو وہ بلندی کے دشوار گزار راستے چھوڑ کر سواروں کے ساتھ آ ملتے۔ وہ شام تک اسی طرح چلتے رہے اور راستے میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔

رات ہو گئی لیکن فوج کے سپہ سالار کو پڑاؤ ڈالنے کے لیے کوئی موزوں جگہ نظر نہ آئی۔ رات کی تاریکی میں تھوڑی دیر چلنے کے بعد یہ تنگ وادی اور دونوں طرف کی پہاڑیاں بلند نظر آنے لگیں۔ تاریکی اس قدر زیادہ تھیں کہ پتھروں میں گھوڑے لڑکھڑانے لگے۔ بعض افسروں نے سپہ سالار کو مشورہ دیا کہ یہ وادی خدا جانے کہاں ختم ہو۔ ممکن ہے کہ ہم کسی ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ نہ ہو اور وہاں دشمن ہمارا انتظار کر رہا ہو۔ اس لیے بہتر ہے کہ یا تو ہم واپس مڑ جائیں یا گھوڑوں کو وادی میں چھوڑ کر پہاڑیوں پر چڑھ جائیں۔ رات اگر ہم پر کوئی غیر متوقع حملہ ہوا تو بھی ہماری حالت اس قدر مخدوش نہیں ہوگی۔ صبح کی روشنی میں اگر ہمیں واپس جانا پڑا تو بھی ہمارے پیادہ سپاہی پر چڑھ کر ہمارے راستے کی حفاظت کر سکیں گے۔

وہ ابھی یہ بحث کر ہی رہے تھے کہ اوپر سے ایک پتھر گرا۔ وہ بدحواس ہو کر تاریکی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد چند اور پتھر گرے اور زخمی ہونے والوں کی چیخیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی پتھروں کی بے محابا بارش ہونے لگی۔ سپہ سالار نے فوج کو پیچھے لوٹنے کا حکم دیا لیکن پتھروں کی بارش کا زور کم نہ ہوا۔ پتھروں کے شور اور زخمیوں کی چیخوں کے ساتھ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے ایک قیامت برپا کر دی۔ پہاڑیوں کے اوپر حملہ آور اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

سپہ سالار نے فوج کو تباہی سے بچانے کے لیے حکم دیا کہ وہ گھوڑوں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر چڑھ جائیں۔ لیکن اس ہنگامے میں بہت کم سوار ان کا حکم سن سکے اور جنہوں نے اس کی حکم کی تعمیل کرنے کی کوشش کی انہوں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا کہ چٹانوں پر چڑھنا آسان نہیں۔ اکثر سوار وادی کے کسی کشادہ حصے میں پہنچنے کی نیت سے گھوڑوں کی باگیں موڑ چکے تھے۔

صبح تک یہ فوج اس وادی میں بھٹکتی اور قیامت خیز تباہی کا سامنا کرتی رہی۔ تیس ہزار سپاہیوں میں سے بارہ ہزار پتھروں کا شکار ہو گئے۔ پانچ ہزار پہاڑوں پر چڑھ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے، باقی فوج واپس اس مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا لیکن انہیں سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ جنگل سے تازہ دم سوار نمودار ہوئے۔ ان کے سپہ سالار کے ہاتھ میں غرناطہ کا جھنڈا تھا۔ وہ آن کی آن میں گھوڑے اڑاتے ہوئے ان کے سر پر آ پہنچے۔ نصرانیوں کی تعداد اب بھی ان سے کم نہ تھی۔ انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک نقاب پوش کی قیادت میں پانچ ہزار مزید سوار ایک پہاڑی سے اترے۔ ان کے جھنڈے

پر عقاب کی تصویر تھی۔انہوں نے ایک ہی ریلے میں دشمن کی صفیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔میدان میں ''اسلام زندہ باد،غرناطہ زندہ باد،الزغل زندہ باد اور مجاہدین زندہ باد ''کے نعرے بلند ہونے لگے۔

فرڈی نینڈ کی فوج کے تین ہزار سواروں نے میدان چھوڑ کر جنگل کا رخ کیا۔ اور باقی فوج نے ہتھیار پھینک دیئے۔

قیدیوں میں دو ہزار کے قریب فرڈی نینڈ کے نائٹ اور فوج کے اعلی افسر تھے
۔

(۴)

ابو عبداللہ اتمام حجت کے لئے مالقہ کی طرف روانہ ہوا۔اسے معلوم ہو چکا تھا کہ الزغل مالقہ چھوڑ کر پہاڑوں کی جا چکا ہے اور مالقہ کی حفاظت کے لیے بہت تھوڑی فوج ہے۔اس کے علاوہ اسے یہ بھی تسلی تھی اگر وہ بہت جلد شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہوا تو بھی چند دن میں فرڈی نینڈ کی افواج پہاڑی قبائل کی سرکوبی کی مہم سے فارغ ہو کر اس کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گی۔لیکن الزیغری نے شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔الزیغری کی فوج کی تعداد تھوڑی تھی لیکن اس کے سپاہیوں میں ابو عبداللہ کے کرائے کے سپاہیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ جوش وخروش تھا۔ جب افواج آمنے سامنے ہوئیں تو الزیغری نے اپنی فوج کے سامنے ایک پر جوش تقریر کرتے ہوئے کہا:

''دشمن کی تعداد تم سے زیادہ ہے لیکن یاد رکھو
کہ غدار کبھی بہادر نہیں ہوتے۔آج تمہاری جنگ
اپنی بقا کے لیے ہے۔اگر میدان میں تمہارے

پاؤں اکھڑ گئے تو مالقہ پر ابو عبداللہ کے ہاتھوں سے
فرڈی نینڈ کا جھنڈا نصب ہو گا۔ خدا کی اعانت پر
بھروسہ کرو۔ یہ ملت فروش اور کرائے کے سپاہی
تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔ ابو عبداللہ کا
سب سے بڑا سہارا فرڈی نینڈ ہے لیکن تم یہ خوش
خبری سن چکے ہو کہ عقاب کی وادی میں اس کی آدھی
فوج مجاہدین کی مٹھی بھر جماعت کے ہاتھوں تباہ و
برباد ہو چکی ہے۔ انشاءاللہ آج کل میں تم یہ بھی سن
لو گے کہ سیرا نویدا میں اس کی باقی فوج کا بھی یہی
حشر ہوا ہے۔ مجاہدو! آگے بڑھو۔ آج کے دن خدا
نے فتح کے لئے جس گروہ کو منتخب کیا ہے وہ تمہارے
سوا کوئی نہیں''۔

ابو عبداللہ اور اس کے بیشتر ساتھی شہر کے محاصرہ کا خیال لے کر آئے تھے۔ الزیغری جیسے سرفروش کے ساتھ کھلے میدان میں نبرد آزما ہونا ان کی خواہش کے عین خلاف تھا۔ ابھی وہ شش و پنج میں تھے کہ الزیغری کی فوج کا ایک سالار گھوڑا بھگاتا ہوا میدان میں آیا اور اس نے بلند آواز میں کہا:

''مسلمان صرف حق کے لیے لڑتا ہے۔ اگر
تم میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے تو میں
اسے مقابلہ کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تمہارے دل یہ
گواہی دیتے ہیں کہ تم حق پر نہیں ہو تو یقین کرو کہ تم

ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے۔تم فرڈی نینڈ کی مدد
کے بھروسے پر آئے ہو لیکن یقین جانو اس کا ایک
سپاہی بھی تمہاری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔عقاب
کی وادی میں وادی میں اس کی آدھی فوج تباہ ہو چکی
ہے اور سیرا نویدا میں اس کی باقی فوج ہمارے
سالار اعظم کے گھیرے میں آ چکی ہے لیکن ابو
عبداللہ! اس کے باوجود اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو خود
میدان میں۔شاید تمہارا انجام ان گمراہ لوگوں کو راہ
راست پر لا سکے''۔

ابو عبداللہ نے اپنے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور ان کے چہروں پر مایوسی دیکھ کر کہا یہ جھوٹ ہے۔تم ان کی باتوں میں نہ آؤ۔فرڈی نینڈ کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔''

ابو عبداللہ کے اشارے پر ایک بربری سردار گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔ مالقہ کے مجاہد نے نیزہ بلند کیا اور گھوڑے کو ایک چکر دے کر حملہ کر دیا۔آن کی آن میں ابو عبداللہ کی فوج بربری سردار کو زمین پر تڑپتا دیکھ رہی تھی۔

الزیغری کی فوج س کے اشارے کی منتظر تھی۔الزیغری نے نیزہ بلند کرتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور مالقہ کے مجاہدین آندھی کی طرح ابو عبداللہ کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔

ایک ساعت کے بعد ملت فروشوں کا لشکر میدان میں چار سو لاشیں چھوڑ کر غرناطہ کا رخ کر رہا تھا۔الزیغری نے تھوڑی دور ان کا تعاقب کیا لیکن مالقہ کو غیر محفوظ

سمجھ کر لوٹ آیا۔

ابو عبداللہ کے غرناطہ پہنچنے سے پہلے اہل شہر کو سیرا نویدا اور عقاب کی وادی میں مسلمانوں کی شاندار فتح کی خبر مل چکی تھی۔بازاروں اور گلیوں میں جشن فتح منایا جا رہا تھا۔بعض لوگ مساجد میں جمع ہو کر الزغل کی درازیٔ عمر کی دعائیں مانگ رہے تھے اور بعض چوراہوں میں جمع ہو کر غرناطہ کے شعراء سے سرحدی جانبازوں اور قبائلی مجاہدین کی شان میں قصائد سن رہے تھے۔

ابو عبداللہ کے الحمراء میں داخل ہونے کے تھوڑی دیر بعد سارے شہر میں اس کی شکست کہ خبر مشہور ہو گئی اور لوگ محل کے دروازے کے سامنے جمع ہونے لگے۔ پہریداروں نے دروازہ بند کر دیا۔

محل میں داخل ہوتے ہی ابو عبداللہ کو اس کے نائب السلطنت نے بتایا کہ میں دونوں محاذوں پر عیسائی فوج کی شکست کی تصدیق کر چکا ہوں۔فرڈی نینڈ کی شکست خوردہ افواج کے چند سپاہی بھٹکتے ہوئے غرناطہ کے پاس ایک بستی میں پہنچ گئے تھے۔ بستی کا سردار انہیں میرے پاس لے آیا۔ان میں سے ایک وہ تھا جس کی فوج عقاب کی وادی میں تباہ ہو چکی تھی۔اور باقی وہ تھے جو سیرا نویدا میں الزغل کے حملے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔غرناطہ کی بہت سی چوکیوں کے محافظوں کی طرف سے بھی میرے پاس اس قسم کی اطلاعات پہنچی ہیں کہ انہوں نے میدان سے بھاگے ہوئے عیسائیوں کی کئی ٹولیاں دیکھی ہیں۔اہل شہر میں ان خبروں سے کافی جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے اور طلبا نے مفتی اعظم کے علاوہ آپ کے وفادار سرداروں کو قتل کر دیا ہے اور آپ کے ساتھ مہم پر جانے والے کئی سپاہیوں کے گھروں کو آگ لگا دی ہے۔

ابوعبداللہ نے تازہ صورت حالات پر غور کرنے کے لئے امراء کو دارالاسود میں جمع ہونے کا حکم دیا اور خود دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ ابو داؤد کو بلا لائے۔ غلام ابو داؤد کو بلانے چلا گیا تو عبداللہ اُٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد غلام نے واپس آ کر یہ اطلاع کہ ابو داؤد کہیں جاچکا ہے۔

ابوعبداللہ نے پریشان ہوکر پوچھا" کہاں"؟

غلام نے جواب دیا"اس بات کا صرف داروغہ کو علم ہے اورشرف باریابی کی بغاوت چاہتا ہے"

ابوعبداللہ نے کہا''اُسے جلدی بلاؤ''

تھوڑی دیر کے بعد الحمرا کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور ابوعبداللہ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہوگیا

ابوعبداللہ نے سوال کیا''تمہیں معلوم ہے ابو داؤد کہاں گیا ہے''؟

داروغہ نے جواب دیا''اُس نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہا ہے''

''وہ غرناطہ سے کہیں باہر گیا ہے''

''وہ یہاں سے بگھی پر روانہ ہوا تھا۔ اپنا ضروری سازوسامان بھی ساتھ لے گیا ہے''

''جاؤ اس کے گھر سے پتہ کرو نہیں میں خود جاتا ہوں'' ابوعبداللہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن داروغہ نے کہا''اس کا مکان خالی ہے''

''کیا کہا؟

وہ سب جا چکے ہیں

''ابو عبداللہ نے انتہائی بدحواسی میں داروغہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا'' وہ کب گئے''؟

''آج دوپہر کے وقت''

''تم نے اُنہیں روکا نہیں''؟

''آپ کے حکم کے بغیر میں یہ جرات کیسے کرسکتا تھا''

''اُن کے پاس کوئی ایلچی آیا تھا؟''

''نہیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ وہ عیسائیوں کی شکست کی خبر سُن کر پریشان تھے''

''کیا میرے لئے کوئی پیغام چھوڑ گئے ہیں؟''

''نہیں وہ یہ کہتے تھے کہ وہ آپ کے حکم کی تعمیل میں کہیں جا رہے ہیں۔الحمرا کے دروازے پر چونکہ لوگوں کا ہجوم تھا اس لئے اُنہیں عقبی دروازے سے باہر نکلنا پڑا۔وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ باہر کوئی اُنہیں دیکھ کر پہچان سکے اس لئے انہوں نے ایک مراکشی تاجر کا لباس پہن رکھا تھا''

ابو عبداللہ نے داروغہ کو رخصت کیا اور تھوڑی دیر تنہائی میں سوچنے کے بعد امراء کے کمرے میں داخل ہوا۔

ابو عبداللہ کے ساتھی شکست خوردہ ذہنیت کے وہ لوگ تھے جنھوں نے آنے والی جنگوں میں مسلمانوں کی شکست یقینی سمجھ کر اپنا مستقبل عیسائیوں کے ساتھ وابستہ کردیا تھا۔ابوداؤد اُنہیں یقین دلا چکا تھا کہ فرڈنیڈ وقت آنے پر اُنہیں اُن کی غداری کا صلہ ضرور دے گا لیکن فرڈنیڈ کی شکست اور ابوداؤد کے اچانک غائب ہو جانے سے اُن کی پریشانی کی کوئی حد نہ رہی

جب ابو عبداللہ دارالاسود میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہاں بہت سی

کرسیاں خالی ہیں۔ پوچھنے پر اُسے پتہ چلا کہ بعض امراعیسائیوں کی شکست کی خبر سُن کر روپوش ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ الزغل کے ساتھ جا ملے ہوں اور چند غرناطہ کے مظاہرین کے ساتھ مل گئے ہوں''

ابوعبداللہ نے حاضرین سے پوچھا''اب آپ کی کیارائے ہے''؟

وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بالآخر ایک سردار نے اُٹھ کر کہا

''سلطان معظم! الزغل کی افواج عنقریب غرناطہ کے دروازے پر کھڑی ہوں گی۔ عوام کے جوش وخروش کی یہ حالت ہے کہ اگر الحمراء کی حفاظت کے لئے ناقابل تسخیر فصیل اور آہنی دروازے نہ ہوں تو آج وہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ جن لوگوں پر ہمیں بہت زیادہ بھروسہ تھا وہ ان کی رہنمائی کرر ہے ہیں۔ ہماری فوج مالقہ کی شکست کے بعد الزغل سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اگر وہ غرناطہ پر قابض ہو گیا تو صرف سرحدی عقاب کے بدلے میں وہ ہم سب کو پھانسی پر لٹکا دے گا۔ ہمارے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ہم غرناطہ چھوڑ کر فرڈنیڈ نے اس مہم پر بہت تھوڑی فوج بھیجی تھی اور وہ اس شکست پر خاموش نہیں بیٹھے گا۔ سرِ دست غرناطہ ہمارے لئے غیر محفوظ ہے۔ اگر یہ محفوظ ہوتا تو ابوداؤد اچانک

اس طرح غائب نہ ہو جاتا۔ اب ہمارے سامنے
سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم الزغل کے انتقام
سے کس طرح بچ سکتے ہیں"۔

دوسرے امراء نے یکے بعد دیگرے اس تجویز کی حمایت کی۔ ابوعبداللہ سر جھکا کر دیر تک سوچتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔"اگر آپ سب کی رائے یہی ہے تو میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا"۔

سردار نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا"تو بہتر ہے کہ ہم بہت جلد یہاں سے نکل جائیں۔ میرے خیال میں رات کا وقت بہتر رہے گا لیکن آج مشتعل ہجوم الحمراء کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہے۔ اس لئے ہمیں کل رات کے لئے تیار رہنا چاہیئے"۔

ابوعبداللہ نے مجلس برخاست کی اور وزیر اعظم کو تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ کچھ دیر دونوں اپنے مستقبل کے متعلق مختلف تجاویز پر غور و خوض کرتے رہے
۔

ابوعبداللہ نے کہا"کیا آپ کو یقین ہے کہ فرڈنیڈ اس قدر نقصان اُٹھانے کے باوجود میرا کھویا ہوا تخت و تاج واپس دلانے کے لئے ایک اور جنگ کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کیا وہ ایک شکست خوردہ اور کمزور دوست کے لئے جنگ کرنے کے بجائے میرے چچا کو ایک طاقتور دشمن سمجھ کر اس کی طرف مصالحت کا ہاتھ نہیں بڑھائے گا؟ فرض کیجئے اگر والد اور چچا کے ساتھ مصالحت کی خواہش میں اُس نے مجھے اور میرے ساتھ آپ کو اُن کے حوالے کر دیا تو؟

وزیر نے سوچنے کے بعد کہا۔"اس بات کا فیصلہ مستقبل کے واقعات کریں

گے کہ ہمارا قدم صحیح تھا یا غلط، بہر حال ہم اپنا مستقبل فرڈنیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے ہیں۔ اب ہمارے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس کے پاس پہنچ جائیں۔ ابو داؤد وہاں پہنچ چکا ہے اور اس کی موجودگی میں اگر فرڈنیڈ، الزغل یا آپ کے والد کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ آپ پریشان نہ ہوں جب تک فرڈنیڈ اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام نہیں لیتا اسے ہماری ضرورت رہے گی''۔

الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آگے بڑھ کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ ''شمالی سرحد کا ناظمِ اعلیٰ شرف باریابی کی اجازت چاہتا ہے''۔

ابو عبداللہ نے داروغہ کی طرف دیکھا اور جھنجھلا کر کہا ''تمہیں معلوم نہیں کہ ہم اس وزیرِ اعظم کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں''۔

داروغہ نے کہا ''سلطان معظم! میں نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ ملاقات کے لئے مصر ہے۔ وہ کوئی اہم خبر لے کر آیا ہے''۔

وزیر نے کہا۔ ''لیکن وہ اس وقت الحمراء میں کیونکر داخل ہوا؟

داروغہ نے جواب دیا۔ '' آج شام سلطانِ معظم کی آمد سے تھوڑی دیر قبل شہر کی ایک معزز خاتون جنہیں ملکہ عالیہ نے ہر وقت الحمراء میں آنے کی اجازت دے رکھی ہے ملکہ عالیہ کے پاس اس کا کوئی پیغام لے کر آتی تھیں اور ملکہ عالیہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اُسے محل میں بلا لاؤں''۔

ابو عبداللہ نے پوچھا۔ ''ملکہ اس سے مل چکی ہیں؟''

''ہاں۔ اور انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے ملاقات کی اجازت حاصل کرلوں''۔

ابو عبداللہ نے پوچھا۔ ''وہ اس وقت کہاں ہے''

''وہ باہر دروازے پر کھڑا ہے۔وہ اس بات پر مصر تھا کہ میں اسے امراء کی مجلس میں ہی حضور کی خدمت میں پیش کردوں لیکن میں نے اُسے بڑی مشکل سے روکا۔وہ سخت پریشان ہے''۔

ابوعبداللہ نے کہا''اگر وہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ فرڈنیڈ کی افواج کو شکست ہو چکی ہے تو کہہ دو کہ ہم اس سے نہیں مل سکتے''۔

''سلطانِ معظم!وہ زخمی ہے اور ملکہ عالیہ کا ارشاد ہے کہ اس کا آپ سے ملنا اشد ضروری ہے''

ابوعبداللہ نے کہا''اچھا بلاؤ اُسے''

داروغہ سلام کرکے باہر نکل گیا۔تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیکل نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔اس کی پیشانی پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی اور گلے میں بندھے ہوئے رومال کے ساتھ وہ اپنے بائیں بازو کو سہارا دئے ہوئے تھا۔

''سلطان معظم!''اس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا''میں اس وقت آپ کے آرام میں مخل ہونے کی گستاخی پر معذرت چاہتا ہوں لیکن میرے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری تھا

ابوعبداللہ نے کہا تم زخمی ہو

اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔''یہ زخم معمولی ہیں میں آپ کی خدمت میں ایک افسوس ناک خبر لے کر آیا ہوں۔

ابوعبداللہ نے کہا''اگر تم یہ خبر لے کر آئے ہو کہ میرا چچا غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے یا فرڈی نیڈ کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگ گئی ہے تو تم ہماری معلومات میں اضافہ نہیں کرسکو گے''۔

''سلطان معظم! میں صرف اپنے علاقے کے متعلق کچھ کہنے آیا ہوں''۔

''وہاں لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کردی ہوگی۔ہمیں ایسی خبروں سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔تمہارے علاقہ کے باغی ہمارے خلاف غرناطہ کے باغیوں سے زیادہ پُرجوش نعرے نہیں لگاتے ہوں گے''۔

''نہیں میں باغیوں کی نمائندگی کرنے کے لئے نہیں آیا حضور کے کانوں تک مظلوموں کی آواز پہنچانے آیا ہوں۔شکست کھا کر بھاگنے والی عیسائی فوج نے انتقامی جذبہ کے تحت سرحد پر تباہی مچادی ہے۔انہوں نے ہماری پندرہ بستیاں جلا ڈالی ہیں۔لوگوں کے مال و متاع کے علاوہ چالیس کے قریب نوجوان لڑکیاں چھین کر لے گئے ہیں۔ سرحد پار کی بہت سی چوکیوں کے عیسائی سپاہی بھی ہمارے علاقہ میں داخل ہوگئے ہیں۔میرے پاس کل پانچ سو سپاہی تھے۔جن میں سے تین سو کے قریب مارے جاچکے ہیں ۔ حملہ آوروں کی تعداد میں ہر گھڑی اضافہ ہو رہا ہے اور وہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں میں سے ہر ایک کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں۔انہوں اعلان کئے بغیر ہمارے خلاف جنگ شروع کردی ہے۔سرحد کا علاقہ خالی ہو رہا ہے۔اگر ہم نے اس وحشت اور

بربریت کے طوفان کو فوراً نہ روکا تو دو تین دن میں
کئی ہزار پناہ گزین اپنے گھر بار چھوڑ کر غرناطہ پہنچ
جائیں گے۔

ابو عبداللہ نے کہا ان حالات میں تم مجھ سے کیا توقع رکھ سکے ہو؟

نوجوان نے قدرے ہوش کے ساتھ کہا۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا ۔میں سلطانِ معظم کے کانوں تک اپنی قوم کی ان بیٹیوں کی آواز پہنچا چکا ہوں جن کی عصمت لٹ رہی ہے، جن کے کم سن بچے اُن کے سامنے قتل کئے جارہے ہیں اگر سلطان معظم مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں تو میں یہ جواب دوں گا کہ ہمیں ان ڈاکوؤں اور لٹیروں کے خلاف فوراً اعلان جنگ کر دینا چاہیے۔

ابو عبداللہ نے کہا ''ہمارے لئے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مشتعل لوگوں کو الحمراء سے کیونکر دور رکھا جائے۔ اگر تمہیں ہماری مشکلات کا اندازہ نہیں تو خود جا کر دروازے کے سامنے جمع ہونے والے لوگوں کو دیکھ لو''۔

میں انہیں دیکھ چکا ہوں اور یہاں بھی ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ وہ سب یہ کہہ رہے ہیں کہ نصرانی ہمارے دشمن ہیں۔ انہوں نے ہسپانیہ میں اپنی مسلم رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے اور اب وہ مملکتِ غرناطہ میں بھی یہ کھیل کھیلنا چاہتے ہیں۔ ابو عبداللہ نے کہا ''تمہارے کان اس قدر تیز ہیں لیکن تم یہ نہیں سن سکتے کہ ابو عبداللہ غدار ہے۔ الحمراء کی اینٹ سے اینٹ بجا دو''۔

ناظم نے کہا ''میں سب کچھ سن چکا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے ہیں۔ وہ آپ کو اپنا محافظ اور نگران سمجھتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کا سلطان، ان کا محافظ اور نگران آنے والے خطرات کا مقابلہ کے لئے ان کی راہنمائی کرے گا۔ اگر

وہ آپ کو غیر سمجھتے تو قلعہ کے دروازے پر اسطرح جمع نہ ہوتے۔وہ مشتعل ہیں لیکن آپ کے چند الفاظ اُن کا جوش وخروش ٹھنڈا کر سکتے ہیں نہیں بلکہ اُن کے جوش کا رُخ دوسری طرف پھیر سکتے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر انہیں" اپنے سرحدی بھائیوں کی مصیبت کا علم ہو جائے اور ان کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ نصرانیوں کو اس ظلم کی سزا دی جائے گی تو ان میں سے ہر شخص آپ کے جھنڈے تلے لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو گا ورنہ۔۔۔؟

ابو عبداللہ نے ناظم کو مذبذب دیکھ کر سوال کیا "ورنہ کیا"۔

ناظم نے جواب دیا "ورنہ آپ جانتے ہیں کہ وہ اپنی تمام توقعات الزغل سے وابستہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔"

ابو عبداللہ نے کہا "وہ اپنی توقعات الزغل سے وابستہ کر چکے ہیں"

لیکن سرحد پر نصرانیوں کے طرزِ عمل نے یہ واضح کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے متعلق ان کے کیا ارادے ہیں۔اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ ہم ایک ہو جائیں۔ اگر اسی وقت آپ فوج کو سرحد کے حملہ آوروں کی سرکوبی کا حکم دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہر سپاہی کے بدلے میں غرناطہ کے عوام سے دس رضا کار مل جائیں گے۔یہ ہماری تمام گذشتہ غلطیوں کا کفارہ ہو گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کے چچا بھی پچھلی تمام رنجشوں کو بھول جائیں گے"۔

وزیر نے ابو عبداللہ کو متاثر ہوتا دیکھ کر کہا "سلطان معظم کے کسی فعل کو غلطی کہنا جرم ہے اور تم فوج کے ذمہ دار افسر ہو"۔

"اگر مجھے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ ہوتا تو شاید یہ باتیں میرے منہ سے نہ نکلتیں"۔

ابو عبداللہ نے کہا ''اس وقت ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ۔تم جا کر آرام کرو کل دیکھا جائے گا۔ناظم نے کہا ''سلطان معظم! میں فوراً سرحد پہنچنا چاہتا ہوں ۔اس وقت ہماری کئی بستیاں تباہ ہو چکی ہوں گی ۔اگر صبح تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے تو مجھے کم از کم فوج کے پانچ سو سوار دے دیجئے ۔مجھے یقین ہے کہ میں طلوع آفتاب سے پہلے کم از کم دو ہزار رضا کار تیار کر لوں گا۔لوگوں کو صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ عیسائیوں کے مظالم برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں''۔

وزیر نے کہا ''ہم فرڈی نینڈ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر چکے ہیں''۔

''اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں سلطان معظم سے پوچھے بغیر رضا کاروں کی ایک فوج لے کر چلا جاتا''

وزیر نے کہا ''ہم علی الصباح فرڈی نیڈ کے پاس اپنا ایلچی بھیج کر احتجاج کریں گے ۔مجھے یقین ہے کہ ہماری سرحد پر عیسائیوں کا یہ حملہ اسی کی مرضی اور علم کے بغیر ہے''۔

ناظم نے جواب دیا ''بکری کا احتجاج بھیڑیے کی خصلت نہیں بدل سکتا''۔

ابو عبداللہ نے بگڑ کر کہا ''تم جا سکتے ہو۔اگر ہمیں کسی وقت تمہارے مشوروں کی ضرورت ہوئی تو ہم تمہیں بلا لیں گے ۔اس وقت ہمیں آرام کی ضرورت ہے''۔

''تو کیا سلطان معظم کا یہ حکم ہے کہ ان بے کس لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیں؟

ابو عبداللہ نے زچ ہو کر کہا ''ہم نے ابھی تک تمہیں کوئی حکم نہیں دیا تم صبح تک انتظار کرو ۔کل تک تم ہمارے مہمان ہو'' ابو عبداللہ نے تالی بجائی ۔الحمراء کا داروغہ کمرے میں داخل ہوا ابو عبداللہ نے کہا انہیں مہمان خانے میں لے جاؤ۔

ناظم سرحد نے پریشانی اور اضطراب کی حالت میں وزیر اور سلطان کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر باہر نکل گیا۔

----------اختتام------حصہ اول---------



شاہین

حصہ دوم

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال 2006 www.Nayaab.Net

ترتیب



ہسپانیہ، تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں
اقبالؔ

ایک کروٹ

(۱)

وزیر اعظم کو رخصت کرنے کے بعد ابو عبداللہ انتہائی پریشانی کی حالت میں حرم سرا میں داخل ہوا جب وہ اپنی بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا تو ایک کنیز نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا ”ملکہ عالیہ اور حضور کی والدہ الحمراء کے بڑے دروازے کے بُرج میں تشریف فرما ہیں۔

ابو عبداللہ تذبذب کی حالت میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر بولا۔وہ مظاہرین کی آوازیں یہاں بیٹھ کر بھی سُن سکتی تھیں۔ابو عبداللہ کے الفاظ میں تلخی سے زیادہ بے بسی تھی۔

کنیز نے کہا ”اگر حضور کا حکم ہو تو انہیں حضور کی آمد کی اطلاع دی جائے“

ابو عبداللہ نے جواب دیا ”نہیں ہم خود وہاں جاتے ہیں“۔

ابو عبداللہ سر جھکائے گہری سوچ میں حرم سرا سے باہر نکلا دروازے کے پہرے دار حسب معمول اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے لیکن اُس نے مڑ کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ہم تخلیہ چاہتے ہیں پہرے دار لوٹ گئے۔ابو عبداللہ سنگ مرمر کی روش پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔

باہر مظاہرین کے نعرے اُسے صاف سنائی دینے لگے۔برج کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ رُکا اور تذبذب کی حالت میں دیر تک وہاں کھڑا رہا۔وہ اپنی بیوی کو اپنی زندگی کے ایک تلخ اور اہم فیصلے سے آگاہ کرنے جا رہا تھا اور ابھی تک اُسے خود بھی یہ یقین نہ تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر کہاں تک عمل کر سکے گا۔اس کی زندگی کے بہت تھوڑے لمحات ایسے تھے جو اس نے الحمراء کی چار دیواری سے باہر گزارے تھے

۔ یہی اس کی دنیا اور یہی اس کی جنت تھی اور اب حالات اُسے اس جنت کو خیر باد کہنے پر مجبور کر رہے تھیاس نے دل میں کہا کیا یہ ممکن ہے کہ میں جیتے جی الحمراء کو چھوڑ دوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ میرے لیے الحمراء کے دروازے ایک بار بند ہونے کے بعد پھر کھل جائیں۔ مجھے اس مقصد کے لیے فرڈی نیڈ کی مدد لینا پڑے گی۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور وہ خوشی سے میری مدد کرے گا۔ لیکن اب مجھے صرف اپنے چچا اور باپ کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنی رعایا کے خلاف بھی فرڈی نیڈ کی تلوار کا سہارا لینا پڑے گا۔ لیکن کیا ان شکستوں کے بعد فرڈی نیڈ صرف میرے لئے ایک ایسی جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے گا جس کے نتائج اس کے لئے بھی خطرناک ہو سکتے ہیں۔ کیا اس کی آخری شکست میری اور میرے ساتھیوں کی عبرتناک تباہی کا باعث نہ ہو گی؟ اور اگر اُسے فتح حاصل ہوئی تو کیا وہ مجھے اپنی فتح کے تمام انعامات کا حق دار تسلیم کر لے گا؟

وہ خود ہی ان سوالات کا جواب دے رہا تھا۔ ”ابو عبداللہ! تم غرناطہ کے آسمان پر ایک منحوس ستارہ ہو۔ فرڈی نیڈ کے ہاتھوں سے اپنے لئے غرناطہ کے بند دروازے کھلوانے کا یہ مطلب ہو گا کہ غرناطہ کے مسلمانوں کی تمام قوت مدافعت کچل دی جائے۔ الحمرا کے دروازے پر مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگا دئے جائیں۔ یہ لوگ جو اس وقت نعرے لگا رہے ہیں تمہارے اس تخت کا احترام نہیں کریں گے جو تمہیں فرڈی نیڈ کی مدد سے حاصل ہو گا۔ وہ تخت جس کے نیچے مسلمانوں کی لاشیں تڑپ رہی ہوں گی وہ تمہیں غدار کہیں گے۔ لیکن اب میرے سامنے صرف اپنی جان بچانے کا مسئلہ ہے۔ میں یہاں ایک یا دو سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ میرا چچا یقیناً غرناطہ پر حملہ کرے گا۔ یہ مشتعل لوگ اس کا ساتھ دیں گے اور پھر وہ میرے مفلوج باپ کو

کٹھ پتلی بنا کر غرناطہ پر حکومت کرے گا۔ کیا یہ ممکن نہیں کے اس مقصد کے حصول کے بعد وہ فرڈنیڈ سے صلح کر لے ۔ کیا فرڈنیڈ صرف میرے لئے اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دے گا۔ کیا وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھے الزغل کے سپرد نہیں کر دے گا؟ کیا میں نے اپنی خواہشات پر اپنے باپ تک کو قربان نہیں کیا؟ مالقہ کی معمولی فوج سے شکست کھانے کے بعد فرڈنیڈ کے دل میں میری کیا وقعت ہو گی؟

اس کے قسم کے پریشان خیالات کا رُخ بدلنے کے لئے وہ ابوداود کی جادو بیانی کا سہارا لیا کرتا تھا۔ ابوداؤد کی موجودگی میں اس نے کبھی زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی ۔اب تک اُس نے جو غلطیاں کی تھیں وہ زیادہ تر اس لئے تھیں کہ ابوداؤد نے اسے ان غلطیوں کے بھیانک پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ اسے سنجیدہ دیکھتا تو فوراً کہہ دیتا تاجدار اندلس کو اپنے دماغ میں ایسے خیالات کو جگہ نہیں دینی چاہیے۔ بادشاہوں کو ایسے مراحل سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ ایک حکمران کا دل بہت مضبوط ہونا چاہیے۔وہ ابوداؤد ہی تھا جس نے اس کی زندگی کی پُرسکون کشتی کے ساتھ بادبان باندھ کر اسے حوادث کے سمندر کی طرف دھکیلا تھا ۔اور وہ ابوداؤد ہی تھا جو ہر نئے بھنور میں اسے تسلی دیا کرتا تھا اور اب یہ کشتی اس خطرناک چٹان کے قریب پہنچ چکی تھی جسے ابوداؤد نے آج تک اپنے شاگرد کی آنکھوں سے اوجھل کر رکھا تھا۔

ابوعبداللہ آہستہ آہستہ پیچ در پیچ سیڑھیوں میں سے گزرتا ہوا اوپر پہنچا۔ برج کی گیلری میں اس کی والدہ اور بیوی کے علاوہ چند اور خواتین کھڑی نیچے جھانک رہی تھیں۔ مظاہرین کی چیخ و پکار کے باعث کسی کو ابوعبداللہ کے پاؤں کی آہٹ سنائی نہ دی ۔ وہ کچھ دیر گنبد کے نیچے خاموش کھڑا رہا۔ نیچے دروازے کے سامنے وسیع

میدان میں عوام کا بے پناہ ہجوم یہ نعرے لگا رہا تھا۔ ''ابوعبداللہ غدار ہے'' ابوعبداللہ قوم فروش ہے'' ابوعبداللہ کو پھانسی پر لٹکا دو۔ الحمرا کو جلا دو۔

بعض لوگوں کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں اور بعض اپنے نیزے اور تلواریں بلند کر رہے تھے۔ ابوعبداللہ نے اپنے دل سے سوال کیا۔ ''کیا فرڈی نیڈ کی مدد سے میں ان لوگوں پر حکومت کرسکوں گا'' ''نہیں نہیں'' اُس نے خود ہی جواب دیا'' یہ ممکن ہے کہ فرڈی نیڈ میرے لئے غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے اور غرناطہ کے ہر چوراہے پر ان لوگوں کی لاشوں کے انبار لگا دے لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ انہیں میری اطاعت پر مجبور کردے۔ کیا میرے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہوچکی ہے''۔ وہ اس خیال سے کپکپا اُٹھا۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا'' ابوعبداللہ! تمہارے لئے اب ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم اس تخت وتاج سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہوجاؤ۔ تم اُندلس کی سرزمین سے روپوش ہوجاؤ لیکن تم کہاں جاؤ گے؟ فرڈی نیڈ کے پاس؟ نہیں وہاں جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس کے ہاتھوں غرناطہ کو تباہ کروانے کا عزم کر چکے ہو۔ وہ تمہیں ہمیشہ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا رہے گا۔ تم اس کی خواہشات کی تکمیل سے انکار نہیں کرسکو گے اور اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اُندلس کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کیا جائے۔ تم بھیڑوں کی گلہ بانی کے لئے ایک بھیڑے کی مدد چاہتے ہو تم فرڈی نیڈ کے پاس نہیں جاؤ گے۔ آج تک تم اُس کے آلہ کار تھے اور وہ ابوداؤد بھی شاید اس کا آلہ کار تھا اور تم نے شاید اس شخص کے اشاروں پر ناچنے کی حماقت کی جو فرڈی نیڈ کا معمولی نوکر تھا۔ تمہیں اس پر بھروسا تھا لیکن جب وقت آیا وہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا تم اس کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھے۔ اُس نے تمہیں ابوموسیٰ کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا اور تم نے اپنے بہترین

دوست کو قید میں ڈال دیا۔ اُس نے تمہیں سرحدی عقاب کے قتل کا مشورہ دیا اور تم اندلس کے مسلمانوں کے ان کے بہترین دوست سے محروم کرنے پر آمادہ ہو گئے ۔ اس نے تمہارے ہاتھ میں مشعل دی اور تم اپنے خرمن میں آگ لگانے پر تیار ہو گئے ۔اُس نے تم سے وہ جرم کروائے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ تھے اور جب سزا کا وقت آیا تو وہ تمہیں غرناطہ کے عوام کی عدالت کے سامنے چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ابوعبداللہ کے دل میں پہلی بار ابو داؤد کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوا ۔وہ تصور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا اتالیق فرڈی نیڈ کے قریب بیٹھا ہوا اُس کی ہنسی اُڑا رہا ہے ۔وہ کہہ رہا ہے کہ ابوالحسن کا بیٹا میری اور آپ کی توقع سے زیادہ بیوقوف تھا۔ میں اس لئے چلا آیا کہ اب اس سے کوئی اور کام نہیں لیا جا سکتا تھا"۔

"کمینہ، دغا باز، ملعون ۔۔۔کاش میرے ہاتھ میں اس کی گردن تک پہنچ سکتے" ابوعبداللہ نے محویت کے عالم میں یہ الفاظ اس قدر بلند آواز میں کہے کہ وہ خواتین جو گیلری میں اُس کی آمد سے بےخبر کھڑی تھیں چونک پڑیں"

کچھ دیر تذبذب کے بعد ابوعبداللہ کی والدہ آگے بڑھی اور اُس سے دو تین قدم کے فاصلے پر کھڑی ہوگئی ۔ کچھ دیر ماں اور بیٹا چاند کی دھندلی روشنی میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

ابوعبداللہ نے نحیف آواز میں کہا" اگر اجازت ہو تو یہ مجلس برخاست کر دوں مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے"

ابوعبداللہ کی ماں نے مڑ کر خواتین کی طرف دیکھا اور وہ اس کا مقصد سمجھ کر نیچے اُتر گئیں ۔ابوعبداللہ کی بیوی بھی اُن کے پیچھے چل پڑی لیکن ابوعبداللہ نے کہا" بیگم ٹھہرو تم بھی"

وہ رک گئی اور گنبد کے ایک سرے پر کھڑی ہوگئی۔ چاند کی دھندلی روشنی میں ماں اور بیوی تینوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور نیچے ہجوم کے نعرے بتدریج بلند ہو رہے تھے۔ ابوعبداللہ غدار، ابوعبداللہ اسلام کا دشمن ہے۔ لیکن الفاظ کی نسبت ابوعبداللہ کے لئے اپنی بیوی اور ماں کی خاموش نگاہیں کہیں زیادہ نا قابل برداشت تھیں۔

ابوعبداللہ نے اس خاموشی کو نا قابلِ برداشت محسوس کرتے ہوئے کہا" غرناطہ کا غدار اپنی والدی اور اپنی بیگم کے سامنے کھڑا ہے اور یہ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے بھی غرناطہ کے عوام کی طرح اس کے لئے کوئی سزا تجویز کی ہے"

ابوعبداللہ کی ماں نے جواب دیا"غرناطہ کے غدار کی ماں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کو ہمیشہ اپنی چھاتی سے دودھ پلایا تھا اور وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کاش وہ عوام کے ہجوم کے سامنے جا کر انہیں یہ بتا سکتی کہ وہ ایک ایسی ماں کا بیٹا ہے جس کے بھائی اور جس کا شوہر اس کی عصمت کی قسم کھا سکتے ہیں"۔

اگر بُرج کا گنبد ٹوٹ کر اس کے سر پر آ گرتا تو بھی شاید عبداللہ اس قدر بوجھ محسوس نہ کرتا۔ اس نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہا" امی! آج میں اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کرتا ہوں میرے لئے سزا تجویز کیجئے مجھے کہئے کہ میں اس برج سے چھلانگ لگا دوں۔ مجھے کہیئے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ ڈالوں"۔

اولوالعزم ماں کو بیٹے کے یہ الفاظ متاثر نہ کر سکے۔ اس نے کہا" یہ تم صرف اس لئے کہ رہے ہو کہ مائیں صرف رحم کی التجائیں سن سکتی ہیں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتیں۔ ابوعبداللہ تم نے جس درخت کی آبیاری کی تھی وہ خاردار تھا۔

کاش! تمہاری ماں اس کے کانوں سے تمہارا دامن چھڑا سکتی۔تم اپنی غلطیوں سے نادم نہیں ان کے نتائج سے بدحواس ہو۔تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں تسلی دوں لیکن آج تمہاری ماں کو تمہیں تسلی دینے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔یہاں تک کہہ کر ابوعبداللہ کی ماں کی آواز بیٹھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

ابوعبداللہ نے آبدیدہ ہو کر کہا ''امی اب میرے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ میں کل تک یہاں سے چلا جاؤں گا اور پھر کوئی میری صورت نہیں دیکھے گا! اس نے بیگم سے پوچھنا چاہتا ہوں عائشہ! کیا تم میرا ساتھ دینا چاہتی ہو؟''

عائشہ ایک لمحے کے لئے خاموش رہی اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی'' آپ ہماری قوم کے دشمن کے پاس پناہ لینا چاہتے ہیں لیکن میں فرڈی نیڈ کے محل میں رہنے کی بجائے غرناطہ کے قبرستان میں دفن ہونے کو ترجیح دوں گی۔''

ابوعبداللہ کے ہونٹوں پر ایک دردناک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے اپنے آنسو چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا۔نیچے سے اب نعروں کی بجائے کسی کی تقریر سُنائی دے رہی تھی۔ابوعبداللہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا گیلری کی طرف بڑھا اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا چند مشعل برداروں کے درمیان ایک قدآور نوجوان کھڑا تقریر کر رہا تھا اور لوگ اس کے ہاتھ کے اشاروں پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے اُس کی آواز میں رعب اور کشش تھی۔ابوعبداللہ نے غور سے دیکھنے پر اسے پہچان لیا۔یہ وہ ناظم سرحد تھا جو تھوڑی دیر قبل اس کے دربار سے مایوس ہو کر نکلا تھا۔

(۲)

سرحد کا ناظم بلند آواز میں تقریر کر رہا تھا:۔

''تم جس عبداللہ کے خلاف نعرے لگا رہے

ہو وہ مر چکا ہے ۔وہ اس دن مر چکا تھا جب اس
نے اپنے باپ سے غداری کر کے غرناطہ کے تخت
وتاج پر قبضہ کیا تھا۔میں اس کی لاش دیکھ آیا ہوں۔
تمہارے نعرے اُس کی زندگی میں حرارت پیدا
نہیں کر سکتے ۔ایک مردہ لاش کو چابک رسید کرنے
سے کوئی فائدہ نہیں ۔ کاش تم اُس وقت آنکھیں
کھولتے جب تمہارے بعض سرداروں نے اس
لاش کو غرناطہ کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔آج وہ نصرانی
جنہیں خوش کرنے کے لئے ابوعبداللہ نے مالقہ پر
حملہ کیا تھا ہماری سرحدی بستیوں کو تباہ و برباد
کر رہے ہیں اور تم یہ محسوس کر رہے ہو کہ ابوعبداللہ
بے حس ہے لیکن تمہیں اس وقت اس کی بے حسی کا
احساس نہ ہوا جب اُس نے اپنے باپ کے خلاف
بغاوت کی تھی ۔تم نے ایک نااہل کو غرناطہ کے تخت
پر قابض ہوتے دیکھا اور خاموش رہے۔ابوعبداللہ
نے اپنا مستقبل ہماری قوم کے دشمنوں کے ساتھ
وابستہ کر دیا تھا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اسی قومی گناہ
میں تم بھی اس کے ساتھ شریک ہو۔تمہاری بے حسی
اور تمہاری مجرمانہ غفلت کے باعث غرناطہ کی
حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں آگئی جو فرڈی نیڈ

کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہے۔ اگر تم ابوعبداللہ کو
یہ احساس دلا سکتے کہ تم زندہ ہو اور تم اپنے مستقبل
کے متعلق آنکھیں بند نہیں کرو گے تو وہ یقیناً ایسی
غلطیاں کرنے کی جرات نہ کرتا۔ لیکن مجھے افسوس
ہے کہ تم اس جگہ جمع ہو کر ابوعبداللہ کی بے حسی کا ماتم
کر رہے ہو اور تمہاری اپنی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ
اس وقت سرحد پر عیسائی حملہ آور ہیں ہماری بستیاں
تباہ کر رہے ہیں وہاں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا
قتلِ عام جاری ہے۔ ہزاروں گھر جلائے گئے ہیں
اور سینکڑوں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی ہے۔ میں
تمہارے پاس اُن کی فریاد لے کر آیا ہوں اور تم
سے پوچھتا ہوں کہ میں تمہاری طرف سے اُن کے
پاس کیا جواب لے کر جاؤں؟ کیا میں واپس جا کر
تمہاری بے کس بہنوں کو تمہاری طرف سے یہ
جواب دوں کہ تمہاری عصمت کے رکھوالے اس
وقت الحمراء کے دروازے پر کھڑے ابوعبداللہ کو
گالیاں دینے کا مقدس فریضہ ادا کر رہے ہیں؟
میں تمہیں ابوعبداللہ کو بُرا بھلا کہنے سے منع نہیں کرتا
شاید فرصت کے وقت میں اس کے خلاف تم سے
زیادہ بلند آواز میں نعرے لگاؤں لیکن اب نعروں کا

وقت نہیں عمل کا وقت ہے۔"میرے دوستو! قوم کا راہنما قوم کے کردار کا آئینہ ہوا کرتا ہے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ابو عبداللہ بے حس ہے تو اس قوم کے متعلق کیا کہو گا جس نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کرلیا تھا۔ ابو عبداللہ بزدل ہے اور اس پر نصرانیوں کے خوف کا بھوت سوار ہے لیکن یہ درست نہیں کہ جب تک سرحد کے جانبازوں اور الزغل کے مجاہدین نے تم پر یہ ثابت نہیں کیا کہ مسلمان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔ تم بھی ابو عبداللہ کی طرح نصرانیوں سے خائف تھے اور اس سے قبل جب تک ابو الحسن نے زبردستی تمہیں میدانِ جنگ کی طرف نہیں گھسیٹا تھا تم نصرانیوں کے باجگزار رہ کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مطمئن تھے؟

یاد رکھو جب مستقبل کا مورخ یہ لکھے گا کہ ابو عبداللہ ایک غلط اندیش اور پست ہمت انسان تھا تو اُسے یہ بھی لکھنا پڑے گا کہ ابو عبداللہ کی قوم میں ذلیل انسانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا تھا جس نے اپنے مخلص، بہادر اور دانشمند حکمران سے غداری کرکے اس کے نالائق اور بزدل بیٹے کو اپنا راہنما تسلیم کرلیا ہے۔ میرے دوستو! ابو عبداللہ

سزا ہے تمہاری بداعمالیوں کی ۔ ابوعبداللہ تمہارے ان اکابرین کے ہاتھوں میں کھلونا ہے جو فرڈنیڈ کی غلامی کے طوق لعنت کو اپنا زیور سمجھتے ہیں ۔

ابوعبداللہ تمہارے جسم میں ایک ناسور ہے اور ناسور ہمیشہ اس جسم میں پیدا ہوتا ہے جس کا خون گندہ ہو چکا ہو جس درخت میں قوت نمو باقی نہ ہو اس جنگل کی بیلیں قبضہ جما لیتی ہیں ۔ جب تک تم اپنے جسم میں صالح خون پیدا نہیں کرتے تمہارے جسم پر ایسے ناسور ظاہر ہوتے رہیں گے ۔

یاد رکھو! اگر تمہارے دلوں میں زندہ رہنے کی خواہش ہے اور تم اپنی عزت اور آزادی کی قیمت ادا کرنا جانتے ہو تو ابوعبداللہ کی زندگی کی سرگزشت ایک انفرادی حادثہ بن جائے گی ۔ مورخ لکھیں گے کہ ایک آوارہ مزاج اور بدطینت شہزادے نے ایک قوم کو اس کے دشمن کے ہاتھ فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے ذلت کے سوا کچھ نصیب نہ ہوا لیکن اگر تم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا نہیں جانتے تو مستقبل کے مورخ لکھیں گے کہ وہ قوم ہی ذلیل تھی اور اس کا انجام وہی ہو جو کسی ذلیل قوم کا ہونا چاہیے تھا ۔ مٹنے والی قوموں

کی سب سے بڑی افسوسناک خصوصیت یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ حقائق کی تلخیوں کو کھوکھلے نعروں میں چھپایا کرتی ہیں۔ اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا سارا بوجھ کسی نا اہل فرد پر ڈال دیتی ہیں۔ ذرا غور کرو تم یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے قلعوں کے دروازے توڑنے کی بجائے الحمراء کا دروازہ توڑنا آسان ہے تم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے کہ تمہارا اس جگہ جمع ہونا ضروری تھا۔ نہیں بلکہ تم یہاں اس لئے جمع ہو کہ دشمن کے مقابلہ میں جنگ کی کلفتیں اُٹھانے کی بجائے یہاں کھڑے ہو کر شور مچانا آسان ہے اور یہ بات ابو عبداللہ کو بھی معلوم ہے کہ یہاں چند نعرے لگانے کے بعد تمہارا جوش وخروش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے۔ وہ جانتا ہے کہ تم وہ سیلاب نہیں جو اپنے سامنے آنے والی رکاوٹوں کو خس و خاشاک کر طرح بہا لے جاتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ تمہاری مثال جوہڑ کے پانی کی سی ہے جس میں پتھر پھینکنے سے ایک ہلکا سا موج پیدا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد وہی موت کا سکوت طاری ہو جاتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ابو عبداللہ کے خلاف

نعرے نہ لگاؤ لیکن یہ بھی تو دیکھو اس وقت تمہارے
گھر جل رہے ہیں ۔ تمہاری بہنوں اور بیٹیوں کی
عصمتیں لٹ رہی ہیں اور وہ یہ پوچھ رہی ہیں کیا تم
اسی قوم کے بیٹے ہو جو انسانیت کے محافظ بن کر
اُٹھتی تھی ۔ کیا تم ہی وہ غیرت مند ہو جن کی تلواریں
ظلم کے ہاتھ کاٹنے کے لیے بلند ہوتی تھیں؟
تمہاری مائیں یہ سوال کرتی ہیں کہ جوانمرد بیٹے
کہاں ہیں؟ تمہاری بہنیں یہ سوال کرتی ہیں کہ اس
وقت جب ظلم کے ہاتھ ہماری عصمت کی طرف
بڑھ رہے ہیں ہمارے غیور بھائی کہاں ہیں؟ اور
تمہارے بوڑھے یہ پوچھتے ہیں کہ ہماری سفید
داڑھیوں کی لاج رکھنے والوں کو کیا ہو گیا؟

کیا میں ان کے پاس تمہاری طرف طرف
سے یہ جواب لے جاؤں کہ تمہاری عزت، آزادی
اور عصمت کے نگہبان اس وقت تمہارے نالائق
حکمران کے خلاف نعرے لگانے میں مصروف ہیں
اور انہیں تمہاری طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں؟
خاموش کیوں ہو گئے؟ بولو" جواب دو"۔

ایک نوجوان جذبات سے مغلوب ہو کر آگے بڑھا اور اس نے مقرر کے قریب
پہنچ کر بلند آواز میں کہا" آپ میدان کی طرف راہنمائی کریں ہم میں سے کوئی ایسا

بے غیرت نہیں جو آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہو" دوسروں نے اس کی تقلید کی ۔تھوڑی دیر میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں ۔ "ہم سب تیار ہیں"! ہم دشمن سے انتقام لیں گے!

سرحد کے ناظم کا نام ابومحسن تھا۔اس سے قبل اُسے کبھی اس بات کا احساس نہ ہوا تھا کہ اُس کی زبان میں اس قدر تاثیر ہے۔لوگوں کا جوش وخروش دیکھ کر اُس نے ہاتھ اُٹھائے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔لوگوں کو اپنے الفاظ سے مسحور کرنے والا مقرر تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے۔ اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔وہ انتہائی کوشش کے بعد فقط یہ کہہ سکا "میرے اللہ میری قوم کو فتح دے"۔

تھوڑی دیر بعد ابومحسن پھر سنبھل چکا تھا۔اس نے عوام سے مخاطب ہو کر کہا "تم میں سے جو مسلح ہیں وہ قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔جو مسلح نہیں وہ فوراً اپنے ہتھیار لے کر یہاں پہنچ جائیں۔سرِ دست میں صرف نوجوانوں کو ترجیح دوں گا۔جو بڑی عمر کے ہیں انہیں ضرورت کے وقت بُلا لیا جائے گا۔آپ وقت ضائع نہ کریں ہمیں بہت جلد کوچ کرنا ہے۔

(۳)

تیسرے پہلے الحمراء کے دروازے کے سامنے پانچ ہزار مسلح رضا کار قطاریں باندھے کھڑے تھے اور ابومحسن گھوڑے پر سوار ان کی صفوں کا معائنہ کر رہا تھا۔ دروازے کے اوپر ابوعبداللہ اس کی بیوی اور والدہ بُرج میں کھڑے یہ تمام واقعات دیکھ رہے تھے ابوعبداللہ کی نگاہیں ایک تکلیف دہ احساس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ جب ابومحسن کی تقریر کے اختتام پر اس کی ماں نے یہ کہا "بیٹا! تم تھکے ہوئے ہو جاؤ

آرام کرو"۔تو ابوعبداللہ ضبط نہ کر سکا۔اس نے سراپا التجا بن کر کہا"امی! مجھے معاف کر دیجئے اور اب بتایئے مجھے کیا کرنا چاہیے۔

بہادر ماں نے بیٹے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اپنی بہو کی طرف دیکھا اور"عائشہ اپنے کنگن اُتار کر اپنے شوہر کو پیش کر دو۔تم غرناطہ کی ملکہ ہو جب سلطان غیر حاضر ہوتو ملکہ سلطنت کا بوجھ اُٹھایا کرتی ہے۔الحمراء کا دروازہ کھول دو اور اپنی رعایا سے کہو کہ میرے شوہر کی ماں نے اُسے دودھ پلانے میں بخل سے کام لیا ہے اور اس کے باپ نے بھی اُسے مردوں کے کھیل نہیں سکھائے لیکن غرناطہ کی ملکہ تیروں کی بارش میں تمہارا ساتھ دے گی۔

عائشہ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور پھر اپنی ساس سے مخاطب ہو کر کہا میں اپنے شوہر کو کنگن پیش نہیں کر سکتی لیکن اگر یہ مجھے اپنی تلوار پیش کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

ابوعبداللہ کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔اُس نے بلند آواز میں کہا" عائشہ! خدا کے لئے خاموش رہو"۔

ابوعبداللہ کی والدہ نے کہا"ہاں عائشہ! میرا بیٹا بہت حساس ہے اسے پریشان نہ کرو"۔

ابوعبداللہ نے انتہائی کرب کی حالت میں اپنی ماں اور عائشہ کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا جب تک سیڑھیوں سے اُترنے کی آہٹ سنائی دیتی رہی ساس اور بہو خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔تھوڑی دیر کے بعد عائشہ نے کہا"امی! اگر واقعی آپ کی اجازت ہو تو میں ان مجاہدوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں"۔

ابوعبداللہ کی ماں نے کہا ''بیٹی! ان باتوں کے بعد میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ابو عبداللہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا لیکن قدرت نے ہماری قسمت میں ذلت کے سوا کچھ نہیں لکھا تو میں عزت میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ دعا کرو کہ خدا! ابوعبداللہ کے بھٹکے ہوئے پاؤں کو صحیح راستے پر ڈال دے''۔

ساس اور بہو کچھ دیر باتیں کرنے بعد گیلری میں کھڑی ہو کر دروازے کے سامنے قطار در قطار کھڑے ہونے والے مجاہدین کی طرف دیکھنے لگیں۔ ابومحسن نے رضا کاروں کی صفوں کا معائنہ کرنے بعد محل کے دروازے کے سامنے گھوڑا روکا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

''مجاہدو! کچھ دن قبل میں یہ خیال کر رہا تھا کہ ہم اپنے زوال کی اس منزل تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے کوئی قوم دوبارہ نہیں اُٹھا کرتی لیکن الزغل اور سرحد کے مجاہدین کی شاندار فتوحات نے میری مایوسی کو اُمید میں بدل دیا ہے۔ تھوڑی دیر قبل جب میں آپ کے سامنے کھڑا تھا تو مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔ تاہم میں نے آپ سے کچھ کہنا ضروری سمجھا اور خدا معلوم میں کیا کچھ کہہ چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں تقریر کے فن سے ناآشنا ہوں لیکن آپ کا یہ جذبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ زندہ ہیں اور کوچ کرنے سے پہلے میں الحمراء کے آہنی دروازوں کے پیچھے آرام کی نیند سونے والے ابوعبداللہ تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہو کہ اے ابوعبداللہ میری قوم زندہ ہے تم اسے فرڈی نینڈ کا غلام نہیں بنا سکتے۔ تم وہ بدنصیب ہو جس نے اپنی غیور قوم کا ساتھ چھوڑ کر اپنا مستقبل ایک ذلیل دشمن کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ ابوعبداللہ! تمہاری قوم بہت فیاض ہے۔ اگر اب بھی تم راہ راست پر آجاؤ تو وہ تمہاری گزشتہ خطائیں معاف کر دے گی۔! آؤ اور بیشتر اس کے

کہ تمہارے لئے بخشائش کے تمام دروازے بند ہو جائیں اپنی قوم سے معافی مانگ لو ورنہ یاد رکھو تم زیادہ دیر اس محل میں آرام کی نیند نہیں سو سکو گے جس کی تعمیر میں قوم کے نوجوانوں کا خون اور ہڈیاں صرف ہوئی ہیں۔ تم اپنے جھوٹے وقار کی خاطر قوم کی عزت اور آزادی فروخت نہ کرو۔ خدا کی قسم جو عزت قوم دے سکتی ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا اور جسے قوم گرا دے گی اُسے کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔ غرناطہ کے لوگو! تم گواہ رہنا کہ ہم ابو عبداللہ کے محل کے آہنی دروازوں پر دستک دے کر جا رہے ہیں۔

ابو محسن کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک الحمراء کا دروازہ کھلا اور چند سپاہی ہاتھوں میں مشعلیں اُٹھائے نمودار ہوئے۔ اُن کے پیچھے پیادہ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا اور ان کے پیچھے بیس سوار تھے۔ سب سے آخر میں سفید گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا۔ اس کے سر پر سفید عمامہ تھا اور اس کے ہاتھ میں غرناطہ کا شاہی جھنڈا تھا۔ قلعہ سے باہر نکلنے والے باقی سوار اور سپاہی اس کے دائیں اور بائیں دو قطاریں بنا کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے دروازے سے باہر نکل کر گھوڑا روکا۔ تھوڑی دیر کے لئے جھجکا اور بالآخر ایک فیصلہ کن انداز میں اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ابو محسن کی طرف بڑھا۔ یہ ابو عبداللہ تھا! اس نے کہا ''ابو محسن! میرے متعلق تم نے جو کچھ کہا سب درست تھا لیکن ایک بات غلط تھی۔ اپنے محل کے آہنی دروازے بند کر کے کوئی حکمران آرام کی نیند نہیں سو سکتا۔ میں قوم کی عدالت کے سامنے حاضر ہوں۔ میں قوم سے رحم کی درخواست نہیں کرتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع دیا جائے۔ تم اس فوج کے سالار رہو۔ اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں بھی ان رضا کاروں کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ میں آج سے غرناطہ کے تخت کا دعویدار نہیں میرا چچا اور میرا والد غرناطہ پہنچ کر میرے لئے جو سزا تجویز کریں گے میں خوشی کے

ساتھ قبول کروں گا۔ایک لمحہ کے لئے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور پھر حاضرین دبی آوازوں میں ایک دوسرے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ابو محسن سکتے کے عالم میں ابو عبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ابو عبداللہ نے نحیف آواز میں کہا ابو محسن میں جانتا ہوں میرا جرم نا قابل تلافی ہے۔میں قوم کی عدالت کے سامنے کھڑا ہوں۔قوم سے کہو کہ میری بوٹیاں نوچ ڈالے۔میں قوم سے رحم کی التجا نہیں کرتا لیکن تم مجھے اگر ساتھ لے چلو تو ممکن ہے کہ میرے خون کے چند قطرے میرے دامن کی سیاہی دھو سکیں۔

ابو محسن نے حاضرین کی طرف دیکھا اور ابو عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کی قوم تشکر کے آنسوؤں سے آپ کے دامن کی سیاہی دھو رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد پانچ ہزار سپاہی شہر کے مغربی دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ابو عبداللہ اور ابو محسن سب سے آگے تھے۔شہر سے تھوڑی دور باہر اس فوج نے صبح کی نماز ادا کی۔دوبارہ کوچ کرنے سے پہلے ابو محسن نے ابو عبداللہ کو ایک طرف لے جا کر کہا۔میں نے سنا ہے کہ ابو موسیٰ آپ کی قید میں ہے۔اگر یہ درست ہے تو اس فوج کی قیادت کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔اگر آپ کو ابھی تک خیال نہیں آیا تو اب بھی ہم زیادہ دور نہیں آئے۔

ابو عبداللہ نے انتہائی پریشانی کی حالت میں ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا۔ابو موسیٰ الحمراء میں نہیں۔۔۔اور میں جنگ سے واپس آنے سے قبل اس کے متعلق شاید کسی سوال کا جواب نہ دے سکوں۔۔۔۔بہر حال تم تسلی رکھو کہ ابو موسیٰ زندہ ہے اور میں وقت آنے پر اس کے سامنے پیش ہو کر کہوں گا کہ ابو موسیٰ! تمہارا مجرم تمہارے سامنے کھڑا ہے۔میرے لیے سزا تجویز کرو اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت میرا نامہ اعمال اس قدر سیاہ نہیں ہو گا۔اس وقت اگر وہ مجھ سے دور نہ بھی ہوتا تو بھی

مجھے اُس کے سامنے جانے کی ہمت نہ پڑتی ۔میں چاہتا ہوں کہ جب میں اُس کے سامنے جاؤں تو میرا دامن میرے خون سے تر اور میرا چہرہ زخموں سے داغدار ہو اور مجھ میں فقط یہ آخری الفاظ کہنے کی ہمت ہو ۔ابو موسیٰ! تمہارا مجرم اب ایک بڑی عدالت کے سامنے جارہا ہے کیا تم اس کا گناہ معاف نہیں کرو گے؟۔

ابو محسن ! ابو عبداللہ کے الفاظ سے زیادہ اُس کی آواز سے متاثر ہو رہا تھا ۔تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ابو عبداللہ نے ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے دل کا حال سمجھ سکتے ہو لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے ابو موسیٰ کے متعلق پوچھا تو شاید میرا کوئی بیان ان کو تسلی نہ کر سکے۔

ابو محسن نے کہا آپ تسلی رکھیں ۔اس وقت یہ لوگ فقط اتنا جانتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ہیں ۔وہ اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے''۔

(۴)

الزغل نے اپنی شاندار فتوحات کے بعد مالقہ میں پڑاؤ ڈال کر اپنی فوج کو ازسرِ نو منظم کیا ۔اور غرناطہ کا رُخ کرنے سے پہلے اپنے بھتیجے ابو عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ ابھی تک تمہارے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے ۔اب تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ تم نے عیسائیوں کے ساتھ جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ پوری نہیں ہو سکتیں ۔ہم کھلے دروازوں غرناطہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ۔لیکن اگر تم نے مزاحمت کی تو یقین رکھو کہ الحمراء کے آہنی دروازے ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتے''۔

الزغل کے ایلچی نے واپس آکر بتایا کہ غرناطہ میں اُن کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔اور ابو عبداللہ سرحد پر حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو چکا ہے ۔ایلچی نے الزغل کو ابو الحسن کی بیوی کا خط پیش کیا اور کہا'' ملکہ عالیہ نے یہ خط سلطان

معظم کی خدمت میں بھیجا ہے۔الزغل ایلچی سے چند سوالات پوچھنے کے بعد اٹھا اور ابوالحسن کے پاس پہنچا۔بوڑھا سلطان بسترِ علالت پر زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہا تھا۔اس کی بینائی جواب دے چکی تھی۔اپنے بیٹے کے متعلق غیر متوقع خبر سُن کر وہ بستر سے اٹھ بیٹھا۔کیا یہ درست ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟وہ اپنے بھائی سے بار بار پوچھ رہا تھا۔''نہیں نہیں۔تم ایلچی کو بلاؤ مجھے یقین نہیں آتا۔''

الزغل نے کہا ملکہ نے یہ خط بھیجا ہے۔''

ابوالحسن نے بیقرار ہو کر کہا کیا لکھا ہے ملکہ نے مجھے پڑھ کر سناؤ۔الزغل نے خط کھول کر پڑھا۔مختصر سی تحریر کا مفہوم یہ تھا۔

میرے آقا!میری ماتا نے مجھے ابوعبداللہ سے مایوس نہ ہونے دیا اور میں نے الحمراء میں ٹھہرنا ضروری سمجھا قدرت نے میری دعاؤں کو اس وقت شرف قبولیت بخشا جب میں چاروں طرف سے مایوس ہو چکی تھی۔ابوعبداللہ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔اور میری ماتا مجھے دھوکا نہیں دیتی تو اس کا مقصد اپنی غلطیوں کی تلافی کے سوا اور کچھ نہیں۔غرناطہ آپ کے لئے چشم براہ ہے۔اگر آپ فوراً پہنچ سکیں تو الزغل کو بھیج دیں۔مجھے ڈر ہے کہ سرفروشوں کے علاوہ ابوعبداللہ کے ساتھ وہ لوگ بھی جا چکے ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔منافقین کا یہ گروہ آخری وقت تک ابوعبداللہ کو بہکانے کی کوشش کرے گا اس لئے ابو عبداللہ کی آمد سے قبل غرناطہ پر قبضہ کر لینا ضروری ہے۔

اگلی صبح الزغل نے فوج کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔بدر بن مغیرہ اور اس کے جانباز سپاہی عیسائیوں کو شکست دینے کے بعد انہیں شمال اور مشرق کی سرحدوں سے دور رکھنے کے لئے عقابوں کے مسکن میں پہنچ چکے تھے۔بشیر بن حسن کو ابوالحسن کے

علاج کے لئے مالقہ ٹھہرنا پڑا۔

اپنی علالت کے باوجود ابوالحسن غرناطہ پہنچنے پر مُصر تھا۔ الزغل کو مجبوراً بگھی پر اس کے سفر کا انتظام کرنا پڑا۔ مالقہ کی حفاظت الزیغری کے سپرد کی گئی۔

الزغل کی فوج فتح اور کامرانی کے پرچم لہراتی ہوئی غرناطہ میں داخل ہوئی۔ شہر کے دروازے سے لے کر الحمراء کے دروازے تک الزغل کے گھوڑے کے سامنے پھولوں کی سیج بچھی ہوئی تھی۔ ابوالحسن کی علالت کے باعث معمولی رفتار سے ایک بگھی پر سفر کرنے کی وجہ سے ابھی غرناطہ سے کئی منزل دور تھا تاہم لوگ ''الزغل زندہ باد'' کے ساتھ ساتھ سلطان ابوالحسن زندہ باد کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔

لوگوں کے جوش و خروش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شمال مغربی سرحد سے ابو عبداللہ کی شاندار فتوحات کی خبریں سُن چکے تھے۔ محاذ جنگ سے غرناطہ میں خبریں لانے والے لوگ انہیں یہ بتا چکے تھے کہ ابو عبداللہ سرحد کو حملہ آوروں سے پاک کرنے کے بعد دشمن کے علاقے میں داخل ہو چکا ہے اور چند قلعوں پر قبضہ کر چکا ہے۔

الزغل کو یقین تھا کہ تازہ شکست کے بعد فرڈی نیڈ کی فوج ایک لمبی تیاری کے بغیر کسی وسیع پیمانہ پر نقل و حرکت نہیں کر سکتی اس لئے اُس نے ابو عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں چند دنوں تک فوج کو از سرِ نو منظم کر کے تمہاری مدد کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال تم دشمن کے علاقہ میں پیش قدمی کرنے کی بجائے سرحد کے کسی محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر دشمن کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ جاری رکھو۔ فیاض چچا نے اپنے بھتیجے کو یہ لکھا کہ تم اپنی گزشتہ خطاؤں کا کفارہ ادا کر چکے ہو اور جب تم واپس آؤ گے تو اپنے والد اور چچا کو غرناطہ کے عوام سے کم فیاض نہیں پاؤ گے۔ ابوموسیٰ لاپتہ

ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہوگا لیکن محاذ سے آنے والے لوگوں نے ہمارے اس خیال کی تصدیق نہیں کی۔ وہ کہاں ہے؟ ۔غرناطہ کے لوگ اُس کے متعلق بہت بے چین ہیں۔

(۵)

چار دن کے بعد غرناطہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی غرناطہ کے لوگوں کو یہ الم ناک خبر ملی کہ ابوعبداللہ دشمن کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہو چکا ہے اور غروبِ آفتاب تک غرناطہ کے لوگوں کو اس خبر کی بہت سی تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔

غرناطہ میں الزغل کی آمد سے خوفزدہ ہو کر چند غدار سردار اور ان کے ساتھی ابوعبداللہ کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے۔ باقی غداروں نے بھی جب یہ دیکھا کہ غرناطہ کے لوگوں پر اُن کی اس تبدیلی کا ایک خوشگوار ردِ عمل ہوا ہے تو وہ بھی غرناطہ چھوڑ کر ابوعبداللہ کو ساتھ لے کر فرڈی نیڈ کی پناہ میں چلے جائیں۔ لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا کہ تازہ فتوحات نے ابوعبداللہ کی ذہنیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی پیدا کر دی ہے تو انہوں ایک سازش کی۔ ایک شام ابوعبداللہ فرڈی نیڈ کے ایک قلعے پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس کے فوج کے دو جاسوس جو اُن غداروں کے آلہ کار تھے یکے بعد دیگرے اس کے پاس پہنچے۔ ایک نے اُسے اطلاع دی کہ کوئی ہزار نصرانیوں کی ایک فوج مغرب کی طرف سے اس قلعے کا رُخ کر رہی ہے۔ دوسرے نے یہ خبر دی کہ اس نے شمال کی طرف نصرانیوں کے دو ہزار سپاہیوں کو دیکھا اور ان کا رخ بھی اس قلعے کی جانب ہے۔ یہ اطلاعات سننے کے بعد جب ابوعبداللہ نے مجلس شوریٰ بلائی تو منافقین نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ ہمیں ان لوگوں کو قلعے کا محاصرہ کرنے کا موقع

دینا چاہیے۔ ممکن ہے کہ فوج آگے بڑھ کر ہمارے رسد و کمک کے راستے کاٹ دے اور ایک دو دن کے بعد ایک بڑی فوج آ کر قلعے پر حملہ کر دے۔

ابو محسن نے رات کے وقت قلعے سے نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کی مخالفت کی۔ اُس نے کہا۔ اگر بفرض محال دشمن ہمیں نرغے میں لے بھی لے تو بھی ہم کم از کم تین ہفتے قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس دوران میں غرناطہ سے ہمیں کمک پہنچ جائے گی۔ لیکن غداروں نے عبداللہ کے جذبات کو اُکسایا اور اُس نے رات ہوتے ہی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ایک حصہ ابو محسن کی قیادت میں مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ اور دوسرا ابو عبداللہ کی قیادت میں شمال کی طرف چل پڑا۔ غداروں کی بہت بڑی اکثریت ابو عبداللہ کے ہمراہ تھی۔

ابو محسن نے اپنے جاسوس کی راہنمائی میں رات کے وقت مغرب کی طرف کوئی بیس کوس علاقہ چھان مارا لیکن دشمن کا کوئی سراغ نہ ملا۔ تنگ آ کر اُس نے جاسوس کو کوسنا شروع کر دیا۔ تیسرے پہر اُس نے تھکے ہوئے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔ اور واپس قلعے کا رُخ کیا۔ صبح کے وقت جب ابو محسن قلعے سے چار کوس دور تھا اُسے سپاہیوں کا ایک گروہ دکھائی دیا جو ابو عبداللہ کے ساتھ رات کے وقت گئے تھے۔

ابو محسن کا ماتھا ٹھنکا وہ فوج کو رُکنے کا حکم دے کر اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا آگے بڑھا۔ جب وہ اس گروہ کے قریب پہنچا تو ایک نوجوان نے جس کی قبا پر خون کے نشان تھے، اس کے سوالات کا انتظار کئے بغیر کہا ”ہمیں شکست ہوئی۔ یہ ایک سازش تھی۔ ہماری فوج میں غدار ہم سے زیادہ تھے۔ جاسوس نے ہمیں ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جو چاروں طرف سے دشمن کے تیروں کی زد میں تھا اور منافقین نے دشمن کا نعرہ سنتے ہی ابو عبداللہ سے کہا ہم نرغے میں آ چکے ہیں۔ اب لڑائی بے سود ہے۔ جب ہم نے

ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا تو وہ ایک طرف ہو گئے جب دشمن نے گھات سے نکل کر ہم پر حملہ کیا تو کچھ دیر وہ خاموش کھڑے رہے اور پھر دشمن کے ساتھ شامل ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں ہمارے آٹھ سو نوجوان قتل ہو گئے اور ہمارے لئے بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

ابو محسن نے کہا۔ اور ابو عبداللہ۔۔۔۔۔۔۔۔؟

نوجوان نے جواب دیا۔ لڑائی کے وقت وہ ہمارے ساتھ تھا۔ چند آدمیوں نے اُسے گھوڑے سے گرتا ہوا دیکھا تھا۔ میرے خیال میں اُسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک سازش تھی۔ کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارے ساتھ منافقین کی اتنی بڑی تعداد شامل ہو چکی ہے۔

ابو محسن نے کہا۔ ہمیں بھی دھوکا دیا گیا۔ ٹھہرو میں اس جاسوس سے پوچھتا ہوں

۔

ابو محسن نے فوج کے قریب واپس پہنچ کر ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد پوچھا۔ وہ جاسوس کہاں گیا؟

سپاہیوں نے ادھر اُدھر دیکھنے اور ایک دوسرے سے سوال کرنے کے بعد جواب دیا اُسے صبح کی نماز کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔

ابو محسن نے مایوس ہو کر کہا۔ اب ہمارے لئے اپنی سرحد کا رُخ کرنے کا سوا کوئی چارہ نہیں۔

فوج کی شکست اور ابو عبداللہ کے لاپتہ ہو جانے کی خبر ابوالحسن کی زندگی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا جھونکا ثابت ہوئی۔ غرناطہ پر ایک بار ادبار کے بادل چھا گئے۔ اگلے دن ایک دردمند نے ابوالحسن کا جنازہ دیکھ کر کہا۔ غرناطہ کے

آسمان نے کئی بادشاہوں اور کئی شہنشاہوں کے جنازے دیکھے ہیں لیکن اس مجاہد کی لحد میں غرناطہ کے مستقبل کی ہزاروں امیدیں بھی سو جائیں گی۔

ان واقعات کے بعد اندلس میں ہلال وصلیب کی جنگ کچھ عرصہ کے لئے سرد پڑ گئی۔ ربیع الثانی ۸۹۰ھ میں فرڈی نیڈ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ صوبہ مالقہ پر یورش کر دی۔ اس کی پیش قدمی اس قدر اچانک تھی الزغل اپنی پوری قوت مدافعت بروئے کار نہ لاسکا۔ تاہم بقوان اور رُندہ کے قلعوں پر قبضہ کرنے کی کوشش میں عیسائیوں کو بھاری نقصانات اُٹھانا پڑے اور انہیں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ فرڈی نیڈ کی فوج پسپا ہوتے ہوئے سرحد کے اہم قلعہ مثینل پر حملہ کیا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ الزغل نے دشمن کو شکست دینے کے بعد جوابی حملہ کیا اور ان کے بہت سے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا۔

الزغل کو اس بات کا احساس تھا کہ جب تک وہ خود فرڈی نیڈ کی مملکت میں داخل ہو کر اُسے ایک فیصلہ کن شکست نہیں دیتا عیسائیوں کے حملے جاری رہیں گے۔ لیکن ایک بڑی جنگ کی تیاری کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔ جنوب مشرقی اور شمال مشرق کی سرحدوں پر سرحدی عقاب کا پہرا تھا اور اس طرف سے اُسے پوری تسلی تھی۔ جنوب میں مالقہ کی حفاظت کے لئے الزیغری جیسا تجربہ کار جرنیل موجود تھا۔ ایک بڑی مہم کے لئے تمام وسائل بروائے کار لانے لئے الزغل کا مرکز میں رہنا ضروری تھا۔ اس لئے شمال مغربی سرحد کی حفاظت کے لئے ابو محسن کو منتخب کیا اور خود غرناطہ پہنچ کر تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

(۶)

ابوعبداللہ دشمن کے قیدی کی حیثیت میں قسطلہ پہنچا۔ اُسے یقین تھا کہ فرڈنیڈ

اس کے لئے بدترین سزا تجویز کرے گا لیکن جب پہریدار اسے محل کے سامنے لائے تو فرڈنیڈ، اس کا ولی عہد اور امرائے سلطنت محل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ فرڈی نیڈ نے چند قدم آگے بڑھ کر ابو عبداللہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ابو عبداللہ نے اضطراری حالت میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

فرڈی نینڈ نے اپنے اُمراء کی طرف دیکھا اور کہا۔''تم کیا دیکھ رہے ہو غرناطہ کے بادشاہ کی تعظیم کرو۔یہ ہمارے مہمان ہیں''۔اور امراء نے ابو عبداللہ کی تعظیم میں سر جھکا دئے۔

فرڈی نینڈ ابو عبداللہ کی بغل میں اپنا ہاتھ دئے محل کے اندر داخل ہوا۔ملاقات کے کمرے کے دروازے کے سامنے چند خواتین کے درمیان ملکہ ازابیلا کھڑی تھی۔ فرڈی نیڈ نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا۔''ملکہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جسے دیکھنے کے لئے تم مدت سے بےقرار تھیں۔ابو عبداللہ کا چہرہ ابھی تک یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہمارا قیدی سمجھتا ہے۔تم اسے یقین دلاؤ کہ یہ ہمارا مہمان ہے جس کا راستہ ہم ایک مدت سے دیکھ رہے تھے۔''

ملکہ ازابیلا نے کہا ہمارے سپاہیوں نے انہیں راستے میں تکلیف تو نہیں۔ فرڈی نیڈ نے جواب دیا۔ہماری طرف سے انہیں ہدایت تھی کہ ہمارے دوست کا بال بیکا نہ ہو۔لیکن اگر ہمیں پتہ چلا کہ راستے میں انہیں کوئی تکلف ہوئی ہے تو ہم انہیں بدترین سزا دیں گے۔

امراء دروازے سے کچھ دور کھڑے رہے۔اور فرڈی نیڈ، ازابیلا اور ولی عہد، ابو عبداللہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔جب وہ چاروں ایک نصف دائرے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے تو فرڈی نیڈ نے کہا۔آپ کے تمام ساتھیوں کو شاہی مہمان

خانے میں جگہ دی گئی ہے۔اور آپ کے لئے ہم نے اپنے محل کے بہترین کمرے منتخب کئے ہیں

ابو عبداللہ نے بیتاب سا ہو کر کہا۔ایسی دل لگی شاید فرڈی نیڈ کی شان کے شایان نہ ہو۔میں اپنی سزا کا حکم سننے کے لئے تیار ہوں۔

فرڈی نیڈ نے کہا۔ہم ایک بار دوستی کا ہاتھ بڑھا کر واپس نہیں کھینچا کرتے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ کیا مجبوری کی حالت میں کیا۔ ہماری بات پر یقین کیجئے کہ آپ کے علاقے پر ہمارے سپاہیوں کا حملہ ہمارے احکام کی خلاف ورزی تھی ۔وہ اپنی شکست سے بوکھلائے ہوئے تھیا اور آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم نے آپ کے ساتھ بدعہدی کی ہے۔اس صورت میں آپ ان کے ساتھ لڑنے بلکہ ایک انتقامی جذبے کے ماتحت ہمارے علاقہ پر حملہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ ہمیں اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا ہے کہ ہمارے چند بے وقوف آدمیوں کی افسوس ناک حرکت نے ہمارے اس حلیف کو ہم سے بدظن کر دیا ہے جسے ہم اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ہم ان لوگوں کے لئے بدترین سزائیں تجویز کر چکے ہیں

ابو عبداللہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے میزبانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڈی نیڈ نے کہا۔آپ کو ابھی تک ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا۔شاید ایک شخص آپکی تسلی کر سکے۔

فرڈی نیڈ ولی عہد کی طرف متوجہ ہو۔شہزادے! کسی کو حکم دو کہ ابو داؤد کو بلا لائے۔

ابو داؤد! ابو عبداللہ نے چونک کر کہا۔

فرڈی نیڈ نے جواب دیا۔ہاں وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اور اُس کا یہ مطالبہ

ہے کہ ہم آپ کو آپ کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس دلانے کے لئے فوراً کوئی قدم اُٹھائیں لیکن اب اس مقصد کے لئے ایک لمبی تیاری کی ضرورت ہے۔

ابوعبداللہ کے دل میں ابوداؤد کے متعلق بہت سے شکوک پیدا ہو چکے تھے لیکن ایک کمزور انسان ہر طاقت ور انسان کو اپنا آخری سہارا فرض کر لیتا ہے۔ ابوعبداللہ نے ابوداؤد کو اپنی کشتی کا ملاح منتخب کیا تھا۔ اُس کے روپوش ہو جانے کے بعد وہ ابو محسن کی تقریر سے مرعوب ہوا اور اب پھر وہ زندگی کے نئے موڑ پر کھڑا تھا۔ اس احساس کے باوجود کہ اُس کی زندگی کی تمام تلخیاں ابوداؤد کی پیدا کردہ تھیں۔ ابوعبداللہ کو یہ یقین تھا کہ ابوداؤد سے ہم کلام ہوتے ہی اُسے ذہنی کوفت سے نجات مل جائے گی۔ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹوں نے اُس کے دل میں وہ خطرناک عزائم جنہیں وہ غرناطہ سے نکلتے وقت ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ چکا تھا پھر ایک بار بیدار کر دئے تھے۔ وہ فرڈی نیڈ کا آلہ کار بننے سے گھبراتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی احساس تھا کہ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹیں کسی نہ کسی دن اُسے پھر ان ٹھکراتی ہوئی راہوں پر دھکیل دیں گی۔ ابوداؤد کے الفاظ اس کے ضمیر کی آواز کو دبا لیں گے۔ الغرض ایک کمزور آدمی میں منافقت کے سوئے ہوئے جذبات پھر بیدار ہو رہے تھے اور وہ اپنے ضمیر کو لوریاں دینے کے لئے ایک بڑے منافق کے سہارے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ ابوعبداللہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ میں اس بے ایمان سے کہوں گا کہ تم نے مجھے رسوا کیا، تم نے مجھے اپنی ہی قوم کا غدار بنایا۔ میں بیوقوف تھا لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ تم مجھے تباہی کے راستے کی طرف مت دھکیلو۔ مجھے غرناطہ کے تخت کی ضرورت نہیں۔ لیکن نہیں شاید میں اپنے مقدر کے خلاف جنگ نہ کر سکو۔ شاید میری تقدیر کے ستارے میری مرضی

کے خلاف مجھے غرناطہ لے جائیں اور میں فرڈی نیڈ کا آلہ کار بننے پر مجبور ہو جاؤں۔ نہیں نہیں میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ مجھے غلط راستہ نہ بتاؤ۔ میں قوم فروشوں کی جماعت میں نام نہیں لکھوانا چاہتا۔ لیکن فرڈی نیڈ نے یہ کہا کہ وہ مجھے اپنی قوم کا آزاد حکمران دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ وہ میرے سامنے فرڈی نیڈ کے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے لیکن یہ ضروری نہیں کہ میں ان لوگوں کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کروں۔ میں انہیں غلط فہمیوں میں مبتلا رکھوں گا اور یہاں سے موقع ملتے ہی فرار ہو جاؤں گا۔ ابو داؤد کمرے میں داخل ہوا اور ابو عبداللہ نے محسوس کیا کہ وہ کسی بھیانک خواب سے بیدار ہوا ہے۔ ابو عبداللہ غیر ارادی طور پر اُٹھ کھڑا ہو گیا۔ ابو داؤد نے مصحافہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اُس کے چہرے کی مسکراہٹ اپنے شاگرد سے یہ کہہ رہی تھی۔ مجھ سے چُھپ کر کہاں جاؤ گے بیٹا! میں تمہارے دل کا حال جانتا ہوں۔

الزغل کی مایوسی

(۱)

بدر بن مغیرہ ایک پہاڑی قلعہ میں مقیم تھا۔ایک شام وہ قلعے کے صحن میں کھڑا اپنے گرد جمع ہونے والے سپاہیوں اور افسروں کو رات کے لئے ہدایات دے رہا تھا کہ ایک سرپٹ سوار قلعے کے اندر داخل ہوا۔بدر بن مغیرہ سے چند قدم کے فاصلے پر اس نے باگیں کھینچ کر گھوڑا روکا۔بدر بن مغیرہ نے دو تین قدم آگے بڑھ کر کہا۔بشیر! معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے۔

بشیر بن حسن نے گھوڑے سے اُتر کر بدر بن مغیرہ سے مصافحہ کیا اور بولا میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جسے غرناطہ کے لوگ اچھی سمجھتے ہیں لیکن میں اس کے متعلق بہت پریشان ہوں۔منصور کہاں ہے؟

وہ ابھی نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں گیا ہے۔آج اُس کی باری ہے۔وہ تیاری کر رہا ہوگا۔چلو اُس کے پاس چلتے ہیں۔یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوا۔تمہیں عشاء کی نماز کے بعد ہدایات مل جائیں گی۔

بدر اور بشیر سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد دوسری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے کمرے میں شمع جل رہی تھی اور منصور زرہ بکتر پہنے ایک کرسی پر پاؤں رکھ کر موزے کے تسمے باندھ رہا تھا۔بشیر بن حسن کو دیکھ کر آگے بڑھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔بشیر یہ بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آج رات میں زخمی ہو جاؤں تو میرا علاج کون کرے گا؟

بشیر بن حسن نے کہا۔قسطلہ کے اسلحہ خانہ میں ابھی تک وہ تلوار نہیں بنی جو منصور کو زخمی کر سکے۔

تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے ۔منصور نے بشیر بن حسن سے سوال کیا۔اہل غرناطہ ہمارے نقاب پوش کے متعلق بہت پریشان ہوں گے۔

ہاں اب غرناطہ کی ہر محفل میں سرحدی عقاب کی جگہ سرحدی نقاب پوش نے لے لی ہے۔

تو انہیں ابھی تک بدر کی موت کا یقین ہے۔

فوج کے بعض افسروں کو شک ہے کہ یہ زندہ ہیں ۔اور بھی بہت سے لوگ مجھ سے کرید کرید کر پوچھتے تھے اور میں یہ جواب دے کر خاموش ہو جاتا ھتا کہ مجاہد ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

بدر نے کہا اچھا اب وہ خبر سُناؤ جس کے متعلق غرناطہ کے لوگ خوش تھے اور تم پریشان ہو۔

بشیر نے کہا۔ابوعبداللہ فرڈی نیڈ کی قید سے فرار ہو کر غرناطہ پہنچ چکا ہے اور الزغل نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ بیرونی خطرات سے نجات حاصل کرتے ہی غرناطہ کا تخت اپنے بھتیجے کے حوالے کر دے گا۔سردست اسے لوشہ کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔کیا یہ صحیح ہے؟ الزغل ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔

بشیر نے جواب دیا۔اگر یہ غلطی ہے تو الزغل اس کا ارتکاب کر چکا ہے۔میں ابو محسن سے ملا تھا وہ یہ کہتا تھا کہ سرحد پر حملہ کرنے سے پہلے وہ فرڈی نیڈ کی پناہ لینے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا۔حالات کی مجبوری نے اُسے رضا کاروں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا۔اُس کی نیت پر میں شک نہیں کرتا لیکن وہ ایک متلون مزاج نوجوان ہے۔موجودہ حالات میں اُسے کوئی ذمہ داری سونپنا خطرے سے خالی نہیں ۔اس کے علاوہ ابوداؤد کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فرڈی نیڈ کے پاس پہنچ چکا ہے

اور وہ ایک ایسا آدمی ہے جو ابوعبداللہ کو ہر بُرے سے بُرے کام پر آمادہ کر سکتا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے پوچھا۔اور غرناطہ کے لوگ اس پر خوش ہیں؟

ہاں! اُن کی نگاہوں میں ابوعبداللہ کے دامن کی سیاہی دُھل چکی ہے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بے چین ہیں لیکن وہ بھی کسی عملی مخالفت کے لئے تیار نہیں ۔

کیا موسیٰ کے متعلق ان کی بے چینی دور ہو چکی ہے؟

ابوعبداللہ نے اس کے متعلق یہ مشہور کر دیا ہے کہ وہ اس کی قید سے فرار ہو گیا تھا۔

الزغل کے سامنے اُس نے چند گواہ پیش کر دئے تھے۔

اور الزغل نے اس بات پر یقین کر لیا۔

میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر وہ فرار ہوتا تو یقیناً آپ کے پاس آتا لیکن الزغل نے کہا۔ابوموسیٰ بے حد غیور تھا اور ابوعبداللہ اس کا بچپن کا دوست تھا۔یہ ممکن ہے کہ ابوعبداللہ کی بدسلوکی کے بعد اس نے غرناطہ میں کسی کو منہ دکھانا گوارا نہ کیا ہو۔شاید وہ مراکش چلا گیا ہو قرطبہ سے اس کے خاندان کے بہت سے افراد مراکش ہجرت کر چکے ہیں۔میں اُس کی تلاش کر رہا ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابوعبداللہ نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے تو میں اُسے نیک سلوک کا مستحق نہیں سمجھوں گا۔

بدر بن مغیرہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔منصور! تم غرناطہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

منصور نے جواب دیا۔لیکن میں تو حملے کی تیاری کر چکا ہوں اور سرحد پر سپاہی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔

تمہاری جگہ میں چلا جاؤں گا۔

لیکن آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔آپ کل ساری رات گھوڑے پر تھے۔

تمہارا فوراً غرناطہ پہنچنا ضروری ہے۔الزغل کے پاس میرا خط لے جاؤ۔اسے ہماری طرف سے غیر مبہم الفاظ میں کہہ دو کہ ہماری جنگ کسی سلطان، امیر یا بادشاہ کے لئے نہ تھی۔ہماری قربانیوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنا کر اپنے منتشر شیرازے کو اکٹھا کریں اور باقی اندلس کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو نصرانیوں کی غلامی سے نجات دلائیں۔ابوالحسن اور اس کے بعد ہم نے الزغل کو اپنا امیر اسی مقصد کے لئے تسلیم کیا تھا۔لیکن ابو عبداللہ کو آزمایا جا چکا ہے۔ایک چچا کی حیثیت میں الزغل کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نالائق بھتیجے کی ہر خطا معاف کر دے لیکن اُسے یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ قوم سے یہ کہے کہ یہ ملت فروش توبہ کر چکا ہے اس لئے تم اسے اپنا حاکم تسلیم کر لو۔الزغل سے کہو اگر ابو عبداللہ خلوص دل سے تائب ہو چکا ہے تو بھی وہ ایک بے جان لاشہ ہے اور وہ اس لاشے کو اس قوم کے کندھوں پر نہ لادے جو موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہے۔وہ اپنی زندگی میں اپنا فرض پورا کرے اور اپنے بعد امیر کا انتخاب ان لوگوں پر چھوڑ دے جو غرناطہ کی آزادی اور مسلمانوں کے ناموس کے لئے اپنی جانیں پیش کر چکے ہیں۔مجھے ابو عبداللہ سے پرخاش نہیں۔اس نے مجھے دھوکا دے کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔میں اُسے معاف کر سکتا ہوں لیکن میں قوم کی امانت اس شخص کے سُپرد کرنے کے خلاف ہوں اُسے ایک بار دھوکا دے چکا ہوں۔اگر ابو عبداللہ نے سرحد سے چند حملہ آوروں کو نکال کر تبدیلی قلب کا ثبوت دیا ہے تو اس کا زیادہ سے زیادہ صلہ یہ ہو سکتا تھا کہ اسے اس کی گزشتہ خطاؤں کی سزا نہ دی جائے لیکن اسے لوشہ کا حاکم اور غرناطہ

کے تخت کا وارث تسلیم کر لینا ایک ایسا انعام ہے جس کا وہ کسی صورت مستحق نہیں ۔

منصور نے کہا۔ میں جانتا ہوں الزغل کیا جواب دے گا۔ وہ یہ کہے گا اگر میں ابو عبداللہ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ نہ کرتا تو لوگ یہ کہتے کہ میری جدوجہد ذاتی اقتدار کے لئے تھی ۔اس کے علاوہ میں انتشار سے ڈرتا ہوں ۔ابو عبداللہ کے حامی غرناطہ میں خانہ جنگی شروع کروا دیں گے ۔

بدر بن مغیرہ نے کہا ۔ابو عبداللہ کے ساتھ اس سے زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا ہوسکتا تھا کہ اُس کے گلے میں پھندا ڈال کر اُسے غرناطہ کے بازاروں میں نہیں گھسیٹا گیا ۔الزغل سے کہو کہ وہ ایسے لوگوں کی رائے کو کوئی وقعت نہ دے جن کی خود فریبی کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک آزمائے ہوئے غدار سے تعمیر ملت کا کام لینا چاہتے ہیں ۔اور اتحاد کا یہ مطلب نہیں کہ گھوڑے اور گدھے کو ایک ہی بگھی میں جوت دیا جائے ۔اگر پچاس سپاہی اپنے کندھوں پر پچاس لاشیں اُٹھا لیں تو وہ سو سپاہی نہیں بن جاتے ۔خانہ جنگی کو روکنے کا یہ طریقہ نہیں کہ نا اہل آدمیوں کے ہاتھوں میں اقتدار سونپ دیا جائے بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسی رائے عامہ پیدا کی جائے کہ نا اہل لوگ اقتدار کی کرسیوں کی طرف دیکھنے کی جرات نہ کریں ۔وہ قوم جو زندہ رہنا چاہتی ہو، غداروں کی سرکوبی کرتی ہے ۔انہیں رشوتیں دے کر خوش نہیں کرتی ۔

منصور نے کہا ۔آپ خط لکھیں میں غرناطہ جانے کے لئے تیار ہوں ۔

(۲)

چند دن منصور الزغل کی طرف سے بدر بن مغیرہ کے خط کا یہ جواب لایا

میرے عزیز! تمہارا خط مجھے اُس وقت ملا ۔

جب ابو عبداللہ ہم پر آخری ضرب لگا چکا تھا ۔ابو

عبداللہ نے لوشہ دشمن کے حوالے کر دیا ہے ۔فرڈی نیڈ کے آٹھ ہزار سپاہی اس شہر میں داخل ہو چکے ہیں ۔میری نیت بری نہ تھی لیکن شاید قدرت سیاسی غلطیاں معاف نہیں کرتی ۔تمہارے سامنے اور قوم کے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ۔

لوشہ پر نصرانیوں کا قبضہ ہمارے سینے پر خنجر سے کم نہیں ۔شاید غرناطہ کے دن گنے جا چکے ہیں ۔اگر تم میرے پاس ہوتے تو میں شاید اتنی بڑی غلطی نہ کرتا اور اب ایک دل شکستہ بوڑھا تمہاری اعانت کا محتاج ہے ۔اپنے لئے نہیں غرناطہ کے لئے غرناطہ کے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے نہیں مسلمانوں کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے ۔

اپنی اعانت کے لئے میں تمہیں ابھی غرناطہ نہیں بلاتا ۔تم غرناطہ کی آخری امید ہو ۔تم اس ڈوبتی کشتی کا آخری سہارا ہو اور میں تمہیں شر سے محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں ۔عقاب کی وادی ہمارا آخری حصار ہے ۔تم اگر سرحد پر اپنے حملے تیز کر دو تو دشمن کی توجہ دو محاذوں پر مبذول ہو جائے گی اور میں لوشہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کرونگا ۔

میرے خیال میں فرڈی نیڈ کے نزدیک عقاب کی وادی کی اہمیت غرناطہ سے کم نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے تمہارے علاقے پر حملہ کرے۔اس لئے اپنی تیاریوں کو تیز کردو میرے بیٹے! ہماری کوتاہیوں سے بددل ہو کر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھنا۔اگر تم مایوس ہو گئے تو مجھے ڈر ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کی امید کے چراغ طلوع سحر سے پہلے گل ہو جائیں گے۔

بدر بن مغیرہ، بشیر اور منصور ایک انتہائی مغموم فضاء میں کچھ دیر الزغل کے مکتوب کی روشنی میں غرناطہ اور اُندلس کے مسلمانوں کے مستقبل پر تبصرہ کرتے رہے۔اس کے بعد منصور بن احمد نے اپنی جیب سے ایک اور خط نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا یہ خط مجھے ابو عبداللہ کی بیوی نے دیا تھا اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ جب تک آپ کے دل سے لوشہ کے نکل جانے کا اضطراب دور نہ ہو جائے میں خط پیش نہ کروں۔انہوں نے خدشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ آپ اس غلط فہمی میں آکر میں نے اپنے شوہر کی وکالت کی ہو گی اس خط کو پڑھنے سے پہلے نہ پھاڑ ڈالیں۔

بدر بن مغیرہ نے منصور کے ہاتھ سے خط لے کر بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔تم پڑھو۔

بشیر نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا:

میرے قابل فخر بھائی! میں نے چچا کی اجازت سے آپ کا مکتوب پڑھ لیا تھا اور چچا آپ کے مکتوب کا جواب بھی دکھا چکے ہیں۔اُنہوں نے سارا گناہ اپنے سر لے لیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ

اس قومی گناہ میں زیادہ حصہ میرا ہے اگر میں چچا کو یہ یقین نہ دلاتی کہ میرا شوہر خلوص دل سے تائب ہو چکا ہے تو وہ یقیناً اس پر اعتماد کرنے سے قبل اُسے اچھی طرح آزما کر دیکھتے ۔ ملکہ نے اپنے کی سفارش کی اور میں نے اُن کی تائید کی اور اب آپ کی خدمت میں میں یہ مکتوب اس لئے لکھ رہی ہوں کہ کہیں آپ کو چچا کی نیت پر شبہ نہ ہو جائے ۔

میں اُندلس میں آپ کی ان لاکھوں بہنوں میں سے ایک ہوں جن کے ناموس کی حفاظت کے لئے آپ نے تلوار اٹھائی ہے اور یقین کیجئے کہ مجھے الحمراء کی چاردیواری کی نسبت آپ کی تلوار پر زیادہ بھروسہ ہے ۔کیا آپ کی ایک بہن ندامت کے آنسو بہانے کے بعد آپ سے یہ توقع رکھ سکتی ہے کہ آپ اس کی پہلی اور آخری غلطی معاف کر دیں گے اور خدا شاہد ہے کہ جب میں آپ کو بھائی کہتی ہوں تو میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرا اور آپ کا رشتہ خون کے رشتے سے مضبوط ہے ۔

آپ کی بہن عائشہ

بدر بن مغیرہ نے منصور کی طرف متوجہ ہو کر سوال کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو عبداللہ کی بیوی ابھی تک غرناطہ میں ہے ۔

ہاں ابوعبداللہ اسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصر تھا لیکن اُس نے ماں سے کہا کہ جب تک جنگ کا خطرہ باقی ہے میری بہو کو الحمراء سے باہر نہیں جانا چاہیے۔

(۳)

لوشہ میں عیسائیوں کی پندرہ ہزار فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابوعبداللہ نے غرناطہ کے مختلف شہروں میں اپنے جاسوس بھیج دیئے اور فرڈی نیڈ کی عطا کردہ دولت سے منافقین کے ضمیر خریدنے کی مہم شروع کر دی۔ وہ لوگ جو پہلے ہی اپنی توقعات فرڈی نیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے تھے اب زیادہ پر امید ہو گئے اور ابوعبداللہ کی قوت میں آئے دن اضافہ ہونے لگا۔

اس کے علاوہ عافیت پسندوں کی وہ جماعت جو ہر قیمت پر امن چاہتی تھی عوام میں یہ تبلیغ کرنے لگی کہ اگر غرناطہ کے مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جنگ جاری رکھی تو اس کی سزا وہ اندلس کے باقی مسلمانوں کے دیتے رہیں گے۔ اندلس عیسائیوں اور مسلمانوں کا مشترکہ وطن ہے اور عیسائی چونکہ قوت اور تعداد میں زیادہ ہیں اس لئے ہمیں اُن کی سرپرستی تسلیم کر لینی چاہیے۔ وہ یقیناً اپنے ہم وطنوں پر ظلم نہیں کریں گے۔ یہ مسلمانوں کا وہم ہے کہ انہوں نے عیسائیوں کی حکومت تسلیم کر لی تو انہیں نگل جائیں گے۔ اگر مسلمان کے دل میں ایمان ہے تو اُسے کسی سے خطرہ نہیں۔

ابوعبداللہ کے متعلق یہ لوگ عوام کو یہ سمجھاتے تھے کہ وہ فرڈنیڈ کے ساتھ مصالحت کر کے اندلس کے باقی مسلمانوں کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے۔ فرڈی نیڈ نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اور ابوعبداللہ جانتا ہے کہ اگر ہم نے اس وقت اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دیا تو کل وہ ایک فاتح کی حیثیت میں ہمارے ساتھ

نیک سلوک نہیں کرے گا۔

عیسائیوں کی فوج کے ساتھ ابو داؤد بھی لوشہ پہنچ چکا تھا۔ اس نے چند دن حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرڈ نیڈ کو لکھا کہ اب غرناطہ پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا موقع ہے۔ فرڈی نیڈ نے بذات خود لوشہ پہنچ کر فوج کی قیادت سنبھال لی اور اچانک البیرہ اور مشینل کے قلعے فتح کرنے کے بعد صخرہ کا محاصرہ کرلیا۔ الزغل اپنی ایک تہائی فوج غرناطہ میں چھوڑ کر صخرہ کی طرف بڑھا اور شہر سے چند میل دور پڑاؤ ڈال دیا۔ چند دن فریقین میں معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اہل شہر قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے اور الزغل دشمن کے عقب سے معمولی حملوں پر اکتفا کرتا رہا۔ شمال مشرق میں بدر بن مغیرہ نے اچانک ایک وسیع پیش قدمی شروع کردی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبورا صخرہ کا محاصرہ اُٹھالیا اور اس کے ساتھ ہی فرڈی نیڈ کو اطلاع ملی کہ شاہِ فرانس نے زبردست لشکر کے ساتھ پیرینیز کی طرف پیش قدمی شروع کردی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبوراً صخرہ کا محاصرہ اٹھالیا اور دس ہزار فوج کو شمال کی طرف پیش قدمی کرنے والے مجاہدین روکنے کے لیے بھیج دیا۔ لوشہ البیرہ اور شینل کی حفاظت کے لئے جس قدر فوج کی ضرورت تھی وہ اس نے ابوعبداللہ کے پاس چھوڑ دی اور خود شاہ فرانس کے حملہ کے خطرے کی روک تھام کے لئے واپس چلا گیا۔

(۴)

شاہ فرانس کے ساتھ صلح کرنے کے لئے فرڈی نیڈ نے پادریوں کا ایک وفد اس کے پاس بھیجا اور اُسے اس بات کا احساس دلایا کہ غرناطہ اور ہسپانیہ کی جنگ ہلال وصلیب کی جنگ ہے اور اس نازک موقع پر صلیب کے دو علم برداروں کی لڑائی سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔ قسطلہ اور فرانس کے بشپ نے ایک دوسرے کی

بغل گیر ہو کر دو بادشاہوں کو مصافحہ کرنے پر مجبور کردیا ۔فرانس کے بادشاہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے ثواب میں حصہ دار بننے کے لیے دو ہزار سوار اور بیس بحری جہاز فرڈی نیڈ کے سپرد کر دئے۔

فرڈی نیڈ کو مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ جت تک وہ مالقہ پر قبضہ نہیں کر لیتا غرناطہ کی قوت نہیں ٹوٹے گی۔ مالقہ غرناطہ کی اہم ترین بندرگاہ تھی اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہ غرناطہ کے تمام ساحلی علاقہ پر قابض ہوسکتا تھا۔اس صورت میں المیریہ کی بندرگاہ کے سوا وہ اندلس اور مراکش کے درمیان تمام راستے کاٹ سکتا تھا اور مسلمانوں کی اس اُمید کو خاک میں ملا سکتا تھا کہ اسلامی دنیا اُن کی پشت پر ہے ۔اُسے یقین تھا کہ مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کے مسلمان یہ محسوس کریں گے کہ وہ عیسائیوں کے رحم وکرم پر ہیں۔مالقہ سے وہ سیرانویدا کے سرکش قبائل کی سرکوبی کرسکتا تھا۔فرانس سے بیس جہاز مل جانے کے باعث اس کا بحری بیڑہ مضبوط ہو چکا تھا۔اس نے ابوعبداللہ کو لکھا کہ میری فوج اچانک مالقہ پر حملہ کرے گی اور مالقہ کی اہمیت کے پیش نظر الزغل فوراً غرناطہ چھوڑ کر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔تم کسی مزاحمت کے بغیر غرناطہ پر قبضہ کرسکو گے۔

چند دنوں کے فرڈی نیڈ کا بحری بیڑہ مالقہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور وہ خود بھی فوج کے ساتھ جنوب مغرب سے ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مالقہ کا رُخ کر رہا تھا۔ مالقہ پر بحری حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ نصرانی فوج نے معمولی مزاحمت کے بغیر ساحل پر اُتر کر شہر کا محاصرہ کرلیا۔

الزغل کی ساری توجہ لوشہ کی طرف تھی۔اُسے اچانک مالقہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اسن نے غرناطہ کو مٹھی بھر سپاہیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر مالقہ کا رُخ کیا لیکن وہ

ابھی مالقہ سے ایک منزل دور ہی تھا کہ اُسے یہ اطلاع ملی کہ ابوعبداللہ آٹھ ہزار فوج کے ساتھ غرناطہ کا رُخ کر رہا ہے۔ وہ مایوسی کی حالت میں اپنی فوج کا بیشتر حصہ مالقہ کی طرف روانہ کر کے غرناطہ لوٹ آیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے غداروں کی جماعت ابوعبداللہ کے لئے شہر کے دروازے کھول چکی تھی اور الحمرا پر ابوعبداللہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ الزغل نے شکستہ دل ہو کر پھر مالقہ کا رخ کیا لیکن دغاباز بھتیجے نے اُس کی فوج کی معمولی تعداد سے باخبر ہوتے ہی اس پر عقب سے حملہ کر دیا۔ الزغل کے سپاہی بہادری سے لڑے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تلواریں فقط نصرانیوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی تلواروں کے ساتھ بھی ٹکرا رہی ہیں تو وہ دیر تک ثابت قدم نہ رہ سکے۔ الزغل نے شکست کھا کر البکسرا کے علاقہ میں پناہ لی۔ اگلے دن اُسے خبر ملی کہ مالقہ کے راستے میں اس کی باقی فوج فرڈنیڈ کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہے اور مالقہ اور اس کے درمیان خشکی اور سمندر کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ البکسرا کے جنگجو قبائل کی ایک مختصر سی فوج منظم کرنے کے بعد الزغل نے بسط کو اپنا مستقر بنا لیا۔ مالقہ میں الزیغری نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن ایک ماہ تک رسد اور کمک نہ ملنے کے باعث لوگ بے بس ہو گئے۔ الزغل نے چند بار پہاڑوں سے نکل کر مالقہ کی طرف پیش قدمی کی لیکن میدان میں فرڈنیڈ کے لشکر جرا کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔

بدر بن مغیرہ نے بھی اپنے حملوں کا رُخ شمال مشرق کی بجائے جنوب مشرق کی طرف پھیر دیا لیکن فرڈنیڈ کی ٹڈی دل فوج کو معمولی نقصانات بدحواس نہ کر سکے اور فرڈنیڈ نے اپنے گزشتہ تلخ تجربات کے پیش نظر اپنی فوج کو آگے بڑھ کر اس کے حملوں کا جواب دینے کی اجازت نہ دی۔

(۵)

اہل مالقہ کی حالت نازک ہوچکی تھی۔ بھوک سے مرتے ہوئے لوگ ہتھیار ڈالے کے حق میں ہورہے تھے لیکن الزیغری نے ہمت نہ ہاری۔ صلح پسندوں کے سامنے اس کا ایک ہی جواب تھا۔ دشمن میری لاش کو روندے بغیر شہر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ جب سپاہی حوصلہ ہار دیتے تو اُس کی تقریریں اُن کی روح تازہ کر دیتیں۔ لیکن جب مالقہ کے ہر اُفق پر تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا تو شہری آبادی کی طرح فوج میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ چند غداروں نے فرڈنیڈ سے ساز باز کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے اور الزیغری کو گرفتار کر کے دشمن کے حوالے کر دیا۔

فرڈنیڈ کے حکم سے الزیغری کو بدترین اذیتیں دے کر قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اہل مالقہ نے وحشت اور بربریت وہ دور دورہ دیکھا جو اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ فرڈنیڈ کی فوج کے سپاہیوں نے فتح کے نشہ کے بعد شراب کے نشے میں مدہوش ہوکر مالقہ میں قیامت برپا کردی۔ عورتوں کو گھروں سے گھسیٹ کر بازار میں لایا گیا۔ اُنہیں سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا اور بنوک شمشیر یہ سمجھایا گیا کہ فاتح کے ہر حکم کی تعمیل مفتوح پر فرض ہے۔ جن مردوں نے اپنی غیرت کا مظاہرہ کیا اُنہیں زندہ جلانے کی سزا دی گئی اور جب وہ لوگ جنہوں نے الزیغری سے غداری کر کے دشمن کے لئے شہر کے دروازے کھولے تھے۔ فرڈی نیڈ کے پاس شکایت لے کر گئے تو اس نے جواب دیا۔ مالقہ اندلس کا دروازہ ہے۔ میں اُسے دشمن کے وجود سے پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارے لئے میری فوج کا سلوک ناقابل برداشت ہے تو تم شہر کو چھوڑ کر جاسکتے ہو۔ اگر تم سے کوئی مراکش جانا چاہے تو میرے جہاز موجود ہیں۔

مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کی سلطنت کا تمام حصہ عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا اور جنوب میں مالقہ کے آس پاس ساحلی علاقوں کے شہر بھی ان کے قبضے میں چلے گئے۔

الزغل کی مختصر سی سلطنت شمال میں جیان سے لے کر جنوب میں المیر یہ تک تھی ۔مالقہ کی بندرگاہ چھن جانے کے بعد المیر یہ کی بندرگاہ مسلمانوں کے لئے شاہ رگ کی حیثیت رکھتی تھی اس کے علاوہ گاوُزا اور بیغہ الزغل کے قبضہ میں تھے ۔اپنے وسائل کے لحاظ سے یہ مختصر سی سلطنت کافی خوشحال تھی ۔البکسرا کی وادیاں کو سیرا نویدا کی برفانی چوٹیوں کی ندیوں سے سیراب ہوتی تھیں ۔اس علاقہ میں میوہ جات کی پیداوار سارے اندلس سے زیادہ تھی ۔اور باقی علاقے میں جو زیادہ تر پہاڑی تھا ۔لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ مویشی پالتے تھے اور دفاعی اعتبار سے اس علاقے کے جنگل اور پہاڑ کافی محفوظ تھے۔

فرڈی نیڈ نے چند دنوں کی تیاری کے بعد بیغہ پر حملہ کیا اور شہر کو محاصرے میں لے لیا ۔لیکن پہاڑی قبائل نے نیچے اُتر کر چاروں اطراف سے جنگ چاول شروع کر دی ۔بیغہ کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے بدر بن مغیرہ اپنی سرحد کی حفاظت منصور بن احمد کے سپرد کر کے دو ہزار جانبازوں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بیغہ پہنچا اور پہلے شب خون میں اُس نے فرڈی نیڈ کے پانچ ہزار سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا ۔اگلی رات اس نے دوبارہ عقب سے حملہ کیا اور الزغل نے شہر سے نکل کر دشمن پر دھاوا بول دیا۔ صبح کے وقت فرڈی نیڈ نے محاصرہ اُٹھا لیا اور مالقہ واپس چلا آیا۔

مالقہ میں ایک سال کی تیاری کے بعد فرڈی نیڈ نے پھر بیغہ پر چڑھائی کی لیکن اس دفعہ نے شہر پر حملہ کرنے کی بجائے اردگرد کے تمام علاقے میں تباہی مچا دی،

کسانوں کے مویشی چھین لئے اور اُن کی فصلیں اور باغات برباد کر دئے۔قبائلیوں کے غیر متوقع حملے کی روک تھام کے لئے اس نے بیغہ کے ہر راستے پر مورچے بنا دئے۔ بدر بن مغیرہ کے جانبازوں اور قبائلیوں کے اچانک حملے فرڈی نیڈ کو کافی نقصان پہنچاتے رہے لیکن وہ اہل بیغہ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ چھ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد اہل بیغہ نے سخت قحط میں مبتلا ہو کر اطاعت قبول کر لی۔

فرڈی نیڈ نے بیغہ کو اپنا مستقر بنا کر البشرا کے تمام قلعے ایک ایک کر کے الزغل سے چھین لئے۔

(٦)

بشیر بن حسن، بدر بن مغیرہ کے زخمی بازو پر پٹی باندھ رہا تھا۔منصور کمرے میں داخل ہوا۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔منصور تم ابھی تک گئے نہیں؟۔

منصور نے جواب دیا۔میں قلعے سے نکلا ہی تھا کہ وہ مل گئے۔

الزغل خود یہاں آ گیا ہے۔

ہاں میں اُنہیں نیچے ملاقات کے کمرے میں بٹھا آیا ہوں۔

ان کے ساتھ اور کون ہے؟

ان کے ساتھ ابو محسن ہے وہ اپنے ساتھ چند سپاہی بھی لائے تھے لیکن ہمارے آدمیوں نے اُنہیں پل کے پار روک لیا ہے۔

انہوں نے شکایت تو نہیں کی

وہ اس بات پر پریشان تھے لیکن میں نے یہ کہہ کر اُن کو تسلی کر دی ہے کہ یہ ایک عام حکم تھا اور چونکہ آپ کی آمد غیر متوقع تھی اس لئے سپاہیوں کو اس بارے میں کوئی

خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔تم نے انہیں بتایا کہ تم میرا خط لے کر اُن کے پاس جا رہے تھے۔ہاں میں نے خط پیش بھی کر دیا تھا لیکن انہوں نے پڑھے بغیر مجھے واپس دے دیا۔وہ یہ کہتے تھے کہ اتنی دور آنے کے بعد میں زبانی بات کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

تم نے انہیں بتایا نہیں کہ ملاقات کی صورت میں میرا جواب وہی ہوگا جو میں نے خط میں لکھ دیا ہے۔

وہ اس قدر مغموم اور پریشان ہیں کہ میں نے ایسی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا ۔بدر نے کہا۔میں اس ملاقات سے بچنا چاہتا تھا۔بہر حال اب یہ ایک مجبوری ہے۔ لیکن تم دونوں میرے ساتھ رہو۔اگر میں اپنے فرض سے کوتاہی کروں تو میری اصلاح کر دینا۔تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ بشیر اور منصور اس پہاڑی قلعے کے ایک کشادہ کمرے میں گئے تو الزغل نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ میں کیوں آیا ہوں۔میں آپ کے جواب کا انتظار نہ کر سکا۔آپ کی صورتیں بتا رہی ہیں کہ آپ مجھ سے خفاء ہیں میں اپنی صفائی پیش کرنے کی نیت سے یہاں نہیں آیا۔مجھے افسوس ہے کہ حالات نے مجھے آپ سے مشورہ لینے کا موقع نہ دیا۔آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بزدلی کی لیکن خدا شاہد ہے مجھے اپنی جان بچانے کی فکر نہ تھی۔میں اس وقت بھی اپنے آپ کو زندوں میں شمار نہیں کرتا۔میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ میں تلوار اس وقت پھینکی ہے جب کہ میرے بازو کٹ چکے تھے۔کاش! مجھے چند برس پہلے یہ احساس ہوتا کہ دریا کا پانی روکنے کے لئے ریت کا بند کام نہیں دیتے۔میرے اندازے غلط تھے اور مجھ جیسے غلط اندیش آدمی کو

قوم کی قیادت کا حق نہ تھا اور تمہارے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے معاف نہ کرو گے ۔ابو عبداللہ پر اعتماد کرنا ایک ایسا گناہ تھا جس کے لئے میں خود اپنے آپ کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں ۔ میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا میں نے فرڈی نیڈ کی اطاعت اس وقت قبول کی ہے جب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اب مزید قربانیاں بے سود ہیں ۔ ہماری ہوا اکھڑ چکی ہے اور دشمن ہمیں چاروں طرف سے گھیر چکا ہے ۔قوم کا ایک حصہ دشمن کی غلامی پر قانع ہو چکا ہے اور جو حریت پسند تھے وہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ اب اُن کی قوتِ مدافعت جواب دے چکی ہے ۔میرے لئے دو ہی راستے تھے ایک یہ کہ فرڈ نیڈ کی غلامی قبول کر کے رہے سہے مسلمانوں کو تباہی سے بچاؤں دوسرا یہ کہ میں ایک ایسی جنگ جاری رکھوں جس کا انجام شکست کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔اس صورت میں مر کر بھی اپنے نام کو داغدار ہونے سے بچالیتا۔لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ میرا یہ فعل اندلس اور غرناطہ کے مفتوحہ علاقوں کے مسلمانوں کے حال اور مستقبل سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہو گا۔میرا ساتھ دینے والے مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر جماعت فقط چند برس آزاد رہ سکے گی لیکن باقی لاکھوں مسلمان جن کی آزادی چھن چکی ہے دشمن کے انتقام کی آگ میں بھسم ہو جائیں گے ممکن ہے کہ امن قائم ہو جانے کے بعد وہ پھر کبھی اُٹھ کھڑے ہوں اور قدرت ان کی راہنمائی کے لئے کسی بہتر انسان کو بھیج دے ۔ بہر حال اپنے متعلق مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میں اگر اس انتشار کی حالت میں انہیں لڑاتا رہا تو اُن کی تباہی کے دن قریب تر آتے جائیں گے تو اُن کے پاس بھی میری طرح ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ہو گا۔

یہاں تک کہ الزغل نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا ۔وہ خاموش تھا ۔تھوڑی

دیر سوچنے کے بعد الزغل نے کہا لیکن کہیں یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ سے اور آپ کے جانبازوں سے مایوس ہو چکا ہوں۔ آپ غرناطہ اور اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دن یہ وادی ہماری قوم کا آخری قلعہ ہوگی لیکن اس وقت یہ ضروری ہے کہ آپ کو تیاری کو موقع دینے کے لئے نصرانیوں کے سیلاب کو اس وادی سے دور رکھا جائے اور اس مقصد کے لئے میں۔۔۔۔۔۔

الزغل یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

بدر نے کہا ہاں ہاں کہئے آپ خاموش کیوں ہو گئے؟

الزغل نے جھجکتے ہوئے کہا۔ میں فرڈی نیڈ کو یقین دلا چکا ہوں کہ آپ کو صرف میں نے میدان میں گھسیٹا تھا۔ اب اگر وہ آپ کے اس علاقے کی آزادی تسلیم کر لے تو آپ غرناطہ کے لوگوں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھیں گے۔

بدر نے پوچھا آپ نے اُسے یہ تو نہیں بتایا کہ میں زندہ ہوں۔

نہیں میں نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ آپ کا جانشین میری ہدایات پر عمل کرے گا۔

تو آپ ہمارے پاس فرڈی نیڈ کی دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں۔

خدا کے لئے اس بارے میں آپ میری نیت کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کو تیاری کا موقع دیا جائے۔ میں آپ کے پاس فرڈی نیڈ کا خط لے کر آیا ہوں۔

الزغل نے یہ کہتے ہوئے اپنی قبا کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کاغذ نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کیا۔

بدر بن مغیرہ نے کاغذ بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تم پڑھو۔ بشیر نے گھٹی

ہوئی آواز میں فرڈی نیڈ کا مکتوب پڑھنا شروع کیا۔

سلطان الزغل کی سفارش پر ہم منصور بن احمد اور اس کے ساتھیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں ایک طویل جنگ کے بعد ہم اندلس کے عوام کی فلاح کے لئے عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح اور امن کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور ہم یہ امید کرتے ہیں کہ ہمارا ایک بہادر دشمن ہماری طرف سے ایک فیاضانہ پیش کش کے بعد قیام امن کے لئے ہمارا ساتھ دے گا۔ سمجھوتہ کے لئے ہماری پیش کش یہ ہے۔

(۱) کوہ تدمیر اور جبل الشلیر کے درمیان وہ علاقہ جسے عقاب کی وادی کے نام سے پکارا جاتا ہے آزاد اور خودمختار ہوگا اور اس علاقے کے باشندوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ منصور بن احمد یا جسے وہ چاہیں اپنا حکمران بنالیں۔

(۲) بیرونی حملے کی مدافعت کے لئے ہم اس علاقے کے حکمران کی مدد کریں گے۔

اس انتہائی فیاضانہ پیش کش کے بعد ہم صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

ہماری شمالی اور مشرقی سرحدات کے وہ قلعے

جن پر اب تک منصور بن احمد کا قبضہ ہے ہمیں واپس
کر دیئے جائیں اور آئندہ کے لئے ہمیں اس بات
کا یقین دلایا جائے کہ منصور بن احمد یا اس کے
جانشین ہماری سلطنت کی سرحدوں پر حملے نہیں
کریں گے۔اس کے علاوہ وہ غرناطہ اور اندلس کی
سلطنتوں کے معاملات میں جن کے حکمران اب
ہمارے حلیف بن چکے ہیں مداخلت نہیں کریں
گے اور ہمارے خلاف کسی باغی کو مدد نہیں دیں گے
خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان۔

فرڈی نیڈ کا مکتوب ختم کرنے کے بعد بشیر نے بدر کی طرف دیکھا اور باقی تمام کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز ہوگئیں۔بدر بن مغیرہ نے گردن اٹھا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا منصور!تم اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو؟''

منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور پھر بدر کی طرف متوجہ ہو کر جواب دیا۔اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمانان اندلس کی امیدوں کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے تیار ہوں یا نہیں تو میرا جواب نفی میں ہے۔

بدر نے کہا اور بشیر تم ؟

بشیر نے جواب دیا۔اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ میری قوم کا سفینہ ڈوب رہا ہے تو بھی اُسے چھوڑ کر تنکوں کا سہارا لینا گوارا نہیں کروں گا۔

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا فرڈی نیڈ کو یقین ہے کہ ہم تھک چکے ہیں اور ہم پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہے۔ہمارا گلا گھونٹنے سے پہلے وہ ہمیں سُلانا

ضروری سمجھتا ہے اور ہمیں لوریاں دینے کے لئے اُس نے اُس شخص کو منتخب کیا ہے جس نے غرناطہ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خوابِ غفلت سے جگایا تھا۔ اُس کی فیاضانہ پیش کش ایک خواب آور دوا ہے اور اس دوا کو ہماری حلق میں اتارنے کے لئے اس نے اس شخص کے ہاتھ منتخب کئے ہیں جو کل تک غرناطہ کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ آج غرناطہ کی آخری امید ہمیں مایوسی کے گڑھے کی طرف دھکیل رہی ہے۔ ہمارے بزرگ، ہمارے محسن اور ہمارے راہنما کی نگاہ میں ہماری جانیں بہت قیمتی ہیں۔ اس لئے آپ ہمیں یہ مشورہ دینے کے لئے آئے ہیں کہ ہمیں ذلیل رہ کر بھی زندگی کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔

سلطان الزغل! آپ کہتے ہیں کہ دشمن کے ساتھ مصالحت کر کے ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا۔ لیکن آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دشمن ہم پر آخری ضرب لگانے کی خود تیاری کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ عمل کی دنیا میں طاقتور اور کمزور کے معاہدوں کے کوئی معنی نہیں۔ ایسے معاہدے کمزور کو پابند سلاسل بنا دیتے ہیں اور طاقتور کو اپنی تلوار تیز کرنے کا موقع دیتے ہیں۔

اگر ہم طاقتور ہیں تو دشمن کی بری خواہشات کے باوجود بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور اگر ہم کمزور ہیں تو دشمن کی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار ہماری بقا کے لئے کافی نہیں۔ ہماری عزت، ہماری آزادی اور ہماری بقا کی ضامن فقط ہماری تلوار ہے اور ہماری تلوار ہماری فتح یا موت سے پہلے نیام میں نہیں جائے گی۔ کیا ہم اس دشمن کا اعتبار کریں جس نے مالقہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ساحل کا علاقہ خالی کر دیں۔ کیا آپ ہمیں اس شخص کی تحریر پر اعتبار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جس کے ہاتھ ہماری قوم کے بچوں اور عورتوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ میں

پوچھتا ہوں کہ جب مالقہ کی گلیوں مسلمان لڑکیوں کی عصمت دری ہورہی تھی تو وہ فیاض اوررحم دل حکمران کہاں سورہا تھا؟ اگر آپ خودفریبی میں مبتلا ہو چکے ہیں تو خدا کے لئے ہمیں خودفریبی میں مبتلا نہ کیجئے۔آپ کو اس بات کی پریشانی ہے کہ ہماری قربانیاں بے مقصد ثابت ہونگی لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قربانی بذاتِ خود ایک مقصد ہے۔اگر ہمارے مقصد میں عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ بند نہیں ہوا۔

بدر بن مغیرہ جوش کی حالت میں کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔کسی قوم کی رگوں کا خون بہنے سے ختم نہیں ہوتا۔یہ صرف اس صورت میں خشک ہوتا ہے جب وہ ذلت کی زندگی قبول کرلیتی ہے۔فرڈی نیڈ سے کہہ دیجئے کہ ہم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا جانتے ہیں۔اب تک فرڈی نیڈ کی فتوحات کے سیلاب نے فقط ریت کے بند توڑے ہیں لیکن اس وادی کا رُخ کرنے کے بعد اسے چٹانوں سے واسطہ پڑے گا جو گذشتہ صدیوں میں کئی طوفانوں کا مقابلہ کرچکی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو ہماری ہمدردی کا جذبہ یہاں تک کھینچ لایا ہے۔آپ یہ نہیں چاہتے کہ ہم اس راستے پر بڑھتے چلے جائیں جس میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں لیکن یہ پاؤں ان کانٹوں کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ جسم پھولوں کی سیجوں سے آشنا نہیں۔اگر آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کی راہنمائی میں ہماری قربانیاں رائیگاں گئیں تو ہمیں بھی اس بات کا افسوس ہے کہ وہ شخص جو الحمراء میں سنگ مرمر کے مکانوں میں اور مخملیں بستروں پر سونے کا عادی تھا۔ بڑھاپے کے ایام میں ہمارے ساتھ جنگ کی صعوبتیں جھیلتا رہا۔ابوعبداللہ کو غرناطہ کا تخت اور آپ کو اندلس کی سلطنت مبارک ہو۔آپ ہماری فکر نہ کریں۔ہم نے تلواروں کے سائے میں آنکھ کھولی ہے اور تیروں

کی بارش میں سو جائیں گے۔

وہ آنسو جنہیں الزغل روکنے کی کوشش کر رہا تھا بے اختیار اُبل پڑے۔ اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ بدر! بدر! بدر!! اپنے گرے ہوئے رفیق کو غیر ضروری ٹھوکریں نہ لگاؤ تم مجھے اس شرم و خجالت کی زمین میں دوبارہ نہیں دیکھو گے۔ میں افریقا جا رہا ہوں۔ آپ کو مجھ جیسے کمزور انسان کی ضرورت نہیں اور باقی قوم عبداللہ پر قناعت کر چکی ہے۔ اندلس میں اگر مسلمانوں کا کوئی مستقبل ہے تو اس کے امین آپ ہیں۔ اندلس کے وہ لوگ جو آپ کے نقش قدم چلنا چاہتے ہیں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ میرے پاس کچھ سونا اور جواہرات ہیں۔ میں قوم کی امانت آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ آپ کو میرے آنسوؤں سے غلط فہمی نہ ہو۔ یہ ندامت کے آنسو تھے اور ابو محسن تمہارا مقام بھی یہ وادی ہے۔

الزغل یہاں تک کہہ کر اُٹھ کھڑا ہو۔ اب میں جانا چاہتا ہوں۔

بدر نے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں کل تک آرام کیجئے۔

نہیں میں آج ہی جانا چاہتا ہوں

شام کے وقت بدر اور اس کے چند ساتھی ایک ندی کے پل پر الزغل کو ”خدا حافظ کہہ رہے تھے“۔

طریف بن مالک

(۱)

ابو عبداللہ کو جب اپنے چچا کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ وہ انڈرکس چھوڑ کر افریقا چلا گیا ہے تو اس نے فرڈی نیڈ کو مالقہ میں مبارکباد کا پیغام بھیجا اور غرناطہ میں جشن منانے کا حکم دیا۔

رات کے وقت الحمراء کے در و دیوار ریلوں کی روشنی میں جگمگا رہے تھے۔ محل کے ایک کشادہ کمرے میں ابو عبداللہ کی طرف سے اپنے وفادار سرداروں اور ارکان سلطنت کی دعوت کا اہتمام تھا۔ طعام کے بعد ناچ اور راگ شروع ہوا۔ شراب کے دور چلے اور جب یہ محفل اپنے شباب پر تھی تو ابو عبداللہ شراب کے نشے میں جھومتا ہوا اٹھا اور بولا تم میں سے بعض یہ کہا کرتے تھے کہ میں بدنصیب ہوں۔ آج سے مجھے کوئی بدنصیب نہ کہے۔ میں غرناطہ کا بادشاہ ہوں۔ فرڈی نیڈ کے وعدے سچے ہیں۔ مجھے غرناطہ کے تمام علاقے واپس مل جائیں گے۔ تم خاموش کیوں ہو گئے؟ ہنسو، گاؤ اور شراب جی بھر کر پیو۔ میں تمہارے لئے الحمراء کے محل میں شراب کی ایک نہر بنواؤں گا۔ البکسرا کے باغات کے تمام انگوروں سے شراب بنائی جائے گی۔ ہم نے اہل شہر کو بھی جشن منانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہم نے سُنا ہے کہ بعض شرپسندوں نے گلیوں اور بازاروں کے چراغ بجھا دئے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی وجہ سے ہو رہا ہے جو باہر سے آ کر غرناطہ میں یہ مشہور کر رہے ہیں کہ عیسائیوں نے اُن پر بہت مظالم کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ جھوٹ ہے۔ آئندہ ایسے لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ فرڈی نیڈ اعظم کے خلاف کوئی نعرہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ وہ ہمارا محسن ہے۔ آج الحمراء میں جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ سب اُسی کی بدولت

ہے''۔

لیکن شہر کی حالت الحمراء سے بہت مختلف تھی ۔شام کے وقت سرکاری حکم سے شہر کے کوچوں اور گلیوں میں جو چراغ جلائے گئے تھے وہ ابوعبداللہ کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں نے زبردستی بجھادئے تھے۔مظاہرین رات بھر گلیوں، کوچوں اور چوراہوں میں جمع ہوکر غدارانِ قوم کے خلاف نعرے لگاتے رہے ۔شہر میں ابو عبداللہ کے جن حامیوں نے اپنے گھروں میں چراغاں کیا اُن کے مکانوں پر خشت باری کی گئی ۔علماء کا ایک بااثر گروہ مظاہرین کے ساتھ تھا اور جن نام نہاد علماء نے اپنی مسجدوں میں جلسے کرکے ابوعبداللہ کی درازی عمر کے لئے دعائیں مانگیں انہیں نوجوان طلباء نے مساجد کے باہر گھسیٹ کر بھی زدوکوب کرنے سے دریغ نہ کیا۔ مردوں کی طرح خواتین کا ایک جلوس بھی رات بھر شہر میں چکر لگاتا رہا اور اس جلوس میں غرناطہ کی خواتین کے علاوہ پناہ گزین عورتیں بھی شریک تھیں جن کے آنسو اہل غرناطہ کے مالقہ اور ربغہ میں عیسائیوں کے مظالم کی داستانیں سُنا چکے تھے۔

ابوعبداللہ نے تین دن جشن منایا۔ تین دن الحمراء کی دیواریں حکومت کے عشرت پسند اہل کاروں کے قہقہوں اور رعایا کی آہوں کے درمیان حدِ فاصل کا کام دیتی رہیں ۔تین دن الحمراء میں ارغوانی شراب کے جام چھلکتے اور غرناطہ کے عوام کے آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے رہے اور چوتھے دن ابوعبداللہ فرڈی نیڈ کا یہ مکتوب پڑھ رہا تھا۔

''ہمیں معلوم ہوا کہ غرناطہ میں ہماری رعایا تم سے خوش نہیں اور شہر میں ہمارے باغی جمع ہورہے ہیں ۔ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان آئندہ کسی جنگ کے امکانات ختم کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تم غرناطہ ہمارے

حوالے کر دو۔اس خط کے جواب میں ہم صرف یہ سننا چاہتے ہیں کہ ہماری فوج کے لئے غرناطہ کے دروازے بند نہیں کئے جائیں گے ۔بصورت دیگر ہم قوت کے استعمال پر مجبور ہوں گے ۔غرناطہ پہنچ کر ہم تمہارے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کریں گے ۔اگر تمہیں ہماری طرف سے فیاضانہ برتاؤ کی خواہش ہے تو غیر مشروط اطاعت ضروری ہے''

ابو عبداللہ کی طرح ارکانِ سلطنت کی آنکھوں سے شراب کا خمار اُتر چکا تھا۔ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ۔الحمراء کے در و دیوار پر مایوسی کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔

ابو عبداللہ نے فرڈی نیڈ کے ایلچی کی طرف دیکھا اور نحیف آواز میں کہا۔ دو دن تک شہنشاہ فرڈ نیڈ کو ہماری طرف سے جواب مل جائے گا۔

ابو عبداللہ کا نیا وزیر طریف بن مالک بربری قبائل کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اُس نے اٹھ کر جواب دیا۔فرڈی نیڈ کو یقیناً ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ غلط فہمی دور ہو جائے گی۔اگر آپ کا مشورہ ہو تو میں خود اُس کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں۔

دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا۔فرڈی نیڈ نے ہمارے لئے صرف دو ہی راستے چھوڑے ہیں ۔ایک یہ کہ ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں اور اپنے گھروں میں ان وحشیوں کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائیں جن کا اولین مقصد ہماری بہو بیٹیوں کے بے حرمتی کرنا ہے ۔دوسرا یہ کہ ہم ایک باعزت موت کے لئے تیار ہو جائیں۔

ایک اور سردار نے اُٹھ کر کہا۔جنگ ہمارے لئے موت کے مترادف ہے۔

ابو عبداللہ کو اچانک خیال آیا اور اس نے قدرے پر امید ہو کر کہا۔ ”طریف! تم ابو داؤد کے پاس جاؤ۔ اس وقت اس کے سوا ہمیں کوئی صحیح راستہ نہیں بتا سکتا۔ اگر فرڈی نیڈ کو ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو وہ یقیناً دور کر سکے گا۔ فرڈی نیڈ اُسے لوشہ کا حاکم بنا چکا ہے۔ تم فوراً اُس کے پاس پہنچ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد طریف لوشہ کا رُخ کر چکا تھا۔

(۲)

ابو داؤد نے طریف بن مالک کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن طریف کی توقع کے خلاف اس نے کسی گرم جوشی سے خیر مقدم کرنے کی بجائے اُسے اپنی کرسی سے اُٹھ کر مصافحہ تک بھی نہ کیا فقط اپنے سامنے خالی کرسی کی طرف اشارہ کر دیا۔

طریف نے کرسی پر بیٹھ کر جھجکتے ہوئے کہا۔ مجھے ابو عبداللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہے آپ مجھ سے مشورہ لینے آئے ہیں۔

تو۔۔۔ تو آپ کو معلوم ہے کہ فرڈی نیڈ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ میں ایک گورنر کی حیثیت میں اپنے بادشاہ کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں اور میں ابو عبداللہ کو بھی یہ مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے شہنشاہ کے حکم سے سرتابی کرے۔

لیکن میں یہ سمجھ کر آیا ہوں کہ آپ ایک مسلمان ہیں۔ آپ غرناطہ کے خیر خواہ ہیں اور لوشہ کے گورنر ہونے کی حیثیت میں بھی آپ کو غرناطہ کی حکومت کے ایک رکن ہیں۔ یہ شہر ہمارا ہے میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ طاقتور کے سامنے کمزور کی اطاعت ہمیشہ غیر مشروط

ہوتی ہے ابو عبداللہ کو میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرڈی نیڈ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے''۔

لیکن آپ نے میرے سامنے ابو عبداللہ کو کئی بار یقین دلایا تھا کہ فرڈی نیڈ ہمارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ وہ ہمارا خیر خواہ ہے۔ اُسے اپنی سلطنت وسیع کرنے کا لالچ نہیں۔ وہ الزغل کو شکست دینے کے بعد غرناطہ کی تمام سلطنت ابو عبداللہ کے حوالے کردے گا۔ اب وہ وعدے کیا ہوئے۔ افسوس آپ لوشہ کی گورنری کے شوق میں یہ بھول گئے کہ آپ مسلمان قوم کے ایک فرد ہیں اور اگر غرناطہ میں عیسائی فوجیں داخل ہوگئیں تو ہمارا انجام مالقہ کے لوگوں سے بھی بُرا ہوگا۔

ابو داؤد نے پھر اُسی لاپروائی سے جواب دیا۔ میں نے ابو عبداللہ اور فرڈی نیڈ کے درمیان ایک ایلچی کے فرائض انجام دئے تھے۔

نہیں۔ آپ نے ابو عبداللہ کو فرڈی نیڈ کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد کرنے کی ترغیب دی تھی۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ کیا ابو عبداللہ کی طرح میں بھی غلطی نہیں کرسکتا۔ کیا اس وقت آپ سب میرے ہمنوا نہ تھے۔؟ اگر آپ تباہی سے بچنا چاہتے ہیں تو کیا ضروری نہیں کہ ابو عبداللہ کی جگہ کوئی زیادہ دور اندیش آدمی اہل غرناطہ کی قیادت سنبھال لے؟ نصرانیوں کے انتقام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ کا کوئی راہنما اُنہیں غرناطہ کے لوگوں کی طرف سے کامل وفاداری کا یقین دلائے۔

طریف نے کہا۔ اگر آپ غرناطہ کے لوگ راہنمائی کے لئے بلائیں تو آپ اس خدمت کے لئے تیار ہوں گے؟

جب میں یہ محسوس کروں گا کہ میں اُن کی کوئی خدمت کرسکتا ہوں تو میں بن

بلائے بھی چلا آؤں گا۔

لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے زیر سایہ لوشہ کے مسلمان بھی اپنے آپ کو زندگی کی بجائے موت سے زیادہ قریب محسوس کرتے ہیں۔

اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے ابھی تک خلوص دل سے مجھے اپنا راہنما تسلیم نہیں کیا اور میں پوری تسلی کے ساتھ اُن کی طرف سے فرڈی نیڈ کے ساتھ کوئی بات نہیں کر سکتا۔

طریف نے اٹھ کر کہا۔تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک غرناطہ کے تمام شہروں کے مسلمان متفق ہر کر فرڈی نیڈ کے کسی ادنیٰ جاسوس کو اپنا قائد نہیں بنا لیتے اس وقت تک اُن کی نجات ممکن نہیں۔

طریف کی توقع کے خلاف ابو داؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔ایسے موقعوں پر جذباتی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔میں فرڈی نیڈ کا جاسوس سہی لیکن تم نے بھی اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو۔کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ تم ابو عبداللہ کی جگہ ہوتے تو اہل غرناطہ کے لئے بہتر ہوتا۔

نہیں میں ابو عبداللہ کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔

بہت اچھا یونہی سہی لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ ابو عبداللہ کو غرناطہ کا بہترین راہنما سمجھتے ہیں۔بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ وزیراعظم کے منصب تک پہنچنے کے لئے ایسے آدمی کو سلطان بنانا ضروری سمجھتے تھے۔اگر آپ کو یہ اطمینان ہوتا کہ آپ ابو الحسن اور الزغل جیسے حکمرانوں کی موجودگی میں بھی اس منصب تک پہنچ سکتے ہیں تو آپ ان کے ساتھ غداری نہ کرتے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جیسے آدمی کو آپ نے صرف اس لئے قتل کروایا کہ اس کی

موجودگی میں آپ کسی معمولی عہدے تک پہنچنا بھی محال تھا ورنہ یہ کون نہیں جانتا کہ وہ غرناطہ کا بہترین راہنما بن سکتا تھا۔میرے دوست ہم دونوں کے سامنے اپنے اپنے مقاصد تھے۔تم اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ابوعبداللہ کے آلہ کار بنے اور میں اپنے مقصد کے لئے فرڈی نیڈ کا آلہ کار بنا اور اب بھی آپ کو اہل غرناطہ کی تباہی کا خطرہ نہیں، آپ کو صرف اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ابوعبداللہ کا تخت چھن گیا تو آپ کی وزارت کی کرسی بھی چھن جائے گی۔

طریف نے کھسیانا ہو کر کہا۔تم شیطان ہو۔

ابوداؤد کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ایک چھوٹا شیطان بڑے شیطان کی عظمت کی اعتراف کر رہا ہے۔اور پھر اُسے سنجیدہ ہو کر کہا۔طریف تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔تمہاری منزل مقصود غرناطہ کی وزارت ہے لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے لئے ابوعبداللہ کا بادشاہ رہنا ضروری ہے تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ابھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ فرڈی نیڈ نے غرناطہ کی مسند کے لئے کس کو منتخب کیا ہے لیکن وقت آنے پر میں اُسے بتا سکوں گا کہ وزارت کے عہدے کے لئے تم سے زیادہ موزوں کوئی نہیں۔تم ڈوبتی ہوئی کشتی کا سہارا لینے کی بجائے اس ملاح کا سہارا کیوں نہیں لیتے جس کے اشاروں پر ایسی کشتیاں ڈوبتی اور تیرتی رہیں گی۔تم جانتے ہو کہ اب کسی شخص کے لئے غرناطہ کا بادشاہ یا وزیر بننے کے لئے فرڈی نیڈ کی رضامندی کی ضرورت ہے۔اگر تم چاہو تو وزارت کے لئے اس کی رضامندی حاصل کرنا مشکل نہیں۔میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو شخص موسیٰ کے قتل پر نادم نہیں ابوعبداللہ جیسے احمق کو فرڈی نیڈ کے حوالے کر دینے پر کیوں پشیمان ہوگا۔

طریف نے کہا جب میں غدار تھا تو مجھے اس بات کا احساس نہ تھا کہ نصرانی

اس قدر بدعہد اور سفاک ہیں۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مالقہ میں انہوں نے میری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کر سکتا ہوں تو یہ غلط ہے۔

تم پھر جذبات میں آ گئے۔ مالقہ میں الغریزی اگر فوراً ہتھیار ڈال دیتا تو عیسائی مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔

طریف نے کہا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔

ابو داؤد نے اُٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ خدا حافظ۔ لیکن اچانک طریف کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس کا ہاتھ ابو داؤد کے ہاتھ کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا۔ اس نے کہا۔ نہیں آج سے شاید ہمارے راستے مختلف ہوں۔

ابو داؤد نے اطمینان کے ساتھ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ تمہاری مرضی۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مجھ سے آملو گے۔ اگر تم اپنے آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتے تو تمہارے لئے ابو عبداللہ کے پاس جانے کی بجائے فرڈی نیڈ کے پاس جانا بہتر ہوگا۔

طریف دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور مڑ کا ایک ثانیہ کے لئے ابو داؤد کی طرف دیکھنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ابو داؤد نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تالی بجائی۔ ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا اور ادب سے سر جھکا کر اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ ابو داؤد نے کہا۔ تم کوتوال کے پاس جاؤ اور اُسے کہا کہ مجھے فوراً چار مستعد، سمجھ دار اور دلیر آدمیوں کی ضرورت ہے۔

نوکر چلا گیا اور ابو داؤد قلم اٹھا کر لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد چار

نصرانی جو لباس سے فوجی افسر معلوم ہوتے تھے۔اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔
ابو داؤد اپنی تحریر پر نظر ثانی کرنے کے بعد اُن کی طرف متوجہ ہوا۔غرناطہ کا ایلچی ہمارے مہمان خانے میں ٹھہرا ہوا ہے اور اب کوچ کی تیاری کر رہا ہوگا۔تم اُس کا اُس وقت تک پیچھا کرنا جب تک تمہیں ی معلوم نہ ہو جائے کہ اُس کا رُخ غرناطہ کی طرف ہے۔یا مالقہ کی طرف۔اگر وہ مالقہ کا رُخ کرے تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے شہنشاہ کا دوست ہے۔اس صورت میں تم میں سے صرف ایک آدمی کو شہنشاہِ معظم کی خدمت میں میرا مکتوب پہنچانے کے لئے مالقہ جانا پڑے گا اور اگر وہ غرناطہ کا رخ کرے تو یہ سمجھ لینا کہ ہماری سلطنت کے لئے اس کا وجود خطرنات ہے۔اس صورت میں تمہارا فرض ہوگا کہ تم اپنی جان پر کھیل کر بھی اسے غرناطہ جانے سے روکو۔اُس کے ساتھ صرف پانچ آدمی ہیں۔تم دو تین اچھے تیر انداز اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھی اس وقت باخبر ہوں جب تیر اُس کے سینے میں پیوست ہو چکا ہو۔اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اس کے باقی ساتھیوں پر حملہ نہ کیا جائے۔اس کے بعد تم میں سے ایک آدمی مالقہ پہنچ جائے اور شہنشاہ کی خدمت میں میرا خط پیش کرنے کے علاوہ باقی واقعات زبانی عرض کر دے۔اب جاؤ اگر طریف روانہ ہو چکا ہے تو بھی وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔

(۳)

لوشہ سے نکلنے کے بعد طریف نے کئی کوس تک اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے ساتھ بات نہ کی۔رات کے وقت اس نے راستے کی ایک چھوٹی سی سرائے میں قیام کیا۔سرائے کا مالک ایک مراکشی مسلمان تھا۔طریف نے گھوڑے سے اُترتے ہی کہا۔ہم سے زیادہ ہمارے گھوڑوں کی خوراک اور آرام کی ضرورت ہے۔ہم پچھلے

پھر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

سرائے کے مالک نے کہا۔آپ معزز آدمی معلوم ہوتے ہیں۔سرائے کے بہترین کمرے میں نصرانی فوج کے دو افسر ٹھہرے ہوئے ہیں۔اگر آپ کو اعتراض نہ تو آپ کے لئے میں اپنے گھر کا ایک کمرہ خالی کر سکتا ہوں۔آپ کے نوکروں کو سرائے میں جگہ مل جائے گی۔

طریف نے جواب دیا۔میں صرف سونا چاہتا ہوں۔

سرائے کے مالک نے کہا۔مجھے یہ ڈر ہے کہ سرائے میں آپ آرام کی نیند نہیں سو سکیں گے۔وہ فوجی تھوڑی دیر میں بستی کے ایک عیسائی کے گھر سے شراب پی کر آجائیں گے۔اور رات بھر نہ خود سوئیں گے اور نہ کسی کو سونے دیں گے۔میرے گھر اور اس سرائے کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔شور تو آپ کو وہاں بھی سنائی دے گا لیکن وہ رات کے وقت شراب کے نشے میں آپ کا دروازہ نہیں توڑیں گے۔

طریف نے کہا۔بہت اچھا میں تمہارا مہمان ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد طریف بستر پر لیٹنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اُسے سرائے کی طرف سے شور سنائی دیا۔غور سے سننے کے بعد اُسے کسی عورت کی چیخیں سنائی دیں۔اس نے سرائے کے مالک کو آواز دی۔سرائے کا مالک برابر کے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہوا اور اس نے طریف کے سوال کا انتظار کئے بغیر کہا۔معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ پھر کوئی شکار پکڑ لائے ہیں

تمہارا مطلب ہے کہ وہ زبردستی لوگوں کی لڑکیاں اُٹھا لاتے ہیں۔

سرائے کے مالک نے جواب دیا۔ہاں ایک فاتح قوم اپنے غلاموں سے اس قسم کے حقوق منوا لیا کرتی ہے۔

اور وہ لوگ مزاحمت نہیں کرتے۔

اس بستی میں مسلمانوں کی آبادی بہت تھوڑی ہے اور ہر ایک اپنا گھر بچانے کی فکر میں دوسرے کا گھر جلتا دیکھ کر خاموش رہتا ہے۔

کیا ان کی غیرت جواب دے چکی ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی اور ملک سے آئے ہیں۔ جس قوم کا سلطان بزدل ہو اور امراء غدار ہوں اس کے لئے غیرت کے الفاظ کوئی معنی نہیں رکھتے۔

طریف نے اپنی تلوار اٹھاتے ہوئے کہا۔ میرے دوست! میں ایک مدت سے بھٹک رہا تھا۔ آج تم نے مجھے راستہ دکھایا ہے۔

طریف بھاگتا ہوا مکان سے باہر نکل کر سرائے میں داخل ہوا۔ عورت کی چیخیں اُوپر کی منزل کے کمرے سے آ رہی تھیں۔ طریف کے ساتھ شش و پنج کی حالت میں برآمدے میں کھڑے تھے۔

بُزدلو! کیا سوچتے ہو! طریف یہ کہہ کر بھاگتا ہو سیڑھیوں پر چڑھا۔ گیلری کے آخری سرے پر کمرے کا دروازہ تھا لیکن ایک دریچہ کھلا تھا جس سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ مجھ پر رحم کرو۔۔۔ مجھے چھوڑو۔۔۔ مجھے جانے دو۔

طریف نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور وہ ایک دلخراش منظر کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ دھکا دے کر دروازہ توڑ دیا۔ شراب کے نشے میں مدہوش سپاہی عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن پلک جھپکنے کی دیر میں طریف کی تلوار ایک کی گردن اُڑانے کے بعد دوسرے کے پیٹ سے آر پار ہو چکی تھی۔ دہشت زدہ لڑکی ایک لمحہ کے لئے بے حس و حرکت زمین پر پڑی رہی۔ پھر اُس نے اپنے عریاں جسم کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر چیخیں مارتی ہوئی کمرے سے

باہر نکل گئی۔اتنی دیر میں طریف کے ساتھی تلواریں لے کراُوپر چڑھ رہے تھے۔لڑکی نے اُنہیں دیکھتے ہی ایک جگر دوز چیخ کے ساتھ گیلری سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ طریف بھاگتا ہوا نیچے اُترا۔سرائے کا مالک نیچے کھڑا تھا۔طریف نے قباء اُتار کر لڑکی کے عریاں جسم پر ڈال دی۔سرائے کے مالک نے جھک کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔یہ زندگی کی قید سے آزاد ہو چکی ہے۔

طریف نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔گھوڑوں پر زینیں ڈالو۔ہم ابھی کوچ کریں گے۔اور پھر وہ سرائے کے مالک کی طرف متوجہ ہوا۔اگر تم میں سے کوئی پوچھے کہ ان بدمعاشوں کا قاتل کون تھا تو کہہ دینا کہ غرناطہ کے غدار وزیر کو اپنی قوم کی ایک لڑکی کی مظلومیت نے پھر ایک بار مسلمان بنا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب یہ لوگ باہر نکل رہے تھے آٹھ سوار سرائے کے سامنے رُکے۔ان میں سے ایک نے گھوڑا آگے بڑھا کر غور سے طریف کی طرف دیکھا اور کہا۔اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں۔؟

طریف نے ترش لہجے میں جواب دیا۔تم کون ہو؟

ہم سپاہی ہیں۔خیال تھا کہ رات یہاں قیام کریں گے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کو جگہ نہیں ملی۔

بہت جگہ ہے اور ایک کمرہ تو ہم نے ابھی خالی کیا ہے۔

یہ کہہ کر طریف نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔تھوڑی دور جا کر طریف کے ایک ساتھی نے جو دوسروں کی نسبت اس سے زیادہ بے تکلف تھا اپنا گھوڑا اس کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

کیا آپ اس واقعہ کے بعد مالقہ جانا مناسب سمجھتے ہیں؟

تمہیں مالقہ جانے کے لئے کس نے کہا؟

آپ نے کہا تھا شاید ہمیں مالقہ جانا پڑے

نہیں ہم غرناطہ جا رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد طریف نے اپنے ساتھ سے کہا۔حسن !تم نے اکثر یہ سوچا ہوگا کہ میں غرناطہ کا سب سے بڑا غدار ہوں۔

حسن نے پریشان ہو کر کہا آپ میرے آقا ہیں۔

نہیں حسن میں جانتا ہوں۔تمہاری مجبوریاں تمہیں اپنے دل کی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتیں۔تم زندگی کی تلخ راہوں میں بھی میرا ساتھ دینے پر مجبور تھے لیکن فرض کرو میں آج سے صحیح راستہ اختیار کرتا ہوں تو تم اپنے لئے کیا فرق محسوس کرو گے؟

حسن نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔میرے آقا!ضمیر کے بوجھ تلے دب کر اور اس کے بوجھ سے آزاد ہو کر چلنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

طریف نے کہا حسن !نصرانی ہمارے بدترین دشمن ہیں۔

میرے آقا! اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ کہوں گا ہم نے خود اپنے ساتھ دشمنی کی ہے۔ایک شخص کو اپنا قاتل تسلیم کر لینے کے بعد اُس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کہ تم مجھے اس طریقہ سے قتل نہ کرو اور ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم نے اپنا خنجر بھی اُس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔اب یہ اُس کی مرضی ہے کہ وہ ہمیں آہستہ آہستہ ذبح کرتا ہے یا ہماری شہ رگ فوراً کاٹ ڈالتا ہے۔

طریف نے جوش میں آ کر کہا۔نہیں ہمارے خنجر ابھی تک ہمارے ہاتھوں

میں ہیں۔ہم لڑیں گے اگر عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ ہمارے لئے بند نہیں ہوا۔

خدا آپ کو ہمت دے لیکن مجھے ڈر ہے کہ ابو عبداللہ آپ کا ساتھ نہیں دے گا۔

وہ ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہے۔

تھوڑی دیر بعد حسن نے چونک کر کہا۔ ہمارے پیچھے کوئی آ رہا ہے۔

طریف کے اشارے پر اس کے ساتھیوں نے گھوڑے روک لئے ۔ پیچھے کچھ فاصلے پر سرپٹ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔

حسن نے کہا۔ یہ وہی سپاہی ہوں گے جو ہمیں سرائے کے دروازے پر ملے تھے۔سرائے کے مالک نے اپنی جان بچانے کے لئے اُنہیں بتا دیا ہوگا کہ نصرانی فوج کے دو افسروں کا قاتل کون ہے اور آپ نے بھی سرائے کے مالک سے اپنا راز پوشیدہ نہیں رکھا۔وہ یقیناً تعاقب میں آ رہے ہیں

طریف نے کہا۔ یہ دیر سے ہمارا پیچھا کر رہے ہیں ۔لوشہ سے نکلتے ہی ہم نے انہیں دیکھا تھا۔راستے میں بھی میں نے انہیں دو تین بار دیکھا ہے۔تم سب ایک طرف ہٹ کر درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو جائے۔

طریف کی قیادت میں اس کے ساتھی راستہ چھوڑ کر گھنے درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔

سوار گزر گئے اور طریف اور اس کے ساتھی درختوں کی آڑ سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

(۴)

پچھلے پہر چاند کی دُھندلی روشنی میں یہ لوگ کشادہ سڑک چھوڑ کر ایک پگڈنڈی

پر سے گزر رہے تھے۔طریف اپنے گھوڑے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔جوں جوں منزل مقصود قریب آ رہی تھی، اس کا ذہنی اضطراب بڑھ رہا تھا۔وہ اس منزل سے گزر چکا تھا جب ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ جب ابوداؤد سے ملاقات کے بعد وہ لوشہ سے نکلا تھا تو اُس کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔وہ کبھی سوچتا کہ میں غرناطہ جاؤں گا اور ابوعبداللہ سے کہوں گا کہ ہم نے اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے ۔اب ہمارے لئے جنگ کے سوا کوئی راستہ نہیں۔وہ سیلاب جس کے بند ہم نے خود توڑے تھے اب ہمارے گھروں کا رخ کر رہا ہے۔ جب فرڈی نیڈ کی افواج غرناطہ میں داخل ہو جائیں گی تو نہ تم بادشاہ رہو گے اور نہ میں وزیر رہوں گا۔وہ شاید ہمیں عام انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا بھی حق نہ دے لیکن کیا ہم اس قابل ہیں کہ دشمن کے ساتھ لڑ سکیں۔اس دشمن کے ساتھ جس کے لئے ہم نے اپنے مضبوط ترین قلعوں کے دروازے کھول دئے ۔وہ ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہے۔اب ہم اسے دھمکی بھی نہیں دے سکتے۔

پھر وہ یہ سوچتا۔۔۔کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فرڈی نیڈ اس قدر ذلیل ثابت ہو۔ اگر میں اس کے پاس جاؤں اور اُسے یہ کہوں کہ ہم تمہارے لئے قوم کی نظروں میں ذلیل ہوئے۔ہم نے تم پر اعتبار کیا اور تمہارے لئے ابومحسن اور الزغل سے لڑائی کی۔ ہمیں یقین تھا کہ تمہارے سائے میں ہم امن کی زندگی بسر کر سکیں گے ۔ہم نے اندلس میں امن کے لئے اپنی سلطنت کا بیشتر حصہ تمہارے حوالے کر دیا اور اب تم غرناطہ بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہو۔تم اندلس کے شہنشاہ ہو۔ یہ عہد شکنی تمہاری شان شایان نہیں دنیا کیا کہے گی ۔مورخ کیا لکھیں گے۔کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ اگر ہم تمہارا ساتھ نہ دیتے تو اندلس میں کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو ابو

الحسن کی فتوحات کے سیلاب کو روک سکتی۔ اگر کسی نے تمہارے خلاف آواز اٹھائی تو ہم نے اُس کا گلا گھونٹنے سے دریغ نہ کیا۔ اگر کسی نے تم سے سرکشی کی تو ہم نے اُسے ذبح کر کے تمہارے قدموں میں ڈال دیا۔ کیا ہماری خدمت کا یہی صلہ ہے کہ غرناطہ کے دروازے ان بھیڑیوں کے لئے کھول دیئے جائیں جو مالقہ میں انسانیت کا دامن تارتار کر چکے ہیں؟ آخر ہم نے کیا جرم کیا ہے۔ نہیں۔۔ نہیں اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اب فرڈی نیڈ کو ہماری ضرورت نہیں۔ اب اُسے ابوالحسن اور الزغل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اب اس کے لئے وہ قوم بے ضرر بن چکی ہے جس نے صدیوں تک اندلس کے میدانوں میں اپنے اقبال کے پرچم لہرائے ہیں۔ فرڈی نیڈ نے تیروں کی بارش میں پتھروں کی آڑ لی تھی۔ اب اس کے خلاف لڑنے والوں کی کمانیں ٹوٹ چکی ہیں اور وہ ان پتھروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ابوعبداللہ میں اور میرے تمام ساتھی وہ پتھر ہیں جن کے مورچے بنا کر فرڈی نیڈ نے جنگ جیتی ہے۔ اب وہ ہماری ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا۔ لیکن ابوداؤد بھی تو ہماری طرح اُس کے مورچے کا پتھر تھا اور اُس نے اُسے لوشہ کا گورنر بنا دیا۔ طریف نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا نہیں وہ اُسے ابھی تک کارآمد سمجھتا ہے۔ فرڈی نیڈ اپنے ہار ماننے والے دشمن کو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتا ہے اور ابو داؤد پتھر کی حیثیت میں بھی اس کی تلوار تیز کرنے کے کام آسکتا ہے۔ فرڈی نینڈ چاہتا ہے کہ اس کے دشمن کی رگوں میں زندگی کے خون کے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے اور ابو داؤد اُسے بتا سکتا ہے کہ اُسے کون سی رگ کاٹنی چاہیے۔ شاید وہ دن بھی آجائے جب فرڈی نیڈ یہ محسوس کرے کہ اب ہماری طرح اُسے اس کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن ابھی اُسے اس کی ضرورت ہے۔ ابو داؤد نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں

ابوعبداللہ کے ساتھ غداری کر کے فرڈی نیڈ کو خوش کر سکتا ہوں۔لیکن یہ دھوکا ہے۔کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ فرڈی نیڈ نے ابوعبداللہ کے خلاف جو فیصلہ کیا ہے اس میں ابو داؤد کا مشورہ شامل ہو۔۔۔۔۔اور اگر ابو داؤد ابوعبداللہ کو فریب دے سکتا ہے تو کیا وہ مجھے فریب نہیں دے گا۔ میں مالقہ نہیں جاؤں گا۔ میں غرناطہ جاؤں گا لیکن غرناطہ پہنچ کر میں کیا کر سکتا ہوں۔موسیٰ میری قید میں ہے میں اُسے رہا کرنے کا خطرہ مول لے سکتا ہوں۔ میں اس کے پاؤں پر گر کر کہوں گا۔موسیٰ! قوم کو تمہاری ضرورت ہے لیکن اب موسیٰ بھی کیا کر سکتا ہے۔

اور جب طریف کے لئے یہ ذہنی کش مکش نا قابلِ برداشت ہو جاتی وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کوئی بات چھیڑ دیتا۔بستی کی سرائے میں پہنچنے سے قبل اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی منزل مقصود کیا ہے۔اس کا ایک قدم غرناطہ اور دوسرا مالقہ کی طرف اُٹھ رہا تھا۔لیکن جب وہ سرائے سے نکلا تو اُس کے سامنے صرف ایک منزل تھی۔ایک مظلوم لڑکی کی المناک موت کا حادثہ اس کے اونگھتے ہوئے ضمیر کے لئے آخری جھٹکا تھا۔اس کے ڈگمگاتے ہوئے پاؤں سنبھل چکے تھے۔قوم کی ایک بیکس لڑکی کی جگر دوز چیخوں نے غرناطہ کے وزیر اعظم کو ان لوگوں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا جنہیں حالات فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر لڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔طریف کے سامنے اب صرف ایک ہی راستہ تھا۔

جب صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے اُس نے ایک ندی کے کنارے گھوڑا روکا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔اب نماز کا وقت ہے۔

ندی سے وضو کرنے کے بعد طریف اور اس کے ساتھ قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور جب نماز کے بعد طریف نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو الفاظ کی بجائے اُس

کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔طریف نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا انتہائی کوشش کے بعد اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

میرے مولیٰ! ہم عزت کی زندگی کے راستے سے بہت دور آ چکے ہیں۔اب شاید ہمارے آنسو ہمارے دامن کی سیاہی نہ دھو سکیں۔ہم نے تیرے احکام سے بغاوت کی اور تیری رحمت سے انکار کیا اور اب جب کہ ہمارے سامنے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہم تجھ سے عزت کی موت مانگتے ہیں نہیں عزت کا لفظ ہم جیسے انسانوں کے لئے نہیں ہم اس قابل بھی نہیں کہ عزت کی موت کا تصور کر سکیں۔ہم فقط اپنے ضمیر کے عذاب سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ہمارے لئے زندگی کا ہر لمحہ موت سے کہیں زیادہ تلخ ہے۔اب تیری زمین کے لئے ہمارا بوجھ نا قابل برداشت ہو چکا ہے۔

یہ دعا جو آنسوؤں کے ساتھ شروع ہوئی تھی آنسوؤں کے ساتھ ختم ہوئی۔طریف اور اُس کے ساتھ اُٹھ کر پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

ندی عبور کرنے اور گنجان درختوں میں سے گزرنے کے بعد طریف کو غرناطہ کی مساجد کے مینار اور الحمراء کے گنبد دکھائی دے رہے تھے۔اُس نے افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔وہ دیکھو! غرناطہ! ہمارا غرناطہ۔حسن! یہ اندلس میں ہمارا آخری قلعہ ہے۔ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ہمیں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔اگر غرناطہ کی دس لاکھ کی آبادی میں سے ایک لاکھ نوجوان زندہ رہنے کا عہد کر لیں تو اُنہیں کون مٹا سکتا ہے۔کیا سرحدی عقابوں کی مٹھی بھر جماعت نے بارہا فرڈی نیڈ کی ٹڈی دل فوج کے دانت کھٹے نہیں کئے؟ کیا طارق کے ایک ہزار جانبازوں نے راڈرک کی سطوت کے ایوانوں کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجا دی تھی۔

جب ہم ہزاروں کی تعداد میں تھے تو ہم نے دشمن کی بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی اور آج ہماری تعداد لاکھوں میں ہے۔کیا ہم ہمیشہ کے لئے فرڈی نیڈ کی غلامی کی ذلت قبول کرلیں گے۔کیا ہمارے پاس وہ تلواریں نہیں جو ہمارے اسلاف۔۔۔

طریف اپنا فقرہ پورا نہ کرسکا۔درختوں کی آڑ سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور طریف کی پسلی میں پیوست ہوگیا۔وہ اُف کہہ کر جھکا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور تیر اس کی پیٹھ میں لگا۔طریف کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑلیں لیکن اتنی دیر میں چند تیر آئے اور طریف کا ایک ساتھ زخمی ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے عقب میں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔

طریف نے بلند آواز میں کہا۔حسن! اُن کے تعاقب کے لئے مت جاؤ میرا بہت سا کام باقی ہے۔

طریف نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور اُس کے ساتھی جو غصے کی حالت میں ہونٹ کاٹ رہے تھے اس کے پیچھے ہو لئے۔تھوڑی دور آگے جا کر حسن نے اپنا گھوڑ اطریف کے قریب لاتے ہوئے کہا۔ذرا گھوڑا روکئے میں یہ تیر نکال دوں۔

نہیں میرے لمحات بہت قیمتی ہیں۔اب وقت ضائع نہ کرو۔

آپ اس حالت میں زیادہ دور نہیں جاسکتے۔کم از کم مجھے اپنے زخم دیکھنے دیجئے۔یہ کہتے ہوئے حسن نے ہاتھ بڑھا کر طریف کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔

طریف نے گھوڑے سے اُترے ہوئے کہا۔تم بہت ضدی ہو حسن! وہ گھوڑے کے ساتھ اپنا سینہ لگا کر کھڑا ہوگیا اور زین کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولا۔جلدی کرو۔

حسن نے جلدی سے اپنا عمامہ اُتار کر اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ اسے دو حصوں میں پھاڑ ڈالو۔

دو آدمیوں نے گھوڑوں سے اُتر کر طریف کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُس نے جھنجھلا کر کہا۔ میں ٹھیک ہوں حسن جلدی کرو۔

حسن نے اچانک ایک تیر نکال کر پھینک دیا لیکن دوسرا تیر نکالتے وقت طریف بیہوش ہو چکا تھا۔ دونوں زخموں پر پٹیاں باندھنے کے بعد طریف کو اس کے ساتھیوں نے زمین پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد طریف نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن حسن نے کہا۔ اس حالت میں گھوڑے پر سفر کرنا ٹھیک نہ ہو گا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم آپ کو پاس کی بستی میں چھوڑ کر غرناطہ سے کوئی جراح لے آئیں

طریف نے اُٹھ کر فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ نہیں میں فقط اپنا آخری فرض پورا کرنے کے لئے زندہ ہوں۔

طریف گھوڑے پر سوار ہوا لیکن کوئی آدھ میل جانے کے بعد حسن نے محسوس کیا کہ اس کا گھوڑے کی زین پر جم کر بیٹھنا مشکل ہے۔ وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف جاتا تھا۔ گھوڑی کی باگ دوڑ پر اُسکی گرفت ڈھیلی ہو رہی تھی۔ حسن اپنا گھوڑا قریب لے گیا اور اُس نے طریف کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

طریف نے کراہتے ہوئے کہا۔ مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو!

(۵)

سرسبز باغات میں سے گزرنے کے بعد حسن نے ایک پرانے مکان کی چار

دیواری کے آہنی پھاٹک کے سامنے گھوڑا روکا۔ ایک حبشی غلام نے پھاٹک کی سلاخوں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

حسن نے کہا۔دروازہ کھولو۔جلدی کرو۔

حبشی نے حسن اوراس کے ساتھیوں کو پہنچانے ہی دروازہ کھول دیا۔مکان کی ڈیوڑھی عبور کرنے کے بعد حسن کشادہ صحن میں داخل ہو۔اتنی دیر میں چند غلام اور نوکر جمع ہو گئے اوروہ حسن کے اشارے پر طریف کو گھوڑے سے اُتار کر ایک کمرے میں لے گئے۔طریف بے ہوش تھا۔حسن نے نوکروں سے کہا۔یعقوب کو ذرا بلاؤ۔

ایک حبشی بھاگ کر باہر نکلا اور جلد ہی واپس آ کر بولا وہ آ رہا ہے۔

ایک اُدھیر عمر لیکن قوی ہیکل آدمی اندر داخل ہوا۔طریف کو بے ہوشی کی حالت میں بستر پر دیکھ کر اُس نے جواب طلب نگاہوں سے حسن کی طرف دیکھا۔

حسن نے کہا یعقوب آقا کا حکم ہے کہ موسیٰ کو فوراً قید سے نکال کر یہاں لے آؤ۔

یعقوب نے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں پہلے حسن اور پھر اُس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔اس کی خاموش نگاہیں اس غیر متوقع حکم کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں

حسن نے کہا۔یعقوب!وقت ضائع نہ کرو جلدی کرو۔

یعقوب نے قدرے جرات سے کام لیتے ہوے کہا۔لیکن آقا بے ہوش ہیں اور جب تک وہ خود مجھے حکم نہ دیں۔۔۔۔

حسن نے گرج کر کہا۔آقا کی طرف سے میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔جلدی کرو۔

لیکن وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

شیر لومڑیوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا کرتے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد حسن، یعقوب اور ایک غلام اس مکان کے دوسرے سرے پر ایک تنگ برآمدے سے گزرتے ہوئے ایک کوٹھڑی کے آہنی دروازے کے سامنے رُکے۔ بربری نے دروازے کا تالہ کھولا۔ کوٹھڑی کے ایک سرے پر پتھر کی تنگ سیڑھی نیچے کی طرف اُترتی تھی۔ کوئی بیس سیڑھیاں اُترنے کے بعد یہ لوگ ایک آہنی سلاخوں والے دروازے کے سامنے رُکے۔ یعقوب نے دروازہ کھولا۔ اندر سخت اندھیرا تھا۔ یعقوب نے دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ ایک لوہے کی چرخی کو گھمایا تو سامنے کی دیوار میں چھت کے قریب ایک چھوٹا سا روزن کھل گیا اور کمرے میں دھندلی سی روشنی آگئی۔ یہ کمرہ خالی تھا اور ایک آدمی دائیں ہاتھ دوسری کوٹھڑی کے تنگ دروازے کی آہنی سلاخوں کے پیچھے کھڑا اپنی تنہائی میں مخل ہونے والوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ موسیٰ ابن ابی غسان تھا۔ سطوت و جبروت کا پیکرِ مجسم جس کا مرجھایا ہوا چہرہ بھی دیکھنے والوں کے دل دہلا دینے کے لئے کافی تھا۔

حسن نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ ہم طریف بن مالک کے حکم سے آپ کو قید سے نکالنے آئے ہیں۔

موسیٰ خاموشی سے حسن کی طرف دیکھتا رہا۔ حسن نے پھر کہا۔ وہ زخمی ہے اور اس کی آخری خواہش یہ ہے کہ آپ اسے پاؤں پر گرنے کا موقع دیں۔ ہم اُسے بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اُسے معاف نہیں کریں گے۔ لیکن وہ توبہ کر چکا ہے۔ اور اب تھوڑی دیر میں شاید اُس کا معاملہ خدا کے سامنے ہوگا۔ ہم سب آپ کے مجرم ہیں اور اگر آپ سزا دینا چاہیں تو ہماری طرف سے سرتابی نہیں ہوگی۔

حسن کے اشارے پر یعقوب نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھول دیا۔موسیٰ کوٹھڑی سے باہر نکل ایک لمحہ کے لئے خاموش کھڑا رہا۔اور پھر بولا میری سمجھ میں نہیں آتا طریف ابوعبداللہ کے لئے ہر گناہ کرسکتا تھا اس پر یہ عتاب کیسے نازل ہوا۔

حسن نے جواب دیا۔طریف کو فرڈی نیڈ کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے۔آپ تمام معاملات سے باخبر ہونے کے بعد اُسے شاید قابلِ معافی سمجھیں لیکن اب اس کی زندگی کا چراغ ٹمٹما رہا ہے۔وہ آپ کا منتظر ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

موسیٰ نے کہا چلو!

(۶)

طریف نے درد سے کراہتے ہوئے کہا، جلدی کرو مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو

اس کے ایک ساتھی نے کہا حسن موسیٰ کو لینے گیا ہے۔وہ آ ہی رہے ہوں گے

۔

طریف نے آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھا اور اُٹھ کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں اس حالت میں اُسے دیکھنا نہیں چاہتا۔ مجھے اس کی کوٹھڑی کے سامنے لے چلو۔ میں اس قابل نہیں کہ وہ میرے پاس آئے جلدی کرو۔

طریف نے اپنے پاؤں بستر سے نیچے لٹکا دئے۔دو آدمیوں نے اُسے سہارا دیا جب اسے دروازے سے باہر نکالا گیا تو ایک حبشی غلام نے کہا۔وہ آرہے ہیں۔

طریف نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ مجھے سہارے کی ضرورت نہیں۔نوکروں نے اپنی مرضی کے خلاف اُس کے حکم کی تعمیل کی۔طریف نے چند قدم اُٹھائے۔ برآمدے کے دوسرے سرے پر اُسے موسیٰ دکھائی دیا۔اس کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور برآمدے کے ستون کے ساتھ لپٹ کر

کھڑا ہو گیا۔موسیٰ اس کے قریب پہنچ کر رکا اور تذبذب کی حالت میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔طریف کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔موسیٰ تمہارا مجرم موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔لیکن اس سے پہلے ۔۔۔۔۔ اس سے پہلے

طریف ستون کا سہارا چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھا اور بے اختیار موسیٰ کے پاؤں پر گر پڑا۔موسیٰ ایک ثانیہ کے لئے بے حس وحرکت کھڑا رہا۔پھر اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن اس کے پاؤں طریف کے بازوؤں کی گرفت میں تھے۔ بے ہوشی کی حالت میں یہ گرفت کافی مضبوط تھی۔اچانک موسیٰ نے محسوس کیا کہ اس کے پاؤں بھیگ رہے ہیں۔طریف اس کے پاؤں پر آنسوؤں کی پونجی لٹا رہا تھا نہیں یہ آنسو نہ تھے۔موسیٰ کا دل پر چرکا لگا۔وہ ماضی کی تمام تلخیوں کو بھول چکا تھا۔اُس نے جھک کر طریف کو اُٹھایا۔آنسوؤں کی بجائے اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔موسیٰ اُسے اٹھا کر اندر لے گیا۔اُسے بستر پر لٹا کر ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن تھکا ہوا مسافر اپنی آخری منزل پر پہنچ کر دم توڑ چکا تھا۔

موسیٰ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور ضبط کی کوشش کے باوجود اس کے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔یہ آنسو طریف کے چہرے پر گرے۔ابو موسیٰ نے اُس کا سر اپنی گود سے اُٹھا کر تکیے پر رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔طریف! تم ہمارے تھے۔

نئے ولولے

(۱)

موسیٰ مدت کے بعد پھر ایک بار ندی کے اس پل کے قریب کھڑا تھا جس کے دوسرے کنارے سے سرحدی عقاب کی آزاد مملکت شروع ہوتی تھی۔ پل کے پاس اسی درخت کے ساتھ اسی طرح لکڑی کا ایک تختہ لٹک رہا تھا۔ لیکن اُس پر لکھی تحریر اس تحریر سے مختلف تھی جسے موسیٰ نے شاہین کی وادی میں پہلی بار داخل ہوتے وقت پڑھا تھا۔ اس تحریر کے الفاظ یہ تھے۔

اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو غدار ابو عبداللہ کی بادشاہت تسلیم کر چکا ہو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ نصرانیوں کے مظالم سے پناہ لینے والے مسلمانوں کو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ لیکن دشمن کے جاسوس کی سزا موت ہے۔

عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ موسیٰ نے گھوڑے سے اُتر کر اُسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور ندی کے پانی سے وضو کرنے کے بعد سرسبز گھاس پر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ کوئی پچیس کے لگ بھگ مسلح نوجوان درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے اور موسیٰ کے قریب جمع ہو گئے۔ موسیٰ نماز سے فارغ ہو کر اُٹھا اور اُن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ میں تمہارے امیر سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرا نام موسیٰ ہے۔

موسیٰ! آپ؟ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر اُسے غور کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا آپ زندہ تھے! لیکن اتنی دیر آپ کہاں رہے؟ نوجوان کی پریشانی مسرت میں تبدیل ہو رہی تھی۔

موسیٰ نے کہا اپنے امیر سے کہو کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی

اجازت چاہتا ہوں۔میں یہاں ٹھہر کر اُن کے حکم کا انتظار کروں گا۔

نوجوان نے جواب دیا۔غرناطہ کے شیر کو عقاب کی وادی میں داخل ہونے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

یہ نوجوان مجاہدین کے اس گروہ کا سالار تھا۔اُس کے اشارے پر ایک سپاہی موسیٰ کا ساتھ ہو لئے اور باقی پھر درختوں کی آڑ میں روپوش ہو گئے۔جنگل اور پہاڑ کے تنگ و تاریک راستوں سے گزرنے کے بعد آدھی رات کے قریب وہ ایک قلعے کے دروازے کے سامنے پہنچے۔موسیٰ کی توقع کے خلاف قلعے کا دروازہ کھلا تھا اور باہر چند آدمی کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی۔موسیٰ دروازے کے قریب پہنچا تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔موسیٰ گھوڑے سے اُترا اور مشعل کی دھندلی روشنی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔کون بشیر!بشیر بے اختیار اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ جذبات کے ہیجان میں بشیر بار بار یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔آپ کہاں تھے؟

آپ نے اپنے متعلق ہمیں اتنی دیر بے خبر کیوں رکھا؟ یہ ایک خواب تو نہیں۔

بشیر کی گرفت سے علیحدہ ہونے کے بعد موسیٰ دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ایک سیاہ پوش نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔موسیٰ نے اُس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر نے کہا۔یہ منصور بن احمد ہیں۔

منصور کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد موسیٰ کی نظر ابو محسن پر جا پڑی۔ابو محسن بے حس و حرکت کھڑا اپنے سالار کی طرف دیکھ رہا تھا۔موسیٰ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ابو محسن!تم مجھے نہیں پہچانتے؟

ابو محسن نے فرطِ عقیدت سے موسیٰ کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

وہ قلعے کے اندر داخل ہوئے۔ایک وسیع کمرے میں دستر خوان بچھا ہوا تھا۔ موسیٰ نے کہا۔

آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔

بشیر نے جواب دیا۔ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔

تو دروازے پر بھی میرا ہی انتظار ہو رہا تھا لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں آ رہا ہوں۔منصور نے جواب دیا۔جب آپ ہماری سرحد سے چار کوس کے فاصلے پر تھے تو ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ ایک مہمان آ رہا ہے اور مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر بعد ہمیں یہ اطلاع مل گئی کہ ہمارا مہمان کون ہے؟

دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آ گیا جب وہ الزغل کے ساتھ پہلی بار عقاب کی وادی میں داخل ہوا تھا۔وہ جنگل کی اس دعوت کا تصور کر رہا تھا جس میں ان کا میزبان بدر بن مغیرہ تھا۔آج جب بدر بن مغیرہ کی بجائے منصور بن احمد نے اس کے ہاتھ دھلائے تو اُسے اچانک اس محفل میں اجنبیت کا احساس ہوا۔بشیر کی بے تکلفی اور منصور کے خلوص کے باوجود وہ اس محفل میں ایک تنہائی محسوس کر رہا تھا۔اس نے بدر بن مغیرہ کا ذکر چھیڑنا چاہا لیکن وہ بول نہ سکا۔میزبان اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کا مہمان کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

بشیر نے کہا۔شروع کیجئے۔

موسیٰ نے غیر ارادی طور پر ایک لقمہ اٹھایا لیکن اس کی بھوک مر چکی تھی۔اس کا ہاتھ منہ تک پہنچتے پہنچتے رک گیا۔اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہونے لگے۔اس کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔بدر!بدر!!اور اُس

نے اٹھایا ہوا نوالہ پھر دستر خوان پر رکھ دیا۔

میز بان انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔موسیٰ نے اپنا چہرہ آستین میں چھپالیا۔وہ مجاہد جس کے سامنے شیروں کے دل دہل جاتے تھے۔جس نے ساری عمر طوفانوں سے لڑنا اور بجلیوں سے کھیلنا سیکھا تھا، جو موت کے بھیانک چہرے کے سامنے قہقہہ لگانے کی جرات رکھتا تھا اس بھری محفل میں رو رہا تھا۔اس معصوم بچے کی طرح جس کا عزیز ترین کھلونا ٹوٹ چکا ہو۔معاف کیجئے مجھے بھوک نہ تھی۔موسیٰ بھرائی ہوئی آواز میں یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

میز بانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔منصور نے کہا۔تھوڑی دیر انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔بشیر!تم میرے ساتھ آسکتے ہو۔

موسیٰ صحن میں کھڑا آسمان کے جگمگاتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔بدر!بدر!!اس نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

منصور نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔یہ مایوسی غرناطہ کے مجاہد اعظم کی شان کے شایان نہیں۔غرناطہ کا انجام بہت الم ناک ہے۔لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔

ابو موسیٰ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔میں اس وقت غرناطہ کے متعلق نہیں سوچتا منصور!تم نہیں جانتے ٹوٹی ہوئی دیواریں پھر کھڑی کی جاسکتی ہیں۔قلعے دوبارہ تعمیر کئے جاسکتے ہیں۔اور قوم کی مردم شماری میں بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے۔لیکن وہ مسیحا جو مردہ اقوام کی رگوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرتے ہیں۔بار بار پیدا نہیں ہوتے۔بدر ہماری قوم کا مسیحا تھا۔لیکن ہم نے اُسے تختہ دار پر لٹکا دیا۔وہ اس مردہ قوم کی رگوں میں زندگی کے خون کا آخری قطرہ تھا۔وہ ہماری تلوار تھا جو

ٹوٹ گئی، وہ ہمارا بازو تھا جو کٹ گیا، وہ ایک آفتاب تھا جو غروب ہو چکا ہے اور ہم تاریکی میں بھٹک چکے ہیں۔

(۲)

قلعے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر اس کا اشارہ سمجھ کر قلعے کے دروازہ کی طرف چل دیا۔

منصور نے موسیٰ سے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں چلئے اندر بیٹھیں۔

ابو موسیٰ کچھ کہے بغیر منصور کے ساتھ چل دیا۔ پتھر کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر شمعیں جل رہی تھیں۔ منصور کے اشارے پر ابو موسیٰ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ منصور اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اگر قدرت ایک معجزہ کر سکتی ہے تو وہ دوسرا معجزہ بھی کر سکتی ہے۔ ہم آپ کے متعلق نا اُمید ہو چکے تھے۔ آج ہمیں آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے آدمیوں کا دھوکا ہوا ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ جس طرح ہمیں موسیٰ مل گیا ہے اُسی طرح آپ کو بدر مل جائے؟ کیا آپ کی طرح وہ بھی روپوش نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ نے قدرے پُر امید ہو کر منصور کی طرف دیکھا لیکن پھر مایوس ہو کر کہنے لگا۔ حالات نے تمہیں بھی میری طرح شاعر بنا دیا ہے۔ مایوسی ہر شخص کو شاعر بنا دیتی ہے۔ میں سارا راستہ دل کو یہ جھوٹی تسلی دیتا آیا تھا کہ بدر بن مغیرہ زندہ ہے ممکن ہے کہ وہ شخص جسے ابو عبداللہ نے قتل کیا ہو کوئی اور ہو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ قتل ہونے کی بجائے میری طرح قید میں ہو اور تمہارے دستر خوان پر بیٹھتے وقت بھی میری نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ میں قدرت کے معجزے کا انتظار کر رہا تھا اور جب تم نے

مجھے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لئے کہا تو امید کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ گیا۔ یہ حقیقت میرے لئے نا قابل برداشت تھی کہ اس محفل میں بدر بن مغیرہ کی جگہ خالی ہو چکی ہے۔ اگر میں آتے ہی اس کا ذکر چھیڑ دیتا تو مجھ سے دستر خوان پر بچوں کی سی حرکت سرزد نہ ہوتی۔ لیکن میں اُسے مردہ نہیں بلکہ زندہ سمجھ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے میں آپ کی زبان سے سُننا چاہتا تھا۔ منصور! میں زندگی اور موت کے مفہوم سے نا آشنا نہیں۔ مرنے والوں کی یاد نے مجھے کبھی نہیں ستایا۔ خواب میں بھی میں انہیں اس دنیا کی بجائے ہمیشہ کسی اور دنیا میں دیکھا ہے۔ ہماری دوستی کا زمانہ بہت مختصر تھا لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس دنیا میں وہ مجھ سے بہت زیادہ قریب تھا بلکہ وہ میرے وجود کا ایک حصہ تھا۔

دروازے سے باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ منصور نے اپنے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ آپ بدر بن مغیرہ سے ابھی ملنا چاہتے ہیں۔

ایک لمحہ کے لئے موسیٰ مبہوت سا ہو کر منصور کی طرف دیکھتا رہا۔ باہر سے پاؤں کی آہٹ پا کر دروازے کی طرف متوجہ ہوا اور اچانک اس کی تمام حسیات سمٹ کر آنکھوں میں آ گئیں۔ بدر بن مغیرہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اس کے سامنے تھا۔

ایک ثانیہ کے لئے موسیٰ بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس کے ہونٹ کپکپانے۔ وہ چلایا۔ بدر! بدر!!

بدر نے ایک قدم آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلائے۔ موسیٰ اُٹھا اور اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ بدر! تم زندہ ہو میرے دل نے مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میرے

دوست! میرے رفیق!! میرے بازو!!

بدر کی آنکھوں میں آنسو آ چکے تھے لیکن وہ خاموش تھا اور جب وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے تو موسیٰ منصور کی طرف متوجہ ہوا۔ تم دونوں بہت ظالم ہو۔ تم نے مجھے یہاں آتے ہوئے کیوں نہ بتایا۔

منصور نے جواب دیا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اتنی دیر روپوش رہنے کے بعد آپ کسی سزا کے مستحق نہ تھے۔ بدر سے پوچھئے وہ آپ کے لئے کس قدر بے قرار تھا۔ تاہم ہماری نیت یہ نہ تھی کہ آپ کو پریشان کیا جائے۔ بدر ابھی باہر سے آیا ہے اگر ہم آپ کو پہلے بتا دیتے تو آپ کے لئے انتظار کے چند لمحات بھی ناقابل برداشت ہوتے۔

بشیر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ دستر خوان پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آیئے!

بدر نے موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ چلیں میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد بدر بن مغیرہ، موسیٰ، بشیر اور منصور اور ابو محسن پھر اُسی کمرے میں آ گئے۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ موسیٰ طویل سفر کے بعد یہاں پہنچا تھا۔ اور بدر بھی اپنی ایک دور افتادہ چوکی سے اس قلعے تک پہنچنے میں تین گھوڑے تبدیل کر چکا تھا لیکن اس غیر متوقع ملاقات کے بعد کسی کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔ دونوں نے اپنی اپنی سرگزشت سنائی۔ اس کے بعد حال اور مستقبل کے متعلق بحث شروع ہوئی۔

موسیٰ نے ابو محسن سے چند سوالات پوچھنے کے بعد کہا۔ میں قید سے رہا ہونے

کے بعد ایک تاجر کا بھیس بدل کر غرناطہ گیا تھا۔ وہاں میں نے صرف دو دن قیام کیا اور ان دو دنوں میں اپنے عوام کے متعلق میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اب وہ ذلت کی موت سے بچنے کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے۔ فرڈی نیڈ کے متعلق اب کسی کو غلط فہمی نہیں۔ دوسرے شہروں سے قریباً چار لاکھ مہاجر غرناطہ میں داخل ہو چکے ہیں اور اُن کی مظلومیت کی داستانیں سُن کر غرناطہ کے ہر باشندے کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر ابو عبداللہ نے فرڈی نیڈ کی افواج کے لئے غرناطہ کے دروازے کھول دے تو ان کا انجام مالقہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں سے مختلف نہ ہوگا۔ رضا کاروں کے دستے شہر کے دروازوں پر پہرہ دے رہے ہیں۔ الحمراء کے دروازے پر ابو عبداللہ کے خلاف شب و روز مظاہرے ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ابو عبداللہ نے عوام کے جذبات کا احترام نہ کیا تو فوج عوام کا ساتھ دے گی اور غداروں کی جماعت بھی اب یہ محسوس کر رہی ہے کہ انہیں اپنے محل فرڈی نیڈ کے سپاہیوں کے لیے خالی کرنے پڑیں گے۔ پہلے اُنہیں یہ یقین تھا کہ وہ ابو عبداللہ کی حکومت اور فرڈی نیڈ کی سرپرستی سے فائدہ اُٹھا کر عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹیں گے۔ لیکن اب اُن پر یہ خوف طاری ہو رہا ہے کہ اگر غرناطہ فرڈی نیڈ کے قبضے میں چلا گیا تو انہیں اپنے سے زیادہ خطرناک اور بے رحم ڈاکوؤں سے واسطہ پڑے گا۔ طریف کے ایک ساتھی نے ابو عبداللہ کو اس کا آخری پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور ابو عبداللہ اور اس کے ساتھی محسوس کر رہے ہیں کہ اگر فرڈی نیڈ کے آدمی طریف جیسے آدمی کو قتل کر سکتے ہیں تو اُن میں سے کسی کو بھی اپنے متعلق خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈی نیڈ غرناطہ پر حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ وقت تھوڑا ہے اور ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

بدر نے کہا۔فرڈی نیڈ کی افواج مالقہ سے روانہ ہوچکی ہیں۔ مجھے آج دوپہر یہ اطلاع مل گئی تھی۔

موسیٰ نے چونک کر کہا۔اگر یہ صحیح ہے تو میرا غرناطہ فوراً پہنچنا ضروری ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔میرا خیال ہے کہ آپ ابھی تک غرناطہ کے لوگوں کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں

موسیٰ نے کہا۔جب میں یہ سمجھتا تھا کہ اہل غرناطہ عزت کی زندگی کے حصول کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے تو یہ ایک خوش فہمی تھی لیکن اب وہ ذلت کی موت سے بچنا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب اُن کے سامنے موت کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا تو وہ ذلت کی موت پر عزت کی موت کو ترجیح دیں گے۔فرڈی نیڈ کے خلاف ہماری یہ پہلی جنگ ہوگی جس میں شاید قوم کے پرانے غدار اور عافیت پسند لوگ بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔اور اس جہاد کے لئے آپ پھر ابوعبداللہ کے مقدس ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

موسیٰ نے پریشان ہو کر جواب دیا۔ میں ابوعبداللہ کے لئے نہیں غرناطہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ہوسکتا ہے کہ اہل غرناطہ کے متعلق مجھے غلط فہمی ہو لیکن آپ کے متعلق مجھے غلط فہمی نہیں۔اگر میں یہاں نہ بھی آتا تو بھی آپ اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچتے۔

بدر بن مغیرہ نے ایک لمحہ کے لئے خاموش رہا اور پھر اُٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کر باہر جھانکنے لگا۔اس کی پیٹھ موسیٰ کی طرف تھی۔

موسیٰ نے کہا۔بدر!اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ ہم ان حالات میں بھی غرناطہ کی

چاردیواری کی حفاظت کر سکتے ہیں تو میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت میں تمہارے مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو جاتا لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ ہم تمہاری مدد کے ساتھ یہ جنگ جیت سکتے ہیں غرناطہ میں اس وقت بھی ایک لاکھ سے زیادہ رضاکار بھرتی کئے جا سکتے ہیں۔

بدر بن مغیرہ نے اچانک مُڑ کر موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔موسیٰ! تم جانتے ہو کہ میں غرناطہ کو بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔لیکن گزشتہ واقعات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ہم غرناطہ کو بچا سکتے ہیں۔کیا غرناطہ کے لئے ہماری گزشتہ قربانیاں کسی کام آسکیں؟ اور اب بھی اگر ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنائیں تو کیا ہماری مزید قربانیاں رائیگاں نہ جائیں گی؟ ہم کب تک ان گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دیں گے جن کی بنیادیں ہل چکی ہیں اور ہمارا خون کب تک اس درخت کی آبیاری کرتا رہے گا جس کی جڑوں کو کیڑے لگے ہوئے ہیں۔میری باتیں ذرا تلخ ہیں لیکن اب حقیقت کے بھیانک چہرے کو الفاظ کے حسین پردوں میں چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ غرناطہ کے عوام اپنی غلطیوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ان کے دل میں مدافعت کا جذبہ اُبھر رہا ہے۔اور وہ شاید لڑیں گے لیکن بدقسمتی سے آج بھی ان کا امیر ابوعبداللہ ہے اور آج بھی وہی لوگ برسرِ اقتدار ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہماری شاندار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو کر رہ گئیں۔اہل غرناطہ کے کندھوں پر لاشوں کا بوجھ ہے جنہیں آج سے کئی برس پہلے دفن کر دینا ضروری تھا۔تم کہتے ہو کہ لوگ الحمراء کے دروازے پر شب و روز مظاہرے کرتے ہیں۔لیکن کیا ان مظاہروں سے ان کا مقصد یہ نہیں کہ ابوعبداللہ اپنے محل سے نکل کر ان کی راہنمائی کرے۔میں اُن

لوگوں کے متعلق کیا کہوں جو میدان جنگ میں راہنمائی کے لیے ایک بوسیدہ لاش اُٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لیں۔ موسیٰ! الحمراء کی تعمیر میں ہمارے اسلاف کا خون اور پسینہ صرف ہوا ہے۔ لیکن اگر آج اُس کی دیواریں ابوعبداللہ جیسے غداروں کو پناہ دیتی ہیں تو خدا کے لئے اہل غرناطہ سے کہو کہ وہ ان دیواروں کو گرادیں۔ اگر الحمراء کے دروازے اُن کے ہاتھوں کو قوم کے غداروں کی شہ رگ تک پہنچنے سے روکتے ہیں تو ان دروازوں کو توڑ ڈالو۔ اگر مردوں نے اقتدار سنبھال کر کرسیاں سنبھال رکھی ہیں تو انہیں کرسیوں سمیت دفن کر دو۔

آپ کو غلط فہمی نہ ہو۔ ہماری تلواریں کسی بادشاہ کے لئے بے نیام نہیں ہوئی تھیں۔ ہمیں غرناطہ کے نام نہاد شاہی خاندان سے کوئی محبت نہ تھی۔ ابو الحسن کی دعوت پر ہم نے اس لئے لبیک کہا کہ اس نے قوم کو دشمن کی غلامی سے نجات دلانے کا عہد کیا تھا۔ ہم نے الزغل کی قیادت اس لئے قبول کی کہ وہ قوم کی آزادی کے لئے میدان جنگ میں کودا تھا۔ لیکن ہماری ناکامیوں کا باعث صرف یہ تھا کہ انہوں نے میدان میں کودنے سے پہلے غرناطہ کو منافقین کے وجود سے پاک کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ الزغل کو موقع ملا لیکن اُس نے اپنے بھتیجے کو تختہ دار پر لٹکانے کی بجائے اسے لوشہ کا حاکم بنادیا اور یہ شہر فرڈی نیڈ کے حوالے کر دیا۔

ابو محسن سے پوچھیے۔ اُسے اہل غرناطہ کی راہنمائی کا موقع ملا لیکن اس نے بھی وہ غلطی کی اس نے رضا کاروں کی فوج تیار کی اور ابو عبداللہ کو اپنا راہنما بنا لیا لیکن ابو عبداللہ کے ساتھ غدار بھی میدان میں پہنچ گئے اور ان کی فتوحات شکست میں تبدیل ہو گئیں۔

موسیٰ! اگر تم جہاد کی دعوت لے کر آئے ہو تو یہاں سے مایوس ہو کر نہیں جاؤ

گے۔لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ان تمام واقعات کے بعد بھی ہم عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کا تابوت اُٹھائے پھریں آپ اطمینان رکھیں۔ہم سیلاب کے سامنے آنکھیں بند کرنے والوں میں سے نہیں لیکن تنکوں کی کشتی پر بیٹھنے کی بجائے ہم اپنے بازووں پر بھروسہ کریں گے۔ہم ریت کی دیواروں کی پناہ لے کر اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیں گے۔

تم کہتے ہو کہ اب ابوعبداللہ اور اس کے ساتھی اپنے مفاد خطرے میں دیکھ کر عوام کا ساتھ دیں گے لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کل اگر فرڈی نیڈ اُنہیں یہ یقین دلا دے کہ تمہارا مفاد خطرے میں نہیں تو میں تمہیں عوام کے کندھوں پر سوار رہنے اور قوم کا خون چوسنے کی اجازت دیتا ہوں تو وہ قوم کا ساتھ نہیں چھوڑ دیں گے؟ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں غرناطہ کی زندگی خطرے میں ہے اور میں ان کی غیر طبعی زندگی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں اس کے باوجود اگر تم حکم دیتے ہو تو میں حاضر ہوں اور میرے تمام سپاہی حاضر ہیں

بدر بن مغیرہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔موسیٰ کچھ دیر سوچتا رہا۔بالآخر اُس نے کہا۔ آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرڈی نیڈ غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے۔اور خدا شاہد ہے کہ اس وقت میرے سامنے صرف یہ سوال ہے کہ اندلس کے مسلمانوں کے اس آخری حصار کو بچایا جائے۔ہمارے لئے یہ وقت ابوعبداللہ کے متعلق سوچنے کا نہیں ۔وقت آنے پر ہم سب غداروں سے نپٹ لیں گے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کوئی رحم ہو سکتا ہے جن کے باعث ہماری قوم کی ہزاروں بیٹیوں کی عصمت لٹ چکی ہے۔لیکن اب ایک طرف دشمن ہمارے سینے پر نیزہ تانے کھڑا ہے اور دوسری طرف یہ مجرم ہیں۔اگر ہم ان کی طرف متوجہ ہو جائیں تو

دشمن کا وار خالی نہیں جائے گا۔ اگر خدانخواستہ فرڈی نیڈ نے غرناطہ فتح کر لیا تو ہم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ بدر! میرے سامنے اس وقت کئی لاکھ عورتوں کی عصمت بچانے کا سوال ہے۔ اگر ہم نے نصرانیوں کو پسپا کر دیا تو ان منافقین کے لئے صرف دو ہی راستے ہوں گے۔ یا تو یہ قوم کے پیچھے لگ جائیں گے اور یا قوم کے پاؤں تلے کچلے جائیں گے۔ میں صبح ہوتے غرناطہ چلا جاؤں گا۔ اگر فرڈی نیڈ کا رخ غرناطہ کی طرف ہے تو چند دن تک آپ کو اہل غرناطہ کی قوت مدافعت کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اگر مجھے مایوسی ہوئی تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ غرناطہ کی بجائے یہ جنگل اور پہاڑ ہمارا آخری حصار ہے۔ میں آپ کے پاس چلا آؤں گا اور وہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے جو دشمن کے ساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں

بدر نے کہا۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب آپ دشمن کے خلاف تلوار اُٹھائیں گے تو ہماری تلواریں نیام میں نہیں رہ سکیں گی۔ اگر اہل غرناطہ کا کوئی گروہ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو آپ ان کو یہاں آنے کا مشورہ نہ دیں۔ وہ صرف مایوسی کے وقت یہاں آئیں گے۔ اور یہاں مایوس ہونے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ وہ اگر اپنی جگہ پر ڈٹے رہے تو صرف ہم ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشے سے مسلمان اُن کی مدد کے لئے پہنچیں گے۔ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق میں پھر یہ کہوں گا کہ اگر حالات آپ کو ان کی خلاف کسی فوری اقدام کی اجازت نہ دیں تو بھی اُن کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔

موسیٰ نے کہا۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ابو محسن کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔

ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اپنے ساتھ لے

جاسکتے ہیں۔صبح کی نماز کے بعد بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھ موسیٰ اور ابوالحسن کو الوداع کہہ رہے تھے۔

(۴)

فرڈی نیڈ نے غرناطہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔اس کی ٹڈی دل فوج نے بار بار شہر پناہ پر حملے کئے لیکن ہر بار تیروں کی بارش میں انہیں پیچھے ہٹنا پڑا۔تاہم فرڈی نیڈ اور اس کے سپاہی طاقت کے نشے میں چور تھے۔انہوں نے معمولی نقصانات کی پرواہ نہ اور شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔اردگرد کی بستیوں کے لوگ نصرانیوں کی پیش قدمی کی خبر سنتے ہی شہر میں پناہ لے چکے تھے۔فرڈی نیڈ کے سپاہیوں نے ان کے سرسبز باغات برباد اور فصلیں تباہ کر ڈالیں۔

اہل شہر کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی اور اس کی روح پرور تقریروں سے اہل غرناطہ میں ایک نئی زندگی آ چکی تھی۔قوم کے افراد کی طرح ابوعبداللہ اور اُس کے ساتھی بھی اُسے اپنا راہنما تسلیم کر چکے تھے اور قوم اُن کے گزشتہ گناہ بھول چکی تھی۔علماء اپنے شاگردوں اور عقیدتمندوں اور سردار اپنے اپنے قبائل کی طرف فرڈی نیڈ کے خلاف اعلان جہاد کر چکے تھے۔نوجوانوں کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ وہ دو بااثر سرداروں کو فرڈی نیڈ کے جاسوس ہونے جرم میں پھانسی کی سزا دے چکے تھے۔

فرڈی نیڈ کو یقین تھا کہ سامانِ رسد ختم ہونے پر اہل شہر خود بخود ہتھیار ڈال دیں گے۔لیکن ایک دن طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر قبل فرڈی نیڈ کی فوج نیند سے بیدار ہو رہی تھی،شہر کے تمام دروازے کھل گئے اور مسلمانوں نے باہر نکل کر حملہ کر دیا۔یہ حملہ فرڈی نیڈ کی توقع کے خلاف تھا۔آن کی آن میں مسلمان قریباً چار ہزار

نصرانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے تھے۔ اتنی دیر میں فرڈی نیڈ کے تیر انداز خندقوں میں جم کر بیٹھ گئے اور اس کی پیادہ اور سوار فوج کو منظم ہونے کا موقع مل گیا۔ موسیٰ نے ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ شہر کے مغربی دروازے سے نکل کر حملہ کیا اور دشمن کی کئی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور تیر انداز کے اگلے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔

جنوبی دروازے سے ابو عبداللہ نمودار ہوا اور دشمن کی فوج کے سپاہی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ غرناطہ کا کٹھ پتلی بادشاہ ابھی تک نیزہ بازی اور شہسواری میں اپنے اسلاف کی روایات نہیں بھولا۔

دوپہر تک فرڈی نیڈ کی فوج ہر محاذ سے پیچھے ہٹتی رہی لیکن تیسرے پہر وہ آخری خندق کے پیچھے اپنی سوار اور پیادہ افواج منظم کر چکے تھے اور غرناطہ کے حملہ آوروں کے لئے آگے بڑھنا ناممکن نہ تھا۔ فریقین کی صفوں کے درمیان تیر کی پرواز حدِ فاصل بن چکی تھی۔ ابو موسیٰ کے پاس پیادہ فوج کی کمی نہ تھی۔ لیکن اُس نے حملے کا حکم نہ دیا۔ اُس کے تیر انداز شہر پناہ کے اردگرد مورچے بنا چکے تھے۔ اس کے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں آگے بڑھ کر حملہ کرتے اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے بعد واپس آ جاتے۔

فرڈی نیڈ بھاری نقصان اُٹھانے کے باوجود اس صورتِ حال سے پریشان نہ تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا کہ فاقہ کشی نے مسلمانوں کو شہر سے باہر آ کر لڑنے پر مجبور کر دیا ہے اور ایک دو دن میں اُن کی رہی سہی ہمت جواب دے جائے گی۔ اس لئے اُس نے جوابی حملہ کرنے کی بجائے اپنے سپاہیوں کو فقط مدافعت کی جنگ لڑنے کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد موسیٰ نے شہر کے چاروں طرف اپنی فوج کی صفیں درست کیں اور سالاروں کو حکم دیا کہ وہ آخری حملے کے لیے تیار رہیں۔ وقت آنے پر شہر پناہ کے ہر برج سے نقیب اُنہیں آوازیں دیں گے اور وہ آواز سنتے ہی دشمن پر حملہ کر دیں۔

تجربہ کار لوگ اس حملہ کے نتائج کے متعلق پُرامید نہ تھے بلکہ وہ اس حملہ کو خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے۔ دشمن کے تیراندازوں کے مورچوں پر سیدھا حملہ بہت خطرناک تھا اور اس کے علاوہ فرڈی نیڈ کے سواروں کی تعداد موسیٰ کے سواروں سے کم از کم آٹھ گنا تھی اور پیادہ فوج جس پر موسیٰ کی طاقت کا دارومدار تھا، اس حملے میں زیادہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن عوام کو موسیٰ پر اعتماد تھا۔ وہ اس کے اشارے پر آگ میں کودنے کے بھی تیار تھے۔

فوج کو ہدایات دینے کے بعد موسیٰ شہر کے دروازے میں داخل ہوا اور گھوڑے سے اُتر کر فصیل پر چڑھ گیا۔ باری باری ہر دروازے کے بُرج پر کھڑے ہو کر اُس نے اُفق کی طرف نگاہ دوڑائی۔ ڈھلتے ہوئے سائے اُس کی مایوسی میں اضافہ کرنے لگے۔ وہ فصیل پر بھاگتا ہوا ایک دروازے سے اُتر کر دوسرے دروازے پر پہنچتا اور پہریداروں سے پوچھتا۔ ابھی تک تمہیں کچھ نظر نہیں آیا؟ اور جب پہریدار نفی میں جواب دیتے تو اطمینان کے لئے خود افق کی طرف دیکھتا۔

دوسری طرف فرڈی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا کہ مقدس باپ! آپ دعا کریں کہ دشمن ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی نہ کرے۔ اگر آپ کی دعا قبول ہوئی تو یہ جنگ آج ہی ختم ہو جائے گی۔ اور بشپ مریم کی مورتی کے سامنے دوزانو ہو کر دعا کر رہا تھا۔

(۵)

موسیٰ تیسری بار شہر کے دروازے کے برج کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اوپر سے پہریدار نے آواز دی۔ اُفق پر گرد دکھائی دے رہی ہے۔ شاید کوئی فوج آ رہی ہے۔

موسیٰ بھاگتا ہوا بُرج پر پہنچا اور اُفق کی طرف دیکھ کر چلایا۔ وہ آ گئے۔ وہ آ گئے!! ہمارے عقاب آ گئے!!! آج خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔

اور جب گرد کے بادلوں میں سوار دکھائی دینے لگے تو موسیٰ کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو اُبل پڑے۔ اُس نے بُرج سے نیچے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ ہوشیار۔

اور فصیل پر کھڑے ہونے والے نقیبوں نے آن کی آن میں امیر عساکر کی آواز سپاہیوں کے کانوں تک پہنچا دی۔ سواروں نے نیزے تان لیے اور پیادوں نے تلواریں سونت لیں۔

موسیٰ نے۔ بزن۔ کہا اور فصیل کے ہر کونے سے بزن کی آواز گونجی۔ موسیٰ بھاگتا ہوا باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

دوسری طرف فرڈی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا۔ مقدس باپ! آپ دعا قبول ہوئی موت کو دشمن کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں، اب وہ خود موت کی آغوش کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہیں ہلال و صلیب کے علم برداروں کا ایک اور معرکہ دیکھ رہی تھیں۔ اہل غرناطہ تیروں کی بارش میں آگے بڑھے۔ فرڈی نیڈ نے سواروں کو حملے کا حکم دیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔

موسیٰ ابوعبداللہ اور ابومحسن شہر کی تین اطراف سے سواروں کے دستوں کی راہنمائی کر رہے تھے ۔۔۔۔اور پیادہ فوج تیراندازوں کے مورچوں پر یورش کر چکی تھی۔ موسیٰ شمالی دروازے کی طرف دشمن کی صفوں کو توڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ فرڈی نیڈ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلایا۔ اس دستے کے ایک سوار کو بھی واپس شہر تک پہنچنے کا موقع نہ دو۔ تعاقب مت کرو وہ واپس آئیں گے۔

موسیٰ پانچ سو سواروں کے ساتھ دشمن کی صفوں سے گزرنے کے بعد ایک باغ کے گھنے درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا اور فرڈی نیڈ کے تیرانداز اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن موسیٰ شہر کی دوسری طرف اس کی فوج کے عقب میں جا نکل اور اس کے ساتھ ہی شمال سے ایک نئی فوج نمودار ہوئی۔ وہ فوج جس کا موسیٰ اور ابو محسن کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

سرحدی عقاب کے مجاہد اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے دشمن کے عقب میں تین ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا اور آن کی آن میں دشمن کی صفیں روند ڈالیں۔ فرڈی نیڈ نے بدحواس ہو کر فوج کو دائیں طرف ہٹنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں موسیٰ عقب سے حملہ کر چکا تھا۔ اب فرڈی نیڈ کی فوج کے سامنے بدر بن مغیرہ کے سوار تھے اور پیچھے موسیٰ کے جانباز تھے۔ تیسری طرف فرڈی نیڈ کی فوج ابوعبداللہ کے سواروں کو پیچھے ہٹا چکی تھی۔ لیکن یہاں بھی نصرانیوں کو ایک غیر متوقع مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے عقب سے اچانک دو ہزار سوار نمودار ہوئے اور شام کے دھندلکے میں انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے لئے کمک پہنچ گئی ہے۔ لیکن جب باہر سے آنے والوں نے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ حملہ کر دیا تو نصرانی انتہائی انتشار کی حالت میں بائیں طرف ہٹنے لگے۔ ابوعبداللہ کی قیادت میں جو سوار

شہر کی طرف پسپا ہو رہے تھے۔ انہوں نے صورت حال کی تبدیلی محسوس کرتے ہی پلٹ کر حملہ کر دیا۔ اب فرڈی نیڈ کی تمام فوج ہر طرف سے سمٹ کر ایک طرف جمع ہو چکی تھی۔ ان کے دائیں اور بائیں بازوؤں پر بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے سوار تھے۔ عقب میں موسیٰ کے جانباز اور سامنے غرناطہ کی باقی فوج ابو عبداللہ اور ابو محسن کی قیادت میں لڑ رہی تھی۔ چوتھی طرف شہر پناہ کا وہ حصہ جس کے ساتھ دریا بہتا تھا پر سکون تھا۔

بارھویں رات کے چاند کی روشنی کے باعث جنگ کی تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔ دشمن کی فوج آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور ابو موسیٰ کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے والے مٹھی بھر جانباز ان کا راستہ روکنے کے لئے کافی تھے۔

منصور گھوڑا دوڑا کر دشمن کی فوج کے گرد ایک چکر کاٹنے کے بعد عقب میں پہنچا اور اس نے موسیٰ سے کہا۔ آپ اپنے دستے کو یہاں سے فوراً ہٹا لیں۔

موسیٰ نے کہا۔ لیکن میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ میں یہاں سے ہٹنے کی بجائے اپنی فوج کا ایک حصہ یہاں منتقل کر لوں۔ وہ دائیں یا بائیں چکر کاٹ کر یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ہم انہیں دھکیل کر شہر کی طرف لے جائیں تو وہ شہر پناہ پر ہمارے تیر اندازوں کی زد میں آ جائیں گے۔

لیکن اگر وہ شہر میں داخل ہو گئے تو؟

میں دروازے بند کرنے کا حکم دے چکا ہوں۔

آپ کی یہ تجویز بُری نہ تھی لیکن شہر کی پیادہ فوج کو اتنی جلدی عقب میں نہیں لایا جا سکتا۔ دشمن کے سواروں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے اور اگر وہ دائیں بائیں طرف کترا کر نکلنا چاہیں تو ہم سخت نقصان اُٹھائے بغیر اُنہیں نہیں روک سکیں گے۔

یہ بحث کا وقت نہیں اگر آپ نے تاخیر سے کام لیا تو مجھے ڈر ہے کہ دشمن کو ہماری ایک نہایت اہم چال کا علم ہو جائے گا۔

موسیٰ نے کہا۔ بہت اچھا اگر آپ کی تجویز کے ساتھ بدر بن مغیرہ کو اتفاق ہے تو مجھے یہاں سے فوج ہٹانے میں کوئی اعتراض نہیں۔

ہم دونوں ایک ہی دماغ کے ساتھ سوچتے ہیں۔ آپ یہ محاذ چھوڑ کر دوسری طرف پہنچ جائیں لیکن فوراً ورنہ دشمن چوکنا ہو جائے گا۔ آپ تھوڑی دور پسپا ہوتے جائیں اور پھر دشمن کے پیچھے ہٹنے کا میدان خالی کر دیں۔

یہ جنگ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ نصرانی تین اطراف سے دب کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر فرڈی نیڈ اپنے اُن محفوظ دستوں کو میدان میں لانے پر مجبور ہو گیا جو میدان جنگ سے باہر خیموں کی حفاظت کر رہے تھے۔ نصرانیوں کے اُکھڑتے ہوئے پاؤں پھر ایک بار جم گئے۔

اچانک میدان جنگ سے کچھ دور ایک گھنے باغ کے درختوں کی آڑ سے سرحدی مجاہدین کا ایک تازہ دم دستہ نمودار ہوا۔ یہ سوار جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ اپنے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لئے ہوئے تھے اور اُن کا رُخ میدان جنگ کی بجائے فرڈی نیڈ کی فوج کے پڑاؤ کی طرف تھا۔ پڑاؤ سے حفاظتی دستوں کا بیشتر حصہ میدان میں آ چکا تھا۔ فرڈی نیڈ کے رہے سپاہیوں نے خیموں اور رسد کے ذخیروں کو بچانے کی کوشش کی لیکن برق رفتار سوار ایک طرف سے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور خیموں کو آگ لگاتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے۔ محافظ فوج ابھی سنبھلنے نہ پائی تھی کہ مشعل برداروں کا ایک اور دستہ عقب سے نمودار ہوا۔

ایک خیمے میں قسطلہ کا بشپ اور اس کے ساتھ کوئی تیس راہبر مریم مقدس کے

مجسمے کے سامنے جھک کر صلیب کی فتح کے لئے دُعائیں مانگ رہے تھے۔ باہر سے پہریداروں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مقدس باپ خیمے کو آگ لگ چکی ہے۔

خیموں کے علاوہ سوکھی گھاس کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو آگ لگ جانے کے باعث روشنی میدان جنگ تک پہنچ رہی تھی ۔ نصرانی فوج کے سپاہی اپنے سالاروں اور سالار اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کئے بغیر خیموں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے ساتھ ہی بدر بن مغیرہ کے تمام سوار ان پر ٹوٹ پڑے۔

پسپا ہونے والی فوج کے لئے اپنے پڑاؤ میں چاروں طرف جلتے ہوئے خیموں کے درمیان کوئی جائے پناہ نہ تھی ۔آگ کی روشنی میں تعاقب کرنے والے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اُتار رہے تھے۔ بدحواس گھوڑے خیموں کی رسیوں میں اُلجھ کر گر رہے تھے۔

فرڈی نینڈ نے پسپائی کا بگل بجانے کا حکم دیا اور اُس کی رہی سہی فوج پڑاؤ میں جلتے ہوئے خیموں کو چھور کر بھاگ کھڑی ہوئی ۔موسیٰ نے پیادہ فوج کو سامان رسد کے ذخیرے بچانے اور سواروں کو اپنے ساتھ تعاقب جاری رکھنے کا حکم دیا۔

بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد نے دشمن کو دائیں اور بائیں طرف سے گھیر رکھا تھا اور غرناطہ کے سوار اُن کے پیچھے تھے ۔فرڈی نینڈ کی فوج کے لئے فقط سامنے کا راستہ کُھلا تھا۔

کوئی تین کوس دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک ندی ہے ۔اپنے دستوں کو روکئے ۔دشمن ہمارے آخری وار کی زد میں آچکا ہے ۔تیرانداز سواروں کو آگے کر دیجئے ۔دشمن بہت جلد واپس آئے گا۔

موسیٰ نے فوج کو رکنے کا حکم دیا۔ وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اہل غرناطہ کو مصلحتاً اپنی تجاویز سے آگاہ نہیں کیا۔ وہ یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ ندی کے پاس پہنچ کر دشمن کے لئے بدر بن مغیرہ کے ترکش کے آخری تیر کس قدر خطرناک اور تباہ کن ثابت ہوں گے۔

فرڈی نیڈ نے یہ سمجھ کر کہ دشمن ان کا تعاقب چھوڑ چکا ہے ندی سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روکا۔ اپنے منتشر دستوں کو جمع کیا لیکن دائیں اور بائیں بازو سے دشمن کے سواروں کی آہٹ پا کر اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ندی کے کنارے پہنچ کر شکست خوردہ فوج کو ایک نئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ پُل ٹوٹا ہوا تھا اور آس پاس ان سپاہیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں جنہیں فرڈی نیڈ نے اُس پُل کی حفاظت پر متعین کر رکھا تھا۔

اہل قسطلہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ندی کے پار ایک نئی مصیبت ان کا انتظار کر رہی ہے لیکن فرڈی نیڈ کے لئے سوچنے کا وقت نہ تھا۔ اُس نے فوج کو ندی عبور کرنے کا حکم دیا۔ ندی کا پاٹ زیادہ نہ تھا۔ پانی بھی مشکل سے سواروں کی رکابوں تک پہنچتا تھا لیکن کنارے بلند تھے۔

جونہی اگلی صف کے سواروں کے گھوڑے پانی میں کودے۔ بہتے ہوئے پانی کے دھیمے راگ نے ایک ہنگامے کی صورت اختیار کر لی۔ دوسرے کنارے سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور اُس کے ساتھ ہی درختوں کی آڑ سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔

سوار زخمی ہو کر پانی میں گر رہے تھے اور گھوڑے بدحواس ہو کر ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں اور پیچھے ہٹنے لگے اور ندی

سے جو بچ گئے وہ بھی واپس مڑنے لگے۔اتنی دیر میں دائیں بازو سے تعاقب کرنے والے سواران کے سر پر پہنچ چکے تھے۔اب صرف عقب خالی تھا لیکن جب وہ پیچھے مڑے تو تھوڑی دور جانے کے بعد موسیٰ کے تیر اندازوں کی زد میں آ چکے تھے۔ تیروں کی زد سے گزرنے کے بعد اُن کے سامنے نیزہ بازوں کی دیوار کھڑی تھی۔ منصور بن احمد دایاں بازو چھوڑ کر غرناطہ کے سواروں کے ساتھ مل چکا تھا۔اہل قسطلہ دائیں طرف مڑے۔اب ان کی کوشش یہ تھی کہ ندی کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھتے جائیں اور کسی محفوظ مقام سے ندی عبور کرلیں لیکن ندی کے دوسرے کنارے اب سواروں کا ایک دستہ ان کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا اور وہ بھاگتے ہوئے تیر بھی برساتے جا رہے تھے۔جنوب کی طرف زونیل عبور کرنے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔یہ ندی جس کے کنارے کے ساتھ ساتھ اُس کی فوج کا تعاقب ہو رہا تھا اسی دریا سے نکلتی تھی۔عقب اور بائیں ہاتھ سے تعاقب کرنے والے اُنھیں بُری طرح ندی کی طرف دھکیل رہے تھے۔ندی کے دوسرے کنارے سے تیر اندازوں کا دستہ جو تازہ دم گھوڑوں پر سوار تھا ان پر لگاتار تیروں کی بارش کر رہا تھا۔

دریا کے قریب پہنچتے پہنچتے فرڈی نیڈ کی فوج کے بے شمار گھوڑے اپنے سواروں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے تھے۔مجاہدین نیزوں کی بجائے تلواروں سے ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ان کے بازو شل ہو چکے تھے لیکن فتح کی خوشی میں ہر شخص دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔بدر بن مغیرہ کو اپنے بائیں ہاتھ غرناطہ کا ایک سوار دکھائی دیا۔چاند کی روشنی میں اس کی زرہ اور خود چمک رہے تھے لیکن بدر بن مغیرہ کو جس چیز نے اُس کی طرف متوجہ کیا وہ اس کا خوب صورت گھوڑا تھا۔یہ سوار دشمن کے چند سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر آگے نکل گیا۔قسطلہ کے

ایک سوار نے اُس کے نیزے سے زخمی ہو کر اپنا گھوڑا موڑ کر اُس پر حملہ کیا۔غرناطہ کے سوار نے اپنی تلوار سے اُس کا وار روکا لیکن اتنی دیر میں پیچھے سے قسطلہ کا ایک اور سپاہی اسے نیزے سے زخمی کر کے آگے نکل گیا۔اس سوار نے زخمی ہونے کے باوجود اپنا گھوڑا نہ روکا اور یکے بعد دیگرے دو اور آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا

۔

بدر بن مغیرہ کے منہ سے بے اختیار تحسین کے الفاظ نکل گئے۔اور اس نے قریب پہنچ کر کہا۔میں تمہاری بہادری پر خوش ہوں۔لیکن دشمن کے بیچ میں گھسنے کی ضرورت نہیں۔

تھوڑی دیر بعد جب دوسری دفعہ بدر بن مغیرہ کی نگاہ غرناطہ کے اُس سوار پر پڑی تو وہ نڈھال ہو کر اپنی زین پر جھکا ہوا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑا آگے بڑھا کر کہا۔تم زخمی ہو۔سوار کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔اور اُس کے ہتھے پر سر ٹیک دیا۔بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

آدھی رات کے وقت فرڈی نیڈ کی رہی سہی فوج دریا عبور کر رہی تھی اور مجاہدین ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔یہ فرڈی نیڈ کی زندگی کی سب سے بُری شکست تھی۔

(٦)

اس عظیم الشان فتح کے بعد موسیٰ گھوڑے سے اُترا اور دیر تک سر بسجود رہا۔اس کے ہونٹوں سے بار بار یہی دعا نکل رہی تھی۔اے غفور الرحیم! ہم اس قابل نہ تھے۔یہ تیرا انعام ہے۔یہ تیری رحمت ہے۔اور پھر اُس نے اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی

طرف دیکھا۔ بدر بن مغیرہ چند قدم کے فاصلے پر بشیر کو آوازیں دے رہا تھا۔ موسیٰ نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس کا ہاتھ کھینچ کر ہونٹوں سے لگایا اور کہنے لگا۔ بدر! اپنا خود اُتار دو اہل غرناطہ اس فرشتے کی صورت دیکھنے کے لیے بیقرار ہیں جو اپنے ساتھ خدا کی ہزاروں رحمتیں لے کر آیا ہے۔

بدر نے جواب دیا۔ اس وقت صرف دو صورتیں دیکھنے کے قابل ہیں جن کی پیشانیوں پر شہادت کا خون چمک رہا ہے۔ اس فتح کے بعد مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے پر اعتراض نہیں لیکن ابھی لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہ کیجئے۔ فرڈی نیڈ کی پیادہ فوج ابھی تک اس علاقے میں بکھری ہوئی ہے ہمیں انہیں نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے اپنے خود کا نقاب اُوپر اُٹھا دیا

۔

موسیٰ نے کہا۔ انشاءاللہ ان میں سے بہت سے کم بچ کر جاسکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھوڑے ذرا تازہ دم ہو لیں۔

اتنی دیر میں محسن، منصور اور فوج کے دوسرے افسر اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔ منصور! آج تم میری تلوار اور میرے گھوڑے کے حقدار ہوں۔ مجھے یقین نہ تھا کہ تم اس زمین کے نشیب و فراز سے اس قدر واقف ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے۔

بہادر سالار کے لئے اپنے محبوب قائد کے یہ الفاظ ایک بہت بڑا انعام تھا۔

بدر بن مغیرہ نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر ابھی تک نہیں آیا۔ خدا کرے وہ بچ گیا ہو۔

بشیر کہاں ہے؟ موسیٰ نے چونک کر کہا۔

میں ندی کے پار آپ کے فوج کے ایک زخمی کو چھوڑ آیا تھا۔ میں نے بشیر کو اس

کی مرہم پٹی کے لئے بھیجا ہے۔اس کا سفید گھوڑا نہایت خوبصورت تھا اور لباس سے بھی وہ آپ کی فوج کا کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔وہ بہادر ضرور ہے لیکن بہت زیادہ جوشیلا ہے۔میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔میرے خیال میں وہ بہت بُری طرح زخمی ہوا ہے۔

ایک سوار نے آگے بڑھ کر موسیٰ سے کہا۔سلطان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔بعض آدمیوں نے ان کا خالی گھوڑا دیکھا ہے۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر قدرے اضطراب کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے کہا۔میرا خیال تھا غرناطہ کے سپاہی اب لاشوں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے ہوں گے۔اگر سلطان سے مراد ابوعبداللہ ہے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر ایک بار غرناطہ پہنچ کر سپاہیوں کے لئے شہر کے دروازے بند کرنے کا حکم نہ دے چکا ہو۔

منصور نے کہا۔میں نے اُسے دیکھا ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اُسے دو تین مرتبہ داد دینی پڑی۔جب ابوالحسن نے بتایا کہ ابوعبداللہ ہے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔

موسیٰ نے کہا۔میں شہر کی بجائے اُسے میدان میں بے ضرر سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

بدر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بشیر گھوڑا بھگاتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور بولا۔وہ زخمی آپ سے ملنے کے بیقرار ہے۔

بدر نے سوال کیا۔کیسی حالت ہے اُس کی؟

پسلی میں زخم ہے لیکن انشاءاللہ بچ جائے گا۔

(۷)

زخمی زیتون کے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔چند سپاہی اس کے گرد کھڑے تھے ۔بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سپاہی ایک طرف ہٹ گئے ۔بدر گھوڑے سے اُتر کر زخمی کے قریب پہنچا۔پہلی نگاہ میں بدر بن مغیرہ اُسے پہچان نہ سکا۔لیکن جب اُس نے زمین پر ایک زانو ٹیک کر غور سے اُس کی طرف دیکھا تو اپنے رگ و ریشے میں ایک کپکپی سی محسوس کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ زخمی نے گردن اوپر اٹھائی اور نحیف سی آواز میں کہا۔

آج آپ نے ایک ایسے آدمی کی جان بچائی ہے جسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔میں آپ کا مجرم ہوں، میں آپ کا قاتل ہوں۔میں اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور آپ کو یہ حق ہے کہ آپ میرے لیے بدترین سزا تجویز کریں۔

بدر بن مغیرہ خاموش کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔اس کے سامنے ابو عبداللہ تھا۔وہ ابو عبداللہ جس کی ملت فروشی کی داستان اُندلس کے ہر مجاہد کے دل پر نقش تھی جسے بھول جانا یا معاف کر دینا بدر بن مغیرہ جیسے انسان کے بس کی بات نہ تھی۔

وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔کاش! اس خوشی کے موقع پر میں تمہاری صورت نہ دیکھتا۔

موسیٰ، بشیر، ابو محسن اور منصور، بدر بن مغیرہ کے پیچھے کھڑے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ۔بدر بن مغیرہ کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔

ابو عبداللہ اچانک اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک قدم بڑھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھنے لگا۔اس کے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی ۔تم مجھے قتل کیوں نہیں

کر دیتے ۔میرے گناہوں کا بوجھ اب میرے لئے نا قابلِ برداشت ہو چکا ہے۔

ابو عبداللہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے ۔بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی مانند کھڑا تھا ۔ابو عبداللہ نے پھر کہا۔ میں زندگی کے عذاب سے نجات حاصل کر چکا تھا۔دشمن کے گھوڑے میری لاش روندنے کو تھے لیکن تم نے مجھ پر ظلم کیا۔خدا کے لیے مجھے قتل کر دو ۔اس زمین کے لئے میرا بوجھنا قابل برداشت ہو چکا ہے۔وہ رو رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ کے دل میں ابو عبداللہ جیسے غدار کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مجاہد انتہائی غصے کی حالت میں بھی گرے ہوئے دشمن پر وار کرنے کا عادی نہ تھا ۔اس نے کہا۔ ابو عبداللہ ! تمہارے آنسو مجھے متاثر نہیں کر سکتے ۔لیکن تمہاری قبا پر خون کے نشان ہیں ۔میدان جنگ میں تمہارا خون شہیدوں کے ساتھ مل چکا ہے ۔ میں تم پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں لیکن قوم کے مجرم کو صرف قوم ہی معاف کر سکتی ہے ۔میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اہلِ غرناطہ حماقت کی حد تک فیاض ہیں ۔وہ تمہارے دامن پر خون کے نشان دیکھ کر تمہارا ماضی بھول جائیں گے ۔وہ تمہیں دیکھیے سلطان ابو عبداللہ زندہ باد کے نعرے لگائیں گے ۔لیکن ابو عبداللہ ! خدا کے لئے ایسی فیاض اور ایسی سادہ دل قوم کو دوبارہ دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا ۔میری بات پر یقین کرو کہ اگر اس میدان کی بجائے الحمراء کے ایوانوں میں ہماری ملاقات ہوتی تو میری تلوار شاید تمہیں بولنے کا موقع بھی نہ دیتی ۔ میں اہل غرناطہ کے احتجاج کے باوجود اس شخص کا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا جس نے تاج پہننے کے شوق میں دشمن کے ہاتھ قوم کی بیٹیوں کی عصمت فروخت کی تھی ۔لیکن اس وقت تم قوم کے ایک سپاہی ہو ۔تمہاری تلوار دشمن کے خون میں نہا چکی ہے اور تمہارے خون کے چند قطرے شاید تمہاری ماضی کی سیاہی دھوڈالیں ۔

ابوعبداللہ کی قوت جواب دے چکی تھی۔وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور درخت کا سہارا لے کر بولا۔تم بہت فیاض ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ سمندر کا تمام پانی بھی میرے دامن کی سیاہی دھونے کے لئے کافی نہیں۔کاش!تم مجھے موت کی آغوش سے چھیننے کی کوشش نہ کرتے۔اس نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کرلیں۔وہ گرنے کو تھا کہ بشیر نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیا اور آہستہ سے اُسے زمین پر لٹا دیا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا۔بشیر ان کی حفاظت تمہارے ذمے ہے۔ہمارا بہت سا کام باقی ہے۔موسیٰ، منصور اور ابو محسن بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

فرڈی نیڈ کی پیادہ فوج جو سواروں سے پیچھے رہ گئی تھی۔انتہائی انتشار کی حالت میں ادھر اُدھر بھاگ رہی تھی اور غرناطہ کے سواروں کے دستے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اُتار رہے تھے۔جو باغات اور فصلوں میں چھپنے کی کوشش کر رہے تھے ان کا کھوج لگانے کے لئے غرناطہ کی پیادہ فوج کے دستے پہنچ چکے تھے۔بھاگتے ہوئے دشمن پر آخری ضرب لگانے کے لئے شہر کے بوڑھے اور کمسن لڑکے بھی میدان میں نکل آئے تھے۔طلوع آفتاب سے پہلے میدان صاف ہو چکا تھا۔قدم قدم پر دشمن کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔قیدیوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی اور ہلاک ہونے والے چار گنا زیادہ تھے۔

(۸)

فاتح لشکر نے دریائے زونیل کے کنارے صبح کی نماز ادا کی۔موسیٰ کے اصرار پر بدر بن مغیرہ نے امامت کے فرائض ادا کئے۔نماز کے بعد اس کی مختصر سی دعا یہ تھی۔ اے جزا اور سزا کے مالک!ہمیں اپنے اسلاف کا ایمان عطا کر۔ہمارا سر تیرے سوا

کسی کے سامنے نہ جھکے، اور ہمارا دل تیرے سوا کسی سے مرعوب نہ ہو۔ ہمیں اپنی اطاعت کے لئے جینے کی توفیق دے اور اپنے پیارے نبیؐ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے مرنے کی ہمت عطا کر۔ آمین!

دعا کے بعد بدر بن مغیرہ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ عقاب کی وادی کے مجاہد فخر کے ساتھ اپنے راہنماء کی طرف دیکھ رہے تھے اور اہل غرناطہ کی خاموش نگاہیں اپنے محسن کے لئے عقیدت، محبت اور تشکر کے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔

''میرے بزرگو اور بھائیو! تمہیں یہ شاندار فتح مبارک ہو لیکن یہ سمجھ لینا کہ اس جنگ کے بعد تم مستقبل کے خطرات سے نجات حاصل کر چکے ہو۔ تم نے دشمن کو فقط غرناطہ کی چاردیواری سے پیچھے ہٹایا ہے لیکن تمہاری سلطنت کا بیشتر حصہ ابھی تک دشمن کے قبضہ میں ہے اور یہ کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کرنے کے بعد بھی تمہارا کام ختم نہیں ہوگا جب تک تم سارے اندلس پر قابض نہیں ہوتے تم اطمینان کا سانس نہیں لے سکتے۔ اگر تم اس فتح کے بعد سو گئے تو یاد رکھو کہ قدرت سونے والوں کو بار بار نہیں جگاتی۔ جب تک وہ کسی قوم میں زندگی کی علامات دیکھتی ہے تو وہ اُسے جھنجھوڑتی ہے لیکن جب وہ مایوس ہو جاتی ہے تو اُسے لوریاں دے کر موت کی نیند سُلا دیتی ہے۔ اُندلس کے مسلمان تمہارے ان حکمرانوں کے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں جو اس عظیم الشان سلطنت کے بیشتر علاقے دشمن کے حوالے کرنے کے بعد غرناطہ کی چپہ بھر زمین کو اپنے لئے کافی سمجھ کر آرام کی نیند سو گئے تھے۔ صدیوں تک اندلس کے مظلوم مسلمان اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ غرناطہ سے اُن کے بھائی اُن کی مدد کے لئے آئیں گے لیکن تم سوتے رہے۔ اندلس میں تمہارے بھائی ظلم اور

استبداد کی چکی میں پستے رہے۔ وحشت اور بربریت کا ہاتھ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی عصمت اور ناموس کے دامن کو تار تار کرتا رہا لیکن تم سوئے رہے۔ تمہاری غیرت کو جوش نہ آیا۔ ان کے ہونٹوں سے فریاد نکلتی رہی، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تم مسرت کے نغموں سے دل بہلاتے رہے۔

ابوالحسن اپنے اسلاف کی کوتاہیوں کی تلافی کرنے کے لئے اُٹھا لیکن رباب کی میٹھی تانوں میں سونے والوں کو تلوار کی جھنکار ناگوار محسوس ہوئی اور تم نے اس مردِ مجاہد کے ہاتھ باندھ دئے۔

تم اس وقت بیدار ہئے جب سیلاب تمہارے گھروں کے دروازوں تک پہنچ چکا تھا۔ تمہارے اُمراء نے پہلی بار یہ محسوس کیا کہ عوام کی جھونپڑیوں کے علاوہ اُن کے محل بھی خطرے میں ہیں۔ میں اُسے خدا کی رحمت سمجھتا ہوں۔ لیکن یاد رکھو! تمہاری یہ فتح منزل کی طرف پہلا قدم ہے۔ منزل ابھی دور ہے۔ تمہارے راستے میں ابھی سینکڑوں ایسی خندقیں ہیں جنہیں تم کو اپنی لاشوں سے پاٹنا ہے۔ تم نے اپنی زندگی کے اریک اُفق پر ابھی ہلکی سی روشنی دیکھی ہے۔ اگر تم جاگتے رہے تو صبح دور نہیں لیکن خدانخواستہ اگر تم پھر سو گئے تو تمہاری یہ فتح ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری روشنی ہوگی۔

میں دشمن سے مرعوب نہں لیکن تمہیں اس کے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے وسائل لامحدود ہیں۔ اس کی افواج کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ فرانس روم اور یورپ کے دوسرے عیسائی ممالک اُس کی پشت پر ہیں۔ وہ ہمیں مٹانے کے لئے ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور اس کے برعکس المیریا اور مالقہ چھن جانے کے بعد ہم باقی اسلامی ممالک سے کٹ چکے ہیں۔ دشمن نے ہمیں چاروں طرف

سے گھیر رکھا ہے۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر مجھے اس بات کا اطمینان ہو کہ تم اب اپنی گزشتہ غلطیوں کا اعادہ نہیں کرو گے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مغلوب نہیں کرسکتی اور اگر تم نے اپنے ماضی سے سبق نہ سیکھا ۔اگر تم دشمن کو متحدہ طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جانے کی بجائے ان منافقین کے اشاروں پر چل کر آپس میں لڑتے رہے جو تم میں نسلی منافرت پھیلاتے ہیں تو یاد رکھو! جس طرح باقی اندلس میں تمہارے بھائی اپنے بزرگوں کی غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں اسی طرح غرناطہ میں تمہاری آنے والی نسلیں تمہارے گناہوں کا بوجھ اُٹھائیں گی۔

دشمن کی چالوں سے خبردار رہو اور دشمن سے زیادہ اپنے غداروں سے خبردار رہو۔اس میں شک نہیں کہ اس لڑائی میں ان میں سے اکثر نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اور بعض کے دامن کی سیاہی اُن کے خون سے دُھل چکی ہے۔لیکن یہ ممکن ہے کہ مشکل کے وقت یہ لوگ پھر ایک بار تمہیں دھوکا دے جائیں۔ ان لوگوں پر کڑی نگرانی رکھو اور انہیں اپنی غلطیوں کو دُہرانے کا موقع نہ دو۔ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہاری قوت محاسبہ بیدار رہو اور تمہارے قومی کردار میں غداروں اور ملت فروشوں کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

یہ پہلی جنگ ہے جس میں ابوعبداللہ نے شاید خلوص دل سے قوم کا ساتھ دیا ہے۔اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی قوم کا ساتھ دیتا رہے لیکن تم اُسے یقین دلا دو کہ وہ آئندہ قوم کو دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہو گا۔

دشمن اس شکست کے بعد خاموش نہیں بیٹھے گا۔وہ ایک بہت بڑی قوت کے ساتھ دوبارہ حملہ کرے گا اور تمہیں آج ہی سے اس کے مقابلے کی تیاری شروع

کر دینی چاہیے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے تمہیں موسیٰ جیسا راہنما دیا ہے۔

مجھے جلد واپس پہنچنا ہے۔ ممکن ہے کہ دشمن ہمارے علاقے کا رُخ کرے لیکن میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میری ضرورت ہو گی تم مجھے اپنے پاس موجود پاؤ گے''

بدر بن مغیرہ کے بعد موسیٰ نے اُٹھ کر تقریر کی۔

مسلمانو! آج سے چار سو سال قبل جب نصرانیوں نے ہمارے اندرونی انتشار سے فائدہ اُٹھا کر ہماری سلطنت کے بیشتر حصے ہم سے چھین لئے تھے تو قدرت نے یوسف بن تاشفین کو ہماری مدد کے لئے بھیجا تھا اور اس مرد مجاہد نے مسلمانوں کو ایک ایسے دشمن سے نجات دلائی تھی جس نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اور جب آج ہماری قوم کے غدار دشمن کے لئے ہمارے گھروں کے دروازے کھول چکے تھے، جب منافقین کا گروہ ذلت کے چند ٹکڑوں کے عوض ہمیں فرڈی نیڈ کی غلامی کی بیڑیاں پہنا چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لئے فرشتہ رحمت بن کر آیا۔

کل کا آفتاب تمہارے چہروں پر مایوسی کی گھٹائیں دیکھ رہا تھا اور آج کا آفتاب تمہارے ہونٹوں پر مسرت کی مسکراہٹیں دیکھ رہا ہے۔ سرحد کے مجاہدین نے تمہیں ایک بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی طاقت کا راز اس کی تعداد میں نہیں اُس کے ایمان میں ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے اگر کبھی شکست کھائی ہے تو اپنوں کی غداری کے باعث، دشمن کی طاقت سے نہیں۔ ہماری آج کی فتح اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اس گئی گزری حالت میں بھی دشمن کی بڑی سے بڑی قوت کو کچل سکتے ہیں۔ ہم نے آج تک جو کچھ کھویا ہے اپنی غلطیوں کے سبب کھویا ہے۔ تم

نے غداروں کا کہا مانا، تم نے منافقین کا ساتھ دیا۔تم نے خدا کا آسرا چھوڑ کر فرڈی نیڈ کا سہارا لیا۔اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بسطہ، المیریا اور مالقہ میں تمہارے اعمال کی سزا تمہارے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مل رہی ہے۔تم اس وقت میدان میں آئے جب تم نے یہ دیکھا کہ اب لڑنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔تمہیں آگ بجھانے کی فکر اس وقت ہوئی جب تمہارے گھر قریباً جل چکے تھے۔

میں اس خوشی کے موقع پر ماضی کی تلخیوں کو دُہرانا نہیں چاہتا۔لیکن یاد رکھو! کہ ہم نے ایک لڑائی جیتی ہے لیکن ابھی جنگ باقی ہے۔ایک طویل اور صبر آزما جنگ جس سے عہدہ برآ ہوئے بغیر ہم ملک میں چین کا سانس نہیں لے سکتے اور اس جنگ میں آخری فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنی اُن تمام بیماریوں کا علاج کرنا پڑے گا جن کے باعث ابوالحسن، الزغل کی شاندار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہوگئیں۔ ہمیں قوم کے ان غداروں سے نجات حاصل کرنا پڑے گی جو ہماری عزت اور آزادی کو چند کوڑیوں کے عوض دشمن کے ہاتھ فروخت کر چکے تھے۔ہمیں غرناطہ کو ان بُزدلوں سے پاک کرنا پڑے گا جن پر دشمن کی قوت کا رعب چھایا ہوا ہے۔ہمیں ان شرپسندوں سے باخبر رہنا چاہیے جو غرناطہ میں ہسپانوی، بربری اور عربی کی نزاع پیدا کرنا چاہتے ہیں۔میں جانتا ہوں کہ الحمراء ابھی تک منافقین کے وجود سے پاک نہیں ہوا اور تم میں سے بعض شاید یہ بھی سمجھتے ہوں کہ ابو عبداللہ کے ناراض ہو جانے کے خوف سے میں قوم کے ان مجرموں پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا جو ابھی تک فرڈی نیڈ کے آلہ کار ہیں۔لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ابو عبداللہ کی نیت پر بھی شک ہوا تو میں اس کا دامن پکڑ کر تمہارے سامنے لے آؤں گا! اور تم سے یہ کہوں گا کہ اس نے توبہ کے بعد قوم کو دھوکا دیا ہے۔اب اس پر رحم کرنا گناہ ہے۔ابو عبداللہ

نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ قوم کے کسی غدار کی سفارش نہیں کرے گا میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں ہر اُس معاملہ میں جس کا غرناطہ کی حفاظت کے ساتھ تعلق ہو ابو عبداللہ کی مداخلت برداشت نہیں کروں گا اور مجھے تم سے یہ اُمید ہے کہ اگر خدانخواستہ مجھ سے بھی کسی قومی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو مجھے معاف نہیں کرو گے۔

غرناطہ کے ایک بوڑھے سردار نے اُٹھ کر کہا۔ ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ ہمارے سرحدی بھائی غرناطہ سے ہو کر جائیں۔ لوگ بدر بن مغیرہ کو دیکھنے کے لئے بےتاب ہوں گے۔

موسیٰ نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا لیکن اُس نے سر ہلا دیا۔ موسیٰ نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔ تھوڑی دیر پہلے میری بھی یہی خواہش تھی کہ میں اپنے محسن کو کم از کم ایک دن کے لئے غرناطہ لے جاؤں لیکن بدر بن مغیرہ سے تبادلہ خیالات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمیں خود بھی ابھی غرناطہ نہیں جانا چاہیے۔ ہم اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گے۔ اہل غرناطہ کی بجائے ان شہروں کے لوگ زیادہ بےقراری سے ہماری راہ دیکھ رہے ہیں جن پر ابھی تک ہمارے دشمن کا قبضہ ہے۔

لوشہ کا حاکم

(۱)

لوشہ کا گورنر ابو داؤد اپنے محل کے ایک کمرے میں بیٹھا سرکاری کاغذات دیکھ رہا تھا اس کا دربان کمرے میں داخل ہوا اور کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ جب چند منٹ تک ابو داود اس کی طرف متوجہ نہ ہوا تو دربان نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ملاقات کے کمرے میں جان مائیکل آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر حکم ہو تو انہیں یہاں لے آؤں۔

جان مائیکل! ابو داؤد نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ نہیں میں وہی ملوں گا۔ اُنہیں آئے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی

وہ ابھی آئے ہیں۔

ابو داؤد باہر نکل کر چند قدم برآمدے میں چلنے کے بعد ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ ایک ادھیڑ عمر لیکن قوی ہیکل آدمی اُسے دیکھ کر کرسی سے اُٹھا او! ابو داؤد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے بعد اُس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابو داؤد نے جان مائیکل کی طرف غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ محاذ پر تھے۔

جان مائیکل نے جواب دیا۔ ہاں لیکن اب میں قسطلہ سے آ رہا ہوں۔ مجھے بادشاہ سلامت نے بعض امور کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے وہاں بُلا لیا تھا۔

تو لوشہ میں میرے قائم مقام آپ ہونگے۔

جان مائیکل نے ایک مراسلہ ابو داؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ یہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے۔ میں حکم کی تعمیل میں یہاں آ گیا ہوں ورنہ ایسے نازک وقت